ٹیپو سلطان

اور اسکے

خواب

مسلم ضیائی

مکتبہ
نیا راہی
کراچی

ٹیپو سلطان

اور

اُس کے خواب

ہماری دوسری کتب

خدا کی بستی (انعامی ناول)	۱۰/-
پری خانہ (داستانِ حرم)	۴/-
ناگ اور نگینہ (ناول)	۴/۵۰
قلعہ مضبوط تھا (ناول)	۴/۵۰
ایک ٹہنی کے پھول (افسانے)	۳/۲۵
وادیٔ سندھ کی تہذیب (تاریخ)	۸/۵۰
قیدِ فرنگ (داستانِ نظر بندی)	۳/۵۰
ہیرے کی پہچان (ناول)	۴/۷۵
قادر نامہ غالب (نظم)	۱/۵۰
غالب کا دوسرا دیوان	زیرِ طبع
اوس اور کرنیں (گیت ۔ غزلیں نظمیں)	۳/۷۵
جمہوریت کے سائے میں (طنزیہ ڈرامے)	زیرِ طبع
مثنویات دریائے عشق اور بحر المحبت	زیرِ طبع
اردو مرثیہ کے پانچ سو سال	۸/-
مثنوی سحر البیان	زیرِ طبع

ٹیپو سلطان

اور

اُس کے خواب

(متن۔ ترجمہ۔ تحقیق)

•

ترجمہ و ترتیب

مسلم ضیائی ایم، اے

•

مکتبہ نیا راہی

پوسٹ بکس ۴۲۹، کراچی ۲

باراول: —— جولائی سنہ ۱۹۶۱ء

کتابت: —— انوری بیگم دہلوی

طباعت: —— مطبع سعیدی، قرآن محل، کراچی

قیمت: —— آٹھ روپے

ناشرین

مکتبہ نیا راہی

دفتر:- ۲۶۔ اورنیٹل چیمبرز، ساؤتھ نیپئر روڈ، کراچی ۲
شوروم:- ۱۱۶۔ بہادر شاہ مارکیٹ، کراچی،
دفتر مغربی پاکستان:- نو بہار الیکٹرک پریس بلڈنگ بیرون بوہڑ گیٹ۔ ملتان شہر۔

فہرست

تہدیہ

اس کتاب میں ٹیپو سلطان کے اپنے دیکھے ہوئے اور اپنے قلم سے لکھے ہوئے خواب ان کے پس منظر میں پہلی بار اصل فارسی میں اور اُردو ترجمہ کے ساتھ شائع کئے جا رہے ہیں لیکن سلطان کا سب سے اہم خواب —— خواب آزادی تھا۔

ہندوستان کی تاریخ میں ٹیپو سلطان پہلا حکمران تھا جس نے اہل ہند اور مسلمانوں کو مغرب کی سیاسی اور معاشی غلامی سے بچانے کی بے مثال کوششیں کیں اور انہی کوششوں کو انجام تک پہنچانے کے لئے، نپولین کی طرح قید میں نہیں، بلکہ لڑتے ہوئے، جام شہادت پیا۔ میں یہ کتاب اُس مجاہد آزادی اور ان تمام گم نام بہادروں کے نام پر معنون کرتا ہوں، جنھوں نے قید و بند کی مصیبتیں جھیلیں اور پھانسی کے تختے کو مسکراتے ہوئے چوما، لیکن آزادی کی راہ سے ان کے قدم ایک لمحہ کے لئے نہیں ڈگمگائے۔

یکم جنوری ۱۹۶۱ء

ضیائی

ابتدائیہ

کچھ عرصہ ہوا کراچی کے قومی آثار خانہ میں ایک نمائش ہوئی تھی جس میں عربی فارسی، پشتو، بنگالی اور اردو کے چند حسین اور نادر خطی نسخے بھی رکھے گئے تھے۔ انہی نسخوں میں ولایت سے لایا ہوا ٹیپو سلطان کے اپنے قلم سے فارسی میں لکھا ہوا "خواب نامہ" بھی تھا۔ مکتبہ "نیا راہی" کے پروپرائٹر مکرمی ع۔س مسلم بھی نمائش دیکھنے گئے ہوئے تھے۔ نمائش میں ایک سے ایک بڑھ کر مسودات موجود تھے ان کی اشاعت کے متعلق گفتگو شروع ہوئی تو انھوں نے خیال ظاہر کیا کہ یہ دلچسپ کتاب ٹیپو سلطان کی ذہنی کیفیت کی آئینہ دار ہے اور اگر اسے شائع کر دیا جائے تو بہتر ہوگا، اس وقت تو بات آئی، گئی ہو گئی۔ لیکن میری مسرت کی انتہا نہ رہی جب کچھ ہی عرصہ بعد

مسلم صاحب نے میرے سامنے اس نسخہ کی ایک فلم رکھ دی۔ ساتھ ہی کتاب لکھنے کا مطالبہ بھی کر دیا۔ چنانچہ ہم نے فوراً کام شروع کر دیا، اور سب سے پہلے اس فلم کا عکس دیوار پر ڈال کر ٹیپو سلطان کے خواب کاغذ پر منتقل کرائے، یہ مرحلہ بھی کچھ کم نہ تھا سلطان کی تحریر بڑی مشکل سے پڑھی جاتی تھی، اور پھر سلطان کی ایجاد کردہ تقویم کا شمار کچھ آسان نہ تھا۔ بہر حال یہ کام دونوں کی مشترکہ کوشش سے کم و بیش ڈیڑھ ماہ میں مکمل ہوا۔

اسی اثنا میں ڈاکٹر محمود حسین صاحب کی ایک انگریزی کتاب اسی موضوع پر میری نظر سے گذری۔ لیکن یہ صرف ترجمہ تھا اور متن کو کسی وجہ سے نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ ہمارے خیال میں مختلف اسباب کی بنا پر متن کی اشاعت ضروری تھی۔ موجودہ کتاب اصل متن۔ اس کے اردو ترجمے، پس منظر اور مختلف ضروری حواشی کے ساتھ پیش کی جا رہی ہے تاکہ اردو داں طبقہ اس قومی ورثہ سے محروم نہ رہے۔

کراچی میں کتابوں کا قحط ہے جس کے باعث بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ بہر حال بعض عنایت فرماؤں خصوصاً پیر حسام الدین راشدی صاحب لیاقت نیشنل لائبریری کے ولایت حسین شاہ، اور ابن حسن قیصر صاحب کا ممنون ہوں جن کی مدد سے چند ضروری کتابیں حاصل ہو سکیں جن سے

استفادہ کیا گیا ہے۔

اس کتاب کی سوانح عمری بھی خود کتاب کی مانند کافی دلچسپ ہے۔ اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اسے ٹیپو نے خود اپنے قلم سے لکھا تھا اور یہ ۴ مئی ۱۷۹۹ء کو سلطان کی شہادت کے بعد سلطان کی خواب گاہ سے روزنامچہ کے ساتھ کرنل کرک پیٹرک نے بطور مالِ غنیمت حاصل کی تھی۔ اس وقت سلطان کا منشیٔ خاص حبیب اللہ بھی موجود تھا اور اس نے اس بات کی تصدیق کی تھی کہ یہ سلطان ہی کی تحریر ہے اور سلطان اسے بڑی احتیاط سے اور ہر شخص سے چھپا کر رکھتا تھا۔

کرنل کرک پیٹرک عرصہ سے ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت میں تھا اور اس عرصہ میں اُس نے ہندوستانی رسم و رواج اور زبانوں سے متعلق خاصی واقفیت حاصل کر لی تھی سرنگاپٹم پر قبضہ کے بعد سلطان کے محل اور دفتروں سے جو کاغذات حاصل ہوئے تھے اسی کے حوالے کیے گئے تھے تاکہ وہ انھیں دیکھ کر مناسب رپورٹ پیش کرے۔ چنانچہ اس نے سلطان کے خطوط اور دوسری تحریروں کا ایک مجموعہ ۱۸۱۱ء میں لندن سے تبصروں کے ساتھ شائع کیا تھا۔ بدقسمتی سے اس نے ان خطوط سے صرف حسب مطلب اقتباسات لے کر ان کا ترجمہ کیا تھا جس کے

باعث بہت سی ایسی باتیں نظروں سے اوجھل ہوگئیں جن کی ہمیں تو ضرورت ہے لیکن ایسٹ انڈیا کمپنی اور کرک پیٹرک کو ضرورت نہ تھی۔ اس کے علاوہ کرک پیٹرک کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے تحریف سے بھی کام لیا ہے اور جابجا اپنی جانب سے اظہار خیال کرتے ہوئے اپنے معاندانہ جذبات کا بھی اظہار کیا ہے۔

سو ڈیڑھ سو سال کی مدت میں کرک پیٹرک کی یہ تالیف بھی نادر ہوگئی لیکن ہمارے ایک وطن دوست مصنف محمود بنگلوری صاحب مرحوم نے اس کا ایک نسخہ حاصل کر کے "صحیفۂ ٹیپو سلطان" کے نام سے دو حصوں میں اپنے حواشی اور اضافوں کے ساتھ شائع کردیا ہے اس کتاب میں سلطان کے لکھے ہوئے خطوط مختلف لوگوں کے نام ہیں جن سے سلطان کے نظم ونسق اور سلطنت کے دوسرے معاملات پر روشنی پڑتی ہے۔

اصل تحریریں اس وقت نہ جانے کہاں ہیں ورنہ سلطان کے عہد اور اس کے کارنامے واضح طور پر نظر کے سامنے آسکتے تھے۔

بہرحال میجر بٹین کا بیان ہے کہ حبیب اللہ نے یہ بھی کہا تھا کہ میں نے اس نسخہ کو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا اور اگر کوئی

شخص ایسے وقت میں آجاتا جب یہ کتاب سلطان کے زیر مطالعہ ہوتی یا وہ خود کچھ تحریر کرنے میں مصروف ہوتا تو فوراً چھپا دیتا۔ میجر مذکور نے اس "خوابنامے" سے چند خوابوں (نمبر ۱۲ ار ۱۳ ر ۱۴ ار ۷ ار ۲۴) کا ترجمہ بھی اپنی کتاب میں بطور ضمیمہ دیا ہے۔ اسی بیٹسن نے جو لارڈ ولزلی کا اے۔ڈی۔سی اور قصیدہ گو ہے کتاب مذکور مارکوئس آف ولزلی کی جانب سے ایسٹ انڈیا کمپنی کی مجلس نظما کے صدر کو پیش کی تھی۔ جس کے ذریعہ یہ کتاب انڈیا آفس کے کتب خانہ میں پہنچ گئی۔

مسلم ضیائی

ٹیپو سلطان

اقبال نے اورنگ زیب کو "ترکش مارا خدنگ آخریں" کہا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ترکش کا آخری تیر کہلانے کا مستحق ابوالفتح فتح علی ٹیپو سلطان" تھا کیونکہ ایک ایسے زمانے میں جب کہ مغل سلطنت کا شیرازہ بکھر چکا تھا' برصغیر میں ہر طرف افراتفری پھیلی ہوئی تھی' ایک بیرونی قوم اشیاء کی تجارت کرتے کرتے' علاقوں کی تجارت میں مصروف ہو گئی تھی' اور سازشوں' عہد شکنیوں اور ابلہ فریبیوں کے ذریعہ آہستہ آہستہ اپنے قدم سارے ملک کو اپنی غلامی کی لعنت میں گرفتار کرنے کے لئے بڑھا رہی تھی' ٹیپو سلطان ہی وہ واحد حکمراں تھا جس نے حیدر علی کے دامنِ تربیت میں پرورش پاکر اور اس کے نقشِ قدم پر

چلتے ہوئے انگریزوں کی سیاست کو سمجھا اپنے ملک وقوم کو ان کی فریب کاریوں سے بچانے کی کوشش کی۔ اور باربار شکستیں دیں۔ لیکن آخرکار اپنوں اور بیگانوں کی متحدہ قوت کا مقابلہ کرتے ہوئے جامِ شہادت پیا، لیکن اس غلامی کو قبول نہ کیا جو بعد میں برطانوی اور دیسی رجواڑوں کے نام سے آئندہ ڈیڑھ سو سال تک یونین جیک کے زیر سایہ عوام پر مسلط رہی۔

اس میں شک نہیں کہ اس دور میں تجارت کے ساتھ ساتھ جوعِ ارض کے شکار انگریز ہی نہیں فرانسیسی بھی تھے اور حیدر علی کے مانند ٹیپو سلطان نے بھی ان بدیسی ہمدردوں ملازموں اور دوستوں سے دھوکا کھایا لیکن اس فریب میں مبتلا ہونے والے صرف حیدر علی اور ٹیپو ہی نہیں اس دور کے جملہ دیسی حکمراں تھے اور کم یا زیادہ سب ہی کو بدیسی دوستوں کی فریب کاریوں کا شکار ہونا پڑا۔

پیدائش

ٹیپو سلطان بقول میر حسین علی خاں کرمانی (مولف نشانِ حیدری) ہفتہ کے دن ۲۰ ذی الحجہ ۱۱۶۳ھ کو پیدا ہوا کارنامۂ حیدری ص ۸۶۴ مولفہ عبدالرحیم (مطبوعہ کلکتہ ۱۸۴۹ء) میں بھی یہی تاریخ درج ہے لیکن عیسوی سن ۱۷۴۹ء درج ہے۔ یہ کتاب سلطان کے فرزند شہزادہ محمد سلطان

(عرف غلام محمد) نے سر تھامس ماڈک صدر کونسل و ناظم بنگالہ کی خدمت میں پیش کی تھی۔ لیکن اس میں مختلف انگریزی کتابوں اور نشان حیدری کے ترجمے اور خلاصے درج ہیں اور کسی قسم کی تحقیق سے کام نہ لیتے ہوئے سلطان کے خلاف ہر قسم کی خرافات بھی درج کردی گئی ہیں۔ مختلف مصنفوں کی تحریروں میں عیسوی سن اور تاریخوں کے حسب ذیل اختلافات ہیں۔

۱۔ تاریخ ٹیپو سلطان از محب الحسن صفحہ ۹۔ ۱۰ر نومبر ۱۷۵۰ء بروز جمعہ۔

۲۔ کارنامۂ حیدری مؤلفہ عبدالرحیم ص ۱۶۴۔ ۲۰ر ذی الحجہ ۱۱۶۳ھ۔ ۱۷۴۹ء روز شنبہ

۳۔ تاریخ سلطنت خداداد از محمود بنگلوری صفحہ ۴۹، ۲۰ر ذی الحجہ ۱۱۶۳ھ۔ (۱۷۵۲ء) روز شنبہ۔

۴۔ تاریخ تحریک آزادی ڈاکٹر محمود حسین ۔ ۲۰ر ذی الحجہ ۱۱۶۳م ۔ ۱۰ر نومبر ۱۷۵۰ء شنبہ۔

محمود بنگلوری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ دیون ہلی میں جہاں سلطان پیدا ہوا تھا۔ ایک کتبہ موجود ہے جس پر ۱۷۵۱ء کندہ ہے۔ لیکن تقویم ہجری و عیسوی مرتبہ ایڈورڈ مالہرو مترجمہ ابو نصر خالدی (انجمن ترقی اردو ہند دہلی) کے بموجب ۲۰ر ذی الحجہ ۱۱۶۳ھ کو ۹ر نومبر ۱۷۵۰ء جمعہ تھا۔

"نشانِ حیدری" کا مؤلف تاریخوں کے معاملہ میں کافی بے پروا معلوم ہوتا ہے۔ دیون ہلی میں جو کتبہ ہے اس کے متعلق بھی وثوق سے نہیں کہا جاسکتا

کہ وہ کب اور کس نے نصب کیا ۔ مگر اس سلسلے میں ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ ابجد کے "قاعدے سے" فتح علی ٹیپو سلطان کے اعداد ۱۱۶۶ نکلتے ہیں۔ اس طرح اگرچہ ذی الحجہ ۱۱۶۳ھ اور ذی الحجہ ۱۱۶۶ھ میں تین سال کا فرق پڑ جاتا ہے۔ پھر بھی اس امر کا امکان موجود ہے کہ تاریخ و سن پیدائش کے بارے میں کرمانی سے سہو ہوا ہو اور ۱۱۶۶ھ ہی سلطان کا سن پیدائش ہو۔ کیونکہ اس زمانے میں امراء اور سلاطین اپنے بچوں کے تاریخی نام رکھا کرتے تھے ۔ ملاحظہ ہو۔

ف	ت	ح	ع	ل	ی	ٹ	ی	پ	و	س	ل	ط	ا	ن	۱۱۶۶ھ
۸۰	۴۰۰	۸	۷۰	۳۰	۱۰	۴۰۰	۱۰	۲	۶	۶۰	۳۰	۹	۱	۵۰	

اسی سلسلے میں حسب ذیل تحریریں بھی قابل غور ہیں۔

۱ ۔ محمود بنگلوری ! "۱۷۶۶ء میں ۔۔۔۔ سلطان کی عمر ۱۶ سال کی تھی تاریخ سلطنت خداداد" ص ۱۹۸

۲ ۔ محمود بنگلوری : "۱۷۶۲ء میں سلطان کی عمر ۱۲ سال کی تھی" "تاریخ سلطنت خداداد" ص ۱۹۶

۳ ۔ محمد علی کینٹب "ٹیپو سلطان ۱۷۵۳ء میں پیدا ہوا" "ٹیپو سلطان" مرتبہ عبداللہ بٹ ص ۵۹

۴ ۔ انگریز مصنفوں نے سلطان کا سن پیدائش ۱۷۵۳ء لکھا ہے صاحب "حملات حیدری" کے نزدیک ۱۷۵۰ء میں پیدا ہوا

چونکہ کرمانی کے سوا کسی اور معاصر تاریخ میں سن پیدائش نہیں ملتا اس لئے سلطان کی تاریخ پیدائش کا مسئلہ فی الحال متنازعہ فیہ تصور کیا جا سکتا ہے۔ بورنگ نے ۱۱۶۷ھ پر ۱۷۵۳ء لکھا ہے۔

تعلیم

حیدر علی چونکہ تعلیم سے بے بہرہ رہا تھا اس لئے اُسے اپنی علمی بے بضاعتی اور اس کے باعث پیدا ہونے والی مشکلات کا بہت زیادہ احساس تھا چنانچہ ایک بار اُس نے ٹیپو سے کہا بھی تھا کہ "جانِ پدر! سلطنت کے لئے تلوار سے زیادہ علم کی ضرورت ہے" اس لئے قیاس کہتا ہے کہ اُس نے اپنے بیٹے کی تعلیم پر ضرور توجہ کی ہو گی چنانچہ "کارنامۂ حیدری" میں لکھا ہے کہ مختلف شہروں اور ملکوں سے علوم و فنون کے ماہروں کو طلب کر کے فرزند گرامی کو تاکید کی کہ دل سے حصول علم کی کوشش کرے چنانچہ ٹیپو سلطان نے جملہ علوم میں "بہرۂ وافی" حاصل کیا اور آدابِ سپہ گری وغیرہ میں کم عمری ہی میں تربیت پائی اور سنِ بلوغ کو پہنچ کر "آدابِ حرب و ضرب و قواعد رزم و جنگ فرنگ اچھی طرح سیکھے" چنانچہ ٹیپو سلطان کے کتب خانے اور اس کی نگرانی اور ہدایت میں تیار کی ہوئی کتابوں سے اس امر کا

اندازہ ہوتا ہے کہ اسے علم اور اس کے فروغ سے کافی دلچسپی تھی۔ ان
میں سے بعض کتابوں کی تالیف سے بھی اس بات کا اندازہ ہوتا ہے
کہ وہ نہایت واضح احکام دیتا تھا نیز اس کے روزنامچے سے بھی،
جس کے اقتباسات کرک پیٹرک نے دیئے ہیں اس بات کا ثبوت ملتا
ہے کہ سلطان کی نظر نہایت دور رس تھی اور وہ اعلیٰ قوتِ بیانیہ سے
متصف تھا۔

اس کے خوابوں سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ سلطان نے
کم سے کم اس زمانے کی کتب متداولہ مثلاً جامی و سعدی اور نظامی وغیرہ
کی تصانیف کا مطالعہ کیا تھا۔

اس کی علمی قابلیت کے بارے میں اگرچہ مختلف مصنفوں نے
بہت سے تعریفی الفاظ لکھے ہیں لیکن اس کے خود نوشت خواب نامے میں
املا کی بعض تعجب انگیز غلطیاں ہیں جن کا سبب اس کے سوا کچھ نہیں
ہو سکتا کہ سلطان کو فنون سپہ گری سے زیادہ دلچسپی تھی اور اس نے
تحصیل علم سے زیادہ اس طرف توجہ دی تھی۔ اس امر کا امکان اس
لئے بھی زیادہ ہے کہ حیدر علی کی زندگی کا ایک بڑا حصہ خصوصاً ٹیپو سلطان
کے سنِ بلوغ کو پہنچنے کے بعد انگریزوں اور مرہٹوں سے کشمکش کرتے
ہوئے۔ میدانِ جنگ میں گذرا، اور ان جنگوں میں جیسا کہ واقعات سے

معلوم ہوتا ہے ٹیپو سلطان نے پندرہ سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے ہی حصہ لینا شروع کر دیا تھا اور باپ کے دوش بدوش یا اپنے اتالیق غازی خاں کی نگرانی میں دشمنوں سے مقابلے کئے تھے چنانچہ انگریزوں کی میسور سے پہلی لڑائی (۶۹-۱۷۶۶ء) میں جب کہ ٹیپو کی عمر تقریباً پندرہ سال تھی اس نے کارہائے نمایاں انجام دیئے، اس کے تحت میسوری فوجیں یلغار کرتی ہوئی مدراس اور قلعہ سینٹ جارج تک پہنچ گئیں اور اس طرح انگریزوں کو ۱۷۶۹ء کے صلح نامہ پر مجبور کر دیا۔ لیکن انگریزوں نے عہد شکنی کی اور اس کے بعد بھی جنگوں کا سلسلہ جاری رہا۔

قوم کی زندگی میں آزادی سب سے بڑی نعمت ہوتی ہے اور غلامی سب سے بڑی لعنت اس اعتبار سے اٹھارویں صدی برصغیر کی تاریخ میں انتہائی افسوسناک اور تاریک دور ہے کیونکہ اسی زمانے میں باہر سے آئی ہوئی ایک قوم نے آہستہ آہستہ مختلف علاقوں پر قبضہ جمالیا۔

کیونکر؟ —— اس غلامی کی لعنت کو مسلط کرنے والے سب سے بڑے ملک فروشوں میں سے ایک یعنی میر عالم کے ایک بھائی میر عبداللطیف شوستری مولف حدیقۃ العالم کی زبان سے سنئے

جس کا بیان ہے کہ

"بنگال پر قبضہ کرنے کے بعد انگریزوں نے دوسرے علاقوں پر قبضہ کے لئے مختلف مقامات پر اپنے جاسوس روانہ کئے اور اس کے لئے طریقہ یہ اختیار کیا کہ جس علاقہ پر قبضہ کرنا چاہتے اس کے رئیس کو نہایت عجز و انکسار کے ساتھ خط لکھتے اور ان میں درخواست کرتے کہ ہمارے وکیل کو اپنے دارالسلطنت میں رہنے کی اجازت عنایت فرمائی جائے۔ چونکہ یہاں کے حکمرانوں اور حکام یہاں تک کہ ہندو راجاؤں اور بت پرستوں میں بھی خوشامد طلبی ایک عام مرض ہے اور عریضوں میں چونکہ بہت زیادہ ادب اور تعظیم ظاہر کی جاتی تھی اس سے یہ لوگ متاثر ہوکر سوچتے کہ ہمارے ملک میں ایک انگریز کے آنے سے کیا ہوتا ہے اور وہ کیا کر سکتا ہے اور کس شمار میں آسکتا ہے۔ اس عریضہ کا جواب پہنچتے ہی انگریز اپنے ایک نہایت تجربہ کار شخص کو چین و فرنگ کے تحفوں کے ساتھ بھیج دیتے۔ رئیس کوتاہ نظری کے باعث خوشامدانہ فقرے اور پیش کش دیکھکر پھولا نہیں سماتا اور انھیں بڑی عزت سے رکھتا۔ اب انگریزوں کا وکیل جگہ کے

لئے درخواست کرتا اور زیادہ تر شہر کے باہر مکان لے کر اسے قلعے کے مانند مستحکم کر لیتا اور اتنا سامان حرب و لشکر رکھتا کہ اگر رئیس اس کے قیام کو پسند نہ کرے تو اسے باہر بھی نہ نکال سکے۔ اس کے بعد وہ خوب روپیہ خرچ کرتا ہے تاکہ رعایا اس کی گرویدہ ہو جائے۔ اس کے ساتھ ہی وہ اپنی حکومت کے افسر کو جو کلکتہ میں رہتا ہے تفصیلات لکھتا رہتا ہے۔ صاحب عزت لوگوں سے تعلقات بڑھاتا اور رئیس سے نہایت خاکساری سے نوکروں کے مانند پیش آتا ہے۔ ہر روز نیا عہد نامہ پیش کرتا۔ اپنی جانب سے اطاعت گذاری اور کمپنی کی طرف سے سرکار کے دشمنوں کا قلع و قمع کرنے کے وعدے تفصیل سے لکھتا ہے۔ اور اس طرح اسے بالکل مطمئن کر دیتا ہے۔ پھر آخر کار اس سے ایک عہد نامہ حاصل کرتا ہے جس میں لکھا ہوتا ہے کہ چونکہ کمپنی کے عہدہ دار ہماری سرکار کے خیر خواہ ہیں اس لئے ہم بھی ان کے اقوال اور افعال کو پسند کرتے ہیں اور اُن کی اصلاح و صواب دید کے پابند ہیں

یہ عہد نامہ طے پاتے ہی انگریز پوری طرح مسلط ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ہر ریاست میں چند بڑے لوگ مدعی سلطنت

ہوتے ہیں بہت سے ملازم ایک دوسرے سے منافقت
کرتے اور ایک دوسرے کو گرانے کی کوششوں میں مصروف
رہتے ہیں۔ جوں ہی ریاست کے دو مدعیوں یا امیروں میں
جھگڑا ہوتا ہے انگریزوں کا وکیل ان میں سے طاقتور کا ساتھ
دیتا ہے اور بنگال سے اس کی مدد کے لئے فوج طلب کرتا
ہے جب طرف ثانی کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور طرف غالب
کامیابی کے نشے سے سرشار ہوتا ہے اس وقت انگریز
عرض کرتے ہیں کہ حضور اس فوج کی تنخواہ اپنے ذمہ لے
لیں۔ آپ خود ملاحظہ فرمائیں کہ فوج کیسی آراستہ پیراستہ
ہے۔ حضور اسے اپنے ہی پاس رکھیں تاکہ حسب ضرورت
کام آسکے۔ چنانچہ رئیس ان کی اس درخواست کو قبول کرلیتا
ہے۔ اُس کے جملہ افسر انگریز ہوتے ہیں۔ اس کے بعد حوالی
شہر میں جہاں انگریزوں کا وکیل قلعہ بنا کر رہتا ہے مکانات
بنا کر فوج بھی وہیں رکھی جاتی ہے۔ چند ماہ میں جب کافی
رقم فوج کی تنخواہ کے ضمن میں رئیس کے ذمے واجب الادا
ہو جاتی ہے۔ اُدھر سے مطالبہ کیا جاتا ہے اور اس طرف سے
لیت و لعل ہوتی ہے تب انگریز اس سرکار کے کسی عہدے دار

کے ذریعہ پیغام بھیجتے ہیں کہ اگر آپ ماہ بماہ فوج کی تنخواہ نہیں دینا چاہتے تو ہمیں یا تو جواب دیں یا لشکریوں کی تنخواہ کے برابر آمدنی کا کوئی علاقہ علیحدہ کرکے ہمارے سپرد کردیں تاکہ آئندہ بار بار مطالبہ نہ کیا جائے۔ چنانچہ رئیس اسے منظور کرکے ان کا مطلوبہ علاقہ حوالہ کردیتا ہے۔ جب کوئی رئیس مرجاتا ہے تو اس کی اولاد اور اعزا واقربا میں سلطنت کے لئے دوڑ دھوپ ہوتی ہے ان میں سے جو کوئی کمپنی کو سالانہ پیش کش دینے کا وعدہ کرتا ہے اسے گدی پر بٹھاتے ہیں جب وہ پیش کش دینے سے اپنے آپ کو عاجز پاتا ہے تو کچھ اور علاقہ اُن کی نذر کرتا ہے یہاں تک کہ یہ لوگ پوری طرح قابض اور متصرف ہوجاتے ہیں۔ لیکن بظاہر کسی قسم کی سختی اور زبردستی کسی کے ساتھ نہیں کرتے اور کسی ملک پر جنگ وجدال کے ذریعے قبضہ نہیں کرتے[1]

انگریزوں کے اسی اصول کو حیدر علی اور ٹیپو سلطان سے بہتر کسی نے نہیں سمجھا۔ چنانچہ جس وقت شمال اور دکن کے ہر حکمراں کے دربار میں انگریزوں کا وکیل یا ریذیڈنٹ متعین تھا۔ صرف سلطنت خداداد

---

[1] حدیقۃ العالم صفحہ ۱۹۷ - ۱۹۹

میسور میں باوجود انتہائی کوششوں کے انگریز اپنا رزیڈنٹ متعین کرنے میں کامیاب نہ ہوسکے اس لئے انھوں نے میسور کی سلطنت کو مقامی حکمرانوں سے یعنی نظام اور پیشوا سے لڑا کر کمزور کرنے اور اس کے بعد ختم کردینے کا تہیہ کرلیا چنانچہ حیدر علی نے ۱۷۸۲ء میں انگریزوں سے لڑتے ہوئے وفات پائی۔ لیکن ٹیپو سلطان نے انھیں شکست فاش دے کر ۱۷۸۴ء میں صلح نامہ منگلور پر مجبور کیا جس کے بعد انگریز علانیہ میدان جنگ میں آنے کے بجائے اپنی ریشہ دوانیوں میں مصروف ہوگئے۔

اس میں شک نہیں کہ آصف جاہ ثانی میر نظام علی خاں اور نانا فرنویس انگریزوں کے مخالف تھے اور کبھی کبھی ان کے وکیلوں اور کمپنی کی چال بازیوں اور عہد شکنیوں پر جھنجھلا اُٹھتے تھے، لیکن کمپنی کے ایجنٹ اپنی چال بازیوں میں کامیاب رہے۔ انھوں نے وزیروں اور جاگیرداروں اور حکمراں خاندان کے بااثر امراء سے ساز باز کرکے مخالفانہ پالیسی کو کامیاب نہ ہونے دیا اور نہ صرف ہندو اور مسلمان کی حیثیت سے جاگیرداروں اور امیروں سے سازشیں کیں۔ بلکہ شیعہ اور سنّی کی حیثیت سے بھی۔ چنانچہ ایرانی اور ایرانی نژاد امراء سلطنت خداداد اور آصفجاہی حکومت کے ایسے ہی دوست نما دشمن تھے۔ جیسے کہ انگریز

یا فرانسیسی ۔ فرق صرف اس قدر تھا کہ ان کے پیچھے ایسی کوئی قوت نہ تھی جیسی فرانسیسی اور انگریز وکیلوں کے پیچھے ۔ یہی وجہ ہے کہ مشیر الملک اور ارسطو جاہ، میر عالم، میر معین، میر قمر الدین، میر صادق، میر ندیم اور میر غلام علی وغیرہ نے حیدر آباد اور میسور کی سلطنتوں کے خلاف انگریزوں سے سازش کر کے بالآخر سلطنتوں کو انگریزوں کے قدموں پر گرا دیا ۔

حیدر علی کی وفات پر انگریزوں کو توقع تھی کہ اندرونی شورشوں سے فائدہ اٹھا سکیں گے ۔ لیکن اس میں وہ ناکام رہے اور بہت جلد ٹیپو سلطان نے اپنا اقتدار مستحکم کر لیا اور انھیں شکست فاش دی جس کے باعث مجبوراً انگریزوں نے معاہدہ کر لیا ۔ لیکن معاہدے کی سیاہی خشک ہونے سے پہلے ہی انھوں نے معاہدہ شکنی کا فیصلہ کر لیا تھا ۔ چنانچہ اس کے بعد کے حالات اسی معاہدہ شکنی کی داستان ہیں ۔

ٹیپو سلطان کے عہد حکومت کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ۔ پہلا دور سنہ ۱۷۸۲ء سے سنہ ۱۷۹۲ء تک ہے اور دوسرا سنہ ۱۷۹۲ء سے سنہ ۱۷۹۹ء تک ۔

پہلا دور سلطان کی فتوحات اور کامرانیوں کا دور ہے لیکن دوسرا دور جب کہ سنہ ۱۷۹۲ء میں اس کی نصف سلطنت چھن گئی تھی اور خزانہ خالی ہو گیا تھا، بچی کھچی سلطنت کو معاشی اور سیاسی طور پر مستحکم کرنے

کی کوششوں میں گذرا۔ پہلے دور میں سلطان نے انگریزوں، مرہٹوں اور نظام کے مقابلہ میں فتوحات حاصل کیں اور دوسرے دور میں ملک کی معاشی ترقی کی طرف توجہ کی اور سلطنت خداداد کو ان تمام علاقوں سے زیادہ خوش حال بنادیا جو مرہٹوں، نظام اور انگریزوں کے قبضے میں تھے۔ یہ دونوں دور بلاشبہ اس کو اپنے زمانہ کا نہایت روشن خیال، ترقی پسند اور بیدار مغز حکمراں ظاہر کرتے ہیں۔

پہلے دور میں اُس نے فوج کی تربیت اور اُس کے نظم وضبط پر خاص توجہ کی ہندوستان کے سیاسی حالات دیکھکر اور غالبًا شاہ ولی اللہ کی تعلیمات سے متاثر ہوکر حیدر اور ٹیپو دونوں اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ بیرونی دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ان کے ہتھیاروں اور اصولِ حرب سے واقف ہونا ضروری ہے چنانچہ اس خیال کے مدِنظر حیدر علی نے اپنی فوجوں کی تربیت فرانسیسی اور دوسرے یورپی افسروں کی نگرانی میں کرائی تھی۔ ٹیپو سلطان نے بھی باپ کے اس مسلک کو فراموش نہیں کیا بلکہ اسے زیادہ باقاعدگی سے روبعمل لایا۔ چنانچہ اس کے دور میں ضابطے اور قواعد تیار کئے گئے

سلطان نے اپنے آپ کو چاروں طرف سے گھرا ہوا پایا۔ اس لئے ضروری تھا کہ اس کے پاس ایک منظم باقاعدہ اور مضبوط فوج ہو۔ جوان

دشمنوں کا نہ صرف کامیابی سے مقابلہ کر سکے بلکہ ان پر کاری ضرب لگا کر انھیں اپنی حد سے آگے نہ بڑھنے دے چنانچہ اُس نے تخت نشینی کے بعد ہی ۱۷۸۳ء میں اپنے امیر منشی میر زین العابدین شوستری کو حکم دیا کہ آتش خانہ فوج کشی اور سپاہ کی تنظیم کے قواعد جو سلطان نے ایجاد کیے تھے تحریر کرے. اس کتاب یعنی فتح المجاہدین کے دیباچے میں لکھا ہے کہ

"۱۱۸۰ھ میں نمک حرام امیروں کی وجہ سے سلطنت تیموریہ پر اختلال و ضعف آگیا جس کی وجہ سے نصاریٰ نے جو سواحلِ ہند پر تاک میں بیٹھے ہوئے تھے بعض سبک خرانِ بے ہوش اور خران دین فروش (ٹیپو میر جعفر کو خر کلائیو کہتا تھا) کے ذریعے ملک گیری شروع کی اور تمام مملکت بنگالہ اور کرناٹک و دکن کے بعض علاقے اور بندر سورت اپنے قبضے میں لے لیا. گلبانگِ اذاں کو پادریوں کی صدائے ناقوس میں پنہاں کر دیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسلمانوں کی آبرو اور مال اُن کے دستِ بے داد کا شکار ہوا اور مسلمان قیدی بلادِ چین و فرنگ میں خرید و فروخت کے لئے پہنچ گئے۔
منجملہ اور اسباب کے جو اہلِ فرنگ کی کامیابی کا ذریعہ ہیں،

ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ ان کا فن جنگ توپ اور بندوق
پر ہے اور چونکہ ہندوستانی اس فن میں ناتجربہ کار ہیں۔
اس لئے سلطان نے یہ کتاب لکھوائی"۔

اس کتاب کے پہلے حصے میں دیباچہ اور ابتدائی دو باب لکھے گئے
جن میں جہاد اور اس کی ضرورت پر زور دیا گیا۔ اوامر ونواہی
بتائے گئے اُن کے مذہبی جذبات سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی
اور اُس کے ہزاروں نسخے ہندوستان کے تمام حکمرانوں امیروں، پیر دل
سجادہ نشینوں اور مشائخ میں تقسیم کئے دوسرا حصہ جو تیسرے سے آٹھویں
باب تک پھیلا ہوا ہے سلطنت خداداد کی فوجوں سے متعلق ہے
اس میں جنگ محاصرہ، قلعہ شکنی و قلعہ سازی کے اصول فوجی احکام
پیادہ فوج سوار فوج نیزہ بردار ولے توپ چیوں کے متعلق ڈرل وغیرہ
کے قواعد وضوابط درج ہیں۔

یہ کتاب اپنی قسم کی واحد کتاب ہے جو کسی ہندوستانی حکمران
اور اس کی فوجوں کے لئے ترتیب دی گئی۔ کیونکہ اس دور کے کسی
حکمران نے فوجی تربیت اور ڈسپلن کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔
چنانچہ اس دور کے جملہ انگریز مصنف مثلاً ڈروم وغیرہ جو سب کے
سب تعصب کے شکار اور ٹیپو کے سخت مخالف اور دشمن ہیں مرہٹہ

اور نظام کی فوجوں اور انتظامی ابتری کا مذاق اڑاتے ہیں اور ان کا نہایت حقارت آمیز الفاظ میں ذکر کرتے ہیں۔ لیکن میسوری فوجوں کو کمپنی کی فوجوں سے ڈسپلن اور اسلحہ وغیرہ کے اعتبار سے بہتر کہتے اور ان کی تعریف کرنے پر اپنے کو مجبور پاتے ہیں۔

اس کتاب میں نہ صرف اصولِ حرب، طریقہ جنگ اور اچانک حملوں کی اہمیت بتائی گئی ہے۔ جس میں ٹیپو سلطان کو امتیازی حیثیت حاصل تھی بلکہ میدان جنگ کی جغرافیائی اہمیت اور پہاڑوں اور چشموں وغیرہ سے استفادہ کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ محاصرے کے طریقے بتائے ہیں اور اسلحہ کی تفصیلات درج ہیں۔ دشمن کی کثرت کے موقعوں پر کیا کارروائی کی جائے؛ چھاپہ مار حملوں کی اہمیت کیا ہے؟ سپہ سالار کی موت پر جانشینی کے اصول کیا ہیں؟ نیز انتظامی امور کیسے طے کئے جائیں؛ غداری کی قسمیں اور افسروں کو غداروں سے بچنے کے لئے ہدایتیں، ماتحتوں پر نگرانی کے طریقے اور اسی طرح سپاہیوں کے لئے رجسٹر ہیں جن میں ہر سپاہی کے بارے میں تفصیلات درج ہیں۔ سپاہیوں کو وقت پر تنخواہوں کی ادائیگی اور قواعد کے ذریعے انھیں چست رکھنے کا حکم، اسلحہ کی مناسب دیکھ بھال اور وقت پر فراہمی کا انتظام، افسروں کے حقوق اور فرائض،

پہرہ اور طلایہ گردی، پہروں میں تبدیلی، وردی اور لباس سے متعلق قواعد اور ضابطے، تقررات اور تبادلے۔ سپاہی سے دفعدار، دفعدار سے جمعدار، جمعدار سے سرخیل، سرخیل سے جوق دار، جوقدار سے رسال دار اور رسال دار سے سپہدار اور سپہدار کے بعد سپہ سالار ہوتا تھا۔ سپہ سالار کے تحت دو تین سپہدار ہوتے تھے۔ مستحق شخصوں کو ان کی بہادری اور جانفشانی کی بنا پر ایک درجہ چھوڑ کر خصوصی ترقیاں دی جاسکتی تھیں۔ لیکن اس معاملے میں بڑی احتیاط کی جاتی تھی تاکہ کسی کو شکایت نہ ہو اور فوج میں بددلی نہ پھیلے۔ اس کے ساتھ ہی توپوں کو سر کرنے اور سلامتی دینے کے طریقے بھی درج ہیں اور توپ خانہ اور رسالہ کے متعلق مختلف مشقوں اور جنگ و صلح کے زمانے کے قواعد و ضوابط درج ہیں۔ آخر میں مختلف موقعوں پر فوجوں کے پڑھنے کے لئے فارسی اور اردو میں نظمیں ہیں۔

فوجوں کو فارسی اور ترکی زبانوں میں احکام دیئے جاتے اور قواعد کرتے وقت مقررہ اشارے بھی فارسی اور ترکی میں زباں تھے۔

اس کتاب کا مولف میر زین العابدین شوستری حیدرآباد کے ابوالقاسم میر عالم کا چھوٹا بھائی تھا۔ اس کی ابتدائی زندگی حیدرآباد میں گذری۔ اس کے بعد کچھ عرصے مدراس اور بالاگھاٹ میں گذار کر

ٹیپو سلطان کے پاس ملازم ہوا اور تھوڑے عرصے میں معتمد خاص اور مشیر بن گیا جس نے اسے کورگ پر حملہ کے لئے بھیجا۔ کرمانی نے اس کی شکست پر اس کی بزدلی کا ذکر کرتے ہوئے اس کا مذاق اڑایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ سپاہی اسے مذاق سے "چپ گیر و کمک" کہتے تھے[1]

معلوم ہوتا ہے کہ شوستری صاحب قلم تھا۔ صاحب سیف نہ تھا اس نے ٹیپو سلطان کے حکم سے ایک کتاب نجوم میں "زبرجد" کے نام سے لکھی اور دوسری "موید المجاہدین" جس میں قصیدہ اور مثنوی کی شکل میں خطبے ہیں۔ اس کتاب کا مقصد یہ تھا کہ سپاہیوں میں دشمن سے لڑنے اور آزادی کا جذبہ پیدا کرنا۔

سلطان نے غالباً حیدر علی کی زندگی ہی میں یہ بھی محسوس کر لیا تھا کہ انگریز قوم کی کامیابی اس کی تجارت میں ہے اور کامیاب

---

[1] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب میں ۱۱۹۷ھ سے ۱۲۰۱ھ تک ترمیمیں ہوتی رہیں۔ چنانچہ "تحفۃ المجاہدین" مرتبہ ڈاکٹر محمود حسین ص ۷۵ پر حسب ذیل تاریخ ملتی ہے

"جو جُستم سال جیش نصرت و فیروز "یا فتاح" شد تاریخ از زر" یعنی ابجث کے قاعدے سے ۱۲۱۴ھ (۱۲۰۱ھ) نکلتی ہے۔

تجارت اور بیرونی غنیم کے مقابلہ کے لئے بحری جنگی اور تجارتی بیڑہ ضروری ہے۔ اس لئے اُس نے پہلی بار ١٧٨٨ء اور دوسری بار ١٧٩٣ء میں اپنے بچوں کی مدراس سے واپسی پر ان امور سے متعلق احکام جاری کئے۔ اس کا خیال تھا کہ اس طرح نہ صرف ملک کی دولت اور خوشحالی میں اضافہ ہوگا۔ بلکہ بین الاقوامی تعلقات بھی بڑھیں گے چنانچہ اسی زمانہ میں اُس نے مختلف ایشیائی اور یورپی ملکوں میں اپنے سفیر بھیجے اور ایک بحری بیڑہ بھی ترتیب دیا تھا جس کے انتظامات مغربی اصول کے تحت کئے جاتے تھے۔ اس طرح سلطان شاید جملہ ایشیائی حکمرانوں میں پہلا حکمران ہے جس نے بین الاقوامی تعلقات کی طرف توجہ دی۔

تجارتی انتظامات کے سلسلہ میں تشکیلہ مجلس تجارت کے چند احکام یہ تھے۔

١۔ مجلس تجارت مختلف اشیاء جیسے ریشم اور اس کی مصنوعات، صندل، کالی مرچ، الائچی، ناریل، چاول اور ہاتھی کافی مقدار میں فراہم رکھے تاکہ انھیں برآمد کیا جاسکے۔

٢۔ مجلس تجارت غیر ممالک کے تاجروں کو ملک میں آنے کی ترغیب دے اور ان تاجروں کو جان و مال کی حفاظت کا یقین دلایا جائے۔

۳۔ قابل اعتماد اور لائق متصدیوں کو سلطنت کے اندر یا باہر تجارتی کوٹھیوں اور کارخانوں وفیکٹریوں میں تعینات کرتے ہوئے خیال رکھیں کہ یہ لوگ نہ رشوت لیں اور نہ ذاتی مفاد کو مدِ نظر رکھیں۔

۴۔ یہ مجلس محکمہ تجارت کے ہر جزو کل پر توجہ دے۔ حسابات کی جانچ پڑتال تنقیدی نظر سے کرے تاکہ کوٹھیوں اور فیکٹریوں میں غبن نہ ہو۔

۵۔ مجلس کے جملہ اراکین اپنے مذہب و اعتقاد کے مطابق حلف اٹھائیں تاکہ فرائض پوری توجہ اور ایمان داری سے ادا کریں۔

۶۔ اگر کوئی بڑا افسر اپنی زیر نگرانی کوٹھی یا فیکٹری کے معاملات میں تساہل کرے یا غبن کا مرتکب ہو تو باقی افسروں کو چاہیئے کہ سلطان کو اس کی اطلاع دیں تاکہ عبرت کے لئے سزا دی جائے۔

۷۔ ماتحت ملازمین کوئی نقصان رساں کارروائی کریں تو خدائی احکام کے مطابق سزا دی جائے۔

۸۔ اہم معاملات پر جملہ افسر جمع ہو کر بحث کریں اور ہر افسر اس کتاب میں دست خط کے ساتھ رائے لکھے جو اس امر کے لئے رکھی گئی ہے اس کتاب کو صندوق میں بند رکھا جائے اور مہر لگائی جائے تاکہ کتاب سند کے لئے محفوظ اور موجود رہے۔

۹۔ مجلس اپنی پوری کارروائیوں سے سلطان کو ہر وقت مطلع کرے تاکہ سلطان اسی کاغذ پر حکم لکھکر واپس کرے۔

۱۰۔ بڑی رقموں اور راز کے معاملات، مجلس کا ممبر یا کوئی بڑا افسر بذاتِ خود حضور سلطانی میں پیش کرے اس پر سلطان اپنا حکم لکھکر صیغۂ راز ہی میں اسے افسر مذکور کے پاس بھیج دے گا۔

۱۱۔ تمام حکم نامے اور سلطان کے دستخطی کاغذات ایک حفاظتی صندوق میں مقفل رکھے جائیں اور مہر لگائی جائے۔ یہ صندوق دارالسلطنت کے خزانہ میں میر میران خزانہ کی نگرانی میں رہے گا۔ افسرانِ محکمہ کے پاس حکم ناموں اور فرمانوں کی نقلیں رہیں گی۔

۱۲۔ محکمہ کے بڑے افسروں کی شرافت اور عقائد کا خیال رکھا جائے تاکہ معاملات میں ایک دوسرے سے اتفاق کر سکیں۔

چونکہ قزاقوں اور دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جہازوں کی ضرورت تھی اس لئے دو قسم کے جہاز بنائے گئے جن کے نام خضری اور الیاسی تھے۔ اول الذکر تجارتی اور دوسرے جنگی تھے۔ اس کے ساتھ ہی مختلف اضلاع کے حکام یا آصفوں کو یہ احکام دیئے گئے کہ وہ تجارت اور جہاز رانی وغیرہ کے سلسلے میں ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچائیں نیز مقامی اور بیرونی تاجروں کو بھی مال کی فراہمی اور روانگی وغیرہ

کے سلسلے میں مدد دیں۔ اس سلسلے میں چین کے جہازوں کے بارے میں ایک دلچسپ حکم ہے اور وہ یہ کہ چونکہ چین کے جہازوں پر حفاظت کے لیے اسلحہ نہیں ہوتے اور قزاقوں کا خوف رہتا ہے اس لئے لکھ دیا گیا ہے کہ اس ملک کے جہاز ہمارے ساحلوں پر نہ آئیں بلکہ ان کے عوض ہمارے اپنے جنگی جہاز وہاں کے تاجروں اور ان کے تجارتی سامان کو تیار کر کے یہاں لائیں اور ان تاجروں کو ان کے جان و مال کی ضمانت دی جائے جب یہ تاجر اپنا مال فروخت کرنے کے بعد اپنے ملک میں لے جانے کے لئے مال خریدیں تو انھیں پوری حفاظت سے ان کے ملک تک پہنچایا جائے۔

سلطان نے انگریزی اور فرانسیسی کوٹھیوں کے اصول پر ملک کے اندر تیس کوٹھیاں قائم کی تھیں۔ اسی طرح نظام، پیشوا، نیز فرانسیسی اور انگریزی مقبوضات میں بھی تجارتی کوٹھیاں قائم کی تھیں۔ ان میں سے ایک کوٹھی مسقط اور ایک کراچی بندر (ماتحت نصیر خاں بلوچ) میں بھی تھی اس کے ساتھ ہی اعلان کیا گیا تھا کہ جو لوگ حکومتی تجارت میں روپیہ لگائیں گے انھیں پانچ سو امامی (سلطانی روپیہ) تک پچاس فی صد سالانہ پانچ ہزار امامی تک پچیس فی صد اور اس سے زائد پر ۱۲½ فی صد سالانہ منافع دیا جائے گا۔

اس سلسلے میں رقوم کی واپسی کے متعلق بھی نہایت آسان قاعدے بنا دیئے گئے تھے۔

سلطان نے اپنی رعایا کی خوش حالی اور فارغ البالی کے لئے نیز جاگیرداری اور غلامی کو ختم کر کے کسانوں کی ہمت افزائی کے لئے کئی قانون بنائے تھے تاکہ وہ اطمینان سے کاشت کر سکیں، اُس نے سڑکوں کے علاوہ آب پاشی کا بھی بہتر انتظام کیا تھا اور ضلعوں کے حاکموں کو حکم دیا تھا کہ وہ کسانوں کو ہر قسم کی آسانیاں فراہم کریں۔

مختلف کوٹھیوں اور کارخانوں کے افسروں کو حکم تھا کہ سال میں ایک بار جمع ہو کر اپنے حسابات پیش کریں اور مختلف معاملات پر گفتگو اور غور کریں۔ اس موقعہ پر حکومت کی طرف سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے لئے علیحدہ علیحدہ دعوت کا انتظام ہوتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ متعصب انگریز مصنف بھی جنھوں نے سقوط سرنگاپٹم کے بعد یا اس سے پہلے میسور کو دیکھا تھا وہاں کی خوش حالی کی تعریف کرنے پر مجبور تھے۔

سلطان نے صرف تجارت اور بحریہ کی طرف ہی توجہ نہیں کی بلکہ صنعت و حرفت کو بھی فروغ دیا چنانچہ اس زمانے میں توپیں،

بندوقیں، چاقو، قینچیاں، ڈھالیں، گولے، گولیاں، دستی بم اور گھڑیاں بنائی جاتی تھیں۔

کرک پیٹرک کا بیان ہے کہ "اس کی بنائی ہوئی توپیں تو اس قدر دور مار اور صحیح نشانہ لگانے والی ہوتی تھیں کہ انگریزی توپیں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھیں[1]۔ شیشے کا سامان، کاغذ، لوہے کے تار، اسی طرح ریشمی کپڑے کم خواب قالین اور طرح طرح کے کپڑوں کے کارخانے تھے جہاں نہایت اعلیٰ درجہ کا مال تیار کر کے ملک میں اور بیرونِ ملک روانہ کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی جب کہ سلطان کے خلاف انگریز مصنفوں نے طرح طرح کی غلط بیانیوں سے کام لے کر اسے پڑھے لکھے طبقے میں بدنام کر دیا ہے 'میسور کے عوام سلطان کو محبت اور عزت سے یاد کرتے ہیں اور اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سلطان کی زندگی میں عوام اس سے کتنی محبت کرتے ہوں گے اس دور کا ایک انگریز سیاح کیپٹن لٹل لکھتا ہے کہ

زراعت بکثرت اور نہایت اچھی ہو رہی ہے۔ آبادی صنعت و حرفت کی دل دادہ ہے۔ نئے نئے شہر بن رہے ہیں۔

---

[1] صحیفۂ ٹیپو سلطان جلد دوم صفحہ ۱۶۲

تجارت ترقی پر ہے۔ شہروں کی افزائش اور باشندوں
کی خوش حالی کو دیکھتے ہوئے لازمی طور سے یہ نتیجہ نکلتا
ہے کہ ملک کی حکومت ان کی مرضی کے مطابق چل
رہی ہے۔"

صلح نامہ منگلور کے بعد بظاہر امن تھا اور سلطان کو اطمینان ہوگیا تھا کہ انگریز اب اپنے کام سے کام رکھیں گے اور معاہدہ شکنی کر کے اس کے معاملات میں مداخلت نہ کریں گے۔ لیکن کارنوالس نے تمام عہدناموں کو بالائے طاق رکھ کر مرہٹوں اور نظام کو میر عالم ایسے غداروں کے ذریعہ سازش کر کے اتحاد ثلاثہ میں پھانسا اور سلطنت خداداد پر حملہ کر دیا۔ ایرانی نسل کے سازشیوں اور غداروں سے بھی فائدہ اٹھایا گیا اور جاہل مسلمان عوام کے جذبات سے بھی جو ٹیپو سلطان کی مذہبی اصلاحات کے باعث سلطان سے ناراض ہو گئے تھے۔ اس جنگ میں اگر سلطنت خداداد کا مقابلہ صرف کمپنی کی فوجوں سے ہوتا تو انگریزوں کو کبھی کامیابی نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن عین وقت پر مرہٹہ فوجوں کے آجانے سے انگریزوں کے بھاگتے ہوئے قدم رک گئے۔ اور اس کے بعد ۱۷۹۲ء میں محاصرہ سرنگا پٹم کے موقعہ پر جب فرانسیسی "دوستوں" نے غداری کی تو مجبوراً "سلطان"

کو نہ صرف ایک بڑی رقم یعنی تین کروڑ تیس لاکھ روپیہ دینا پڑا بلکہ نصف سلطنت بھی حوالہ کرنی پڑی اور جب سلطان کے بچے اور روپیہ کارنوالس کے قبضے میں پہنچ گئے تو اس نے کورگ کا علاقہ بھی انتہائی ہٹ دھرمی اور بے ایمانی سے حاصل کرلیا۔ جہاں سے سرنگاپٹم صرف ایک روز کی یلغار پر تھا اور اسی طرح سرنگاپٹم اور سمندر تک پہنچنے کا بہترین راستہ بھی۔

۱۷۹۲ء کے معاہدے نے سلطنت میسور کی کمر توڑ دی۔ کرمانی لکھتا ہے کہ سلطان کو اس شکست سے انتہائی صدمہ پہنچا اور اس نے غم و غصہ کے عالم میں خانہ نشینی اختیار کی لیکن بعد میں اہل خانہ اور وفادار امراء کے سمجھانے سے انتظام سلطنت کی طرف متوجہ ہوا۔ یہاں سے اس کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ یہ اگرچہ تعمیری دور تھا لیکن اس میں خرابی کی صورت مضمر تھی۔ کیونکہ اگرچہ حیدر علی کی زندگی میں انگریزوں نے کم سے کم پانچ بار میسور کی رانیوں سے سازش کی تھی لیکن کامیاب نہ ہو سکے تھے اور اسکے بعد ٹیپو سلطان کے زمانہ میں بھی کئی سازشیں ہوئیں جنھیں کچل دیا گیا۔ لیکن ۱۷۹۲ء میں جب سلطنت کمزور ہو گئی تو سازشیوں کی ہمتیں بڑھ گئیں اور حکومت میسور کے کئی ایسے امراء بھی جو اب تک سلطنت کے وفادار تھے انگریزوں کا دم بھرنے لگے اور

سلطنت خداداد کے خلاف سازشوں میں مصروف ہو گئے۔ سلطان نے سلطنت کو سنبھالنے کے لئے انتہائی کوشش کی لیکن غدار اندر ہی اندر سلطنت کو گھن کی طرح کھا رہے تھے اور وہ تناور درخت جس کی آبیاری حیدر علی، غازی خاں، سید غفار، سید حمید اور لاکھوں گم نام بہادروں نے اپنے خون سے کی تھی اندر ہی اندر کھوکھلا ہو رہا تھا اس وقت سلطنت کے سب سے بڑے دشمن میر صادق، میر غلام علی اور پُرنیا تھے۔ سلطان نے انگریزوں کے سرنگاپٹم سے جانے پر ملک کے انتظامی معاملات پر توجہ کی تو معلوم ہوا کہ مہدی خاں نائطہ۔ جسے ۱۷۸۶ء میں میر صادق کی بدعنوانیوں کے باعث دیوان مقرر کیا گیا تھا کئی بدعنوانیوں کا مرتکب ہوا ہے۔ مثلاً اس کی بے پروائی کے باعث، جنرل میڈوز نے سرنگاپٹم پر حملہ کے زمانے میں قلعہ گنجام اور لال باغ پر قبضہ کر لیا تھا کیونکہ محافظوں کو اس رات تنخواہ تقسیم کرنے کے بہانے سے ہٹا دیا گیا تھا جس کے باعث حملہ کے وقت فصیل اور برج خالی تھے مختلف محکموں میں بھی ابتری نظر آئی اور توپوں میں ریت اور مٹی بھری ہوئی پائی گئی تھی جس کے باعث وہ چل نہ سکیں۔

سلطان نے سب سے پہلے غداروں کو سزا دی اور جو روپیہ ان سے حاصل ہوا تھا تاوان جنگ میں دیا۔ لیکن اس وقت سلطان سے

ایک بڑی غلطی سرزد ہوئی اور اُس نے سابق میں دوسرے برطرف شدہ امراء کے مانند میر صادق کو جسے ایک بار اس کی بدعنوانیوں کی بنا پر برطرف کیا جاچکا تھا دوبارہ دیوان مقرر کر دیا کرمانی لکھتا ہے کہ

"اس جھوٹے اور غدار بھیڑیئے کو بھیڑوں کا نگراں بنا دیا گیا۔"

یہ بڈھا بھیڑیا اس وقت سے کینہ کی پرورش کر رہا تھا جب اسے پہلی بار نکالا گیا تھا وہ موقعہ کا منتظر تھا۔ اس نے سلطان کے انتہائی وفادار امیروں اور فوجی افسروں کے خلاف سلطان کے کان بھرے سلطان نے دھوکا کھایا اور یہ وفادار امیر قتل کر دیئے گئے۔

چونکہ سلطنت کے استحکام اور مضبوطی کے لئے اچھے نظم و نسق کی ضرورت تھی اور برہمن محاسبوں نے مالی ابتری پیدا کر دی تھی اس لئے سلطان نے ہر محاسب کے ساتھ ایک مسلمان منشی بھی مقرر کر دیا اور چونکہ خود کنڑی زبان اچھی طرح نہ جانتا تھا اس لئے منشیوں کو حکم دیا کہ اس کے سامنے فارسی میں حساب پیش کریں۔ اسی طرح پرگنوں اور تعلقوں میں ایک ایک آصف مقرر کیا نیز برہمن دیش مکھوں دلیش پانڈوں اور قانون گویوں کو نکال کران کے بجائے عامل، سرشتہ دار امین اور مجموعہ دار مقرر کئے۔ لیکن بہت جلد یہ آصف و عامل عیش و عشرت میں مبتلا ہو گئے اور ساہا سیاہ و سفید ان ہی برہمنوں (محاسبوں) اور دیش مکھوں وغیرہ کے

حوالہ کر دیا جواب انتہائی کینہ پروری کے ساتھ سلطنت کی مالی تباہی کے درپے ہو گئے، چنانچہ نصف آمدنی آصفوں کے پاس جمع ہوتی اور نصف اُن کی جیبوں میں جاتی تھی۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں سلطان کو مذہب میں بہت زیادہ غلو ہو گیا تھا چنانچہ اُس نے خط کوفی رائج کرنے کی کوشش کی۔ اس وقت وہ لوگوں سے قسمیں لے کر انھیں عہدوں پر مامور کرتا اور اس کے بعد انھیں اُن کے حال پر چھوڑ دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ سلطنت کے معاملات میں روز بروز ابتری بڑھتی گئی۔ جنگ میں ناکامی کے باعث اسے پرانے امیروں پر اعتماد نہ رہا تھا۔ اس لئے اُس نے نوجوانوں سے کام لینا چاہا لیکن اس طرح کمتر صلاحیتوں اور لیاقتوں کے لوگ ایسے عہدوں پر مامور ہو گئے جن کے وہ اہل نہ تھے۔

سلطان کا خیال تھا کہ ہر مسلمان مساوی ہے اور اسے مساوی حقوق ملنے چاہئیں۔ بلاشبہ یہ اچھا خیال تھا لیکن اس عمل سے اس دور کے امرا میں اور زیادہ مخالفانہ جذبات پیدا ہو گئے کیونکہ ان مسلمان امرا میں اعلیٰ وادنیٰ کا تصور مضبوطی سے جڑ پکڑ چکا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت کی بنیادیں متزلزل ہو گئیں۔ امرا نے اپنی بے عزتی محسوس کی اور وہ خفیہ طور پر سازشیں کرنے لگے۔ میر صادق کو یہ آگ بھڑکانے

کا موقعہ ملا۔ اس نے بقول کرمانی

"فریب اور دغا کے دروازے سلطنت کے ہر اعلیٰ اور ادنیٰ پر کھول دیئے۔ اور آہستہ آہستہ سلطنت کے سیاہ و سپید کا مالک بن بیٹھا، وہ ہر روز نصف من کالی مرچوں کی دھونی دیتا اور ہر قسم کی عملیات اور گنڈے تعویذ کرتا رہتا، تاکہ اس کا اقتدار برقرار رہے"۔

اس طرح اُس نے سلطان کو اس قدر متاثر کر لیا کہ جب کبھی کوئی امیر سلطان سے شکایت کرتا تو سلطان میر صادق کو سزا دینے کے بجائے "اس کے اقتدار میں اضافہ کرتا اور جرائم سے درگذر کرتا"۔

میر صادق نے جملہ قلعوں میں اپنی پسند کے حکام مقرر کر دیئے۔ وفادار امراء نے یہ کیفیت دیکھی تو گوشہ نشین ہو گئے۔ اسی اثناء میں ۱۷۹۳ء میں جب سلطان کے فرزند انگریزوں کی قید سے واپس ہوئے تو خوشیاں منائی گئیں اور سلطان ایک بار پھر نظم و نسق کی طرف متوجہ ہوا۔ چنانچہ انتظامات کے سلسلہ میں مختلف کچہریاں قائم کی گئیں۔ ان سب کچہریوں کے نام اسمائے حسنہ پر یعنی رحمٰن کچہری، غفار کچہری، غفور کچہری وغیرہ تھے۔ مذہبی غلو کی بنا پر اس نے سیدوں اور مشائخ کے بیٹوں کو جن میں کوئی صلاحیت نہیں تھی بڑے عہدوں پر مامور کیا اور بلند مرتبوں

پر فائز کیا۔ پھر ۱۷۹۵ء میں ایک شادی کی جس میں امراء اور سپاہیوں کو دعوت میں ایک ہی دستر خوان پر بٹھایا اور چھوٹے بڑے کا امتیاز روا نہ رکھتے ہوئے سب کو ساتھ کھانا کھلوایا۔ اس موقعہ پر سلطان نے کہا کہ "ہم سب کو مذہب نے بھائی بنایا ہے اس لئے دلوں سے قبیلہ اور خاندان کے کمتر ہونے کے تصورات نکال دو، مل کر رہو اور خدا پر بھروسہ رکھو۔ سب مل کر کافروں (نصاریٰ) سے جنگ کرو اور شہادت کے لئے تیار رہو۔" اس کے بعد اپنے ہاتھ سے سرخ لباس تقسیم کئے اور کہا کہ اس لباس کو وہ لباس سمجھنا چاہیئے جسے پہن کر انھیں اپنے فرائض تن دہی سے انجام دینے ہیں۔

لیکن سلطان کی یہ آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی۔ امراء کے دماغوں میں اعلیٰ نسل اور خاندان کا خناس بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ ان کی طرف سے مخالفت کی آگ تیز ہوتی رہی جسے میر صادق ہوا دیتا رہا اور بقول کرمانی "شیطان کا بچہ میر صادق" مہدویوں کے خلاف جو اہل دائرہ کہلاتے تھے سلطان کے کان بھرنے میں کامیاب ہوگیا۔ یہ لوگ نہایت سچے اور وفادار تھے۔ دیوان ان سے "ڈرتا تھا۔ اس لئے اُس نے سلطان کو یقین دلایا کہ یہ لوگ غدار اور کمینے ہیں۔ سلطان نے ان سب کو معہ بیوی بچوں کے اپنی سلطنت سے نکال دیا۔

اسی زمانے میں سلطان نے اپنی فوج سے مختلف مقامات کے دس ہزار مشائخ اور سید منتخب کئے اور اس جماعت کا نام زمرۂ خاص رکھا کرمانی کہتا ہے کہ یہ گویا "درزمرۂ ما غم نہ باشد" سے لیا گیا تھا اور اس کا مطلب یہ تھا کہ:۔

غ = غیر دیسی (بدیسی)،

م = مغل اور مرہٹہ۔

ن = نائطہ،

ب = برہمن۔

ا = افغان،

ش = شیعہ،

د = اہل دائرہ (مہدوی)

اگر زمرہ کا واقعی یہ مطلب تھا تو پورنیا اور دوسرے سینکڑوں ہندو عہدے دار کس طرح اعلیٰ عہدوں پر مامور رہے؟ اسی طرح میر صادق، میر ندیم، میر غلام علی اور خود کرمانی وغیرہ سب کے سب شیعہ تھے اور سب اعلیٰ سول اور فوجی عہدوں پر مامور تھے۔ نائط قوم کے بھی متعدد بڑے افسر اور عہدے دار تھے۔ اس لئے کرمانی کا خیال غلط معلوم ہوتا ہے۔

یہ البتہ ممکن ہے کہ سلطان نے اس "زمرہ" یا مجلس میں مقامی سیدوں یا مشائخ کو ان کے خاندانی تقدس کی بنا پر شامل کیا ہو، اور شاید اسی بنا پر وہ ان پر بہت زیادہ اعتماد بھی کرتا تھا جس کے باعث بقول کرمانی "یہ زمرۂ گمراہ" سلطنت کے جملہ محکموں پر چھا گیا۔ اس کے ارکین بظاہر سلطان کے مطیع اور وفادار تھے لیکن دل میں دشمن صاحب دیوان (میر صادق) کے مرید اور وفادار ساتھی تھے۔ جس نے فوج، امراء اور کارخانوں میں کام کرنے والوں کی تنخواہوں میں کمی کی، عہدوں میں تنزل کیا۔ پھر سلطان کے سامنے قسمیں کھا کر اپنی وفاداری کا یقین دلایا اور اپنی کارروائی سے مطمئن کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس جاسوسی نظام کو جو حیدر علی اور ٹیپو سلطان کے ابتدائی زمانہ میں قابل فخر تھا تباہ کر دیا۔ اب کوئی شخص میر صادق کی مرضی کے بغیر نہ سلطان سے مل سکتا اور نہ کوئی کاغذ اس تک پہنچ سکتا۔ سلطان کے سامنے جو کاغذات پیش ہوتے ان کے مضمون بدل دیئے جاتے۔ "سلطنت کی آمدنی کا بدانتظامی اور بے پروائی کے باعث آٹھواں حصہ بھی خزانہ میں نہ پہنچتا پھر بھی رحم دل اور نرم مزاج سلطان سب سے پہلے مذہبی اشخاص، پیروں اور مشائخ کے لئے انتظام کرتا اور جب انھیں تنخواہیں ملتیں تو مسرت کا اظہار کرتا" (کرمانی ۱۷۶)

اسی زمانے میں دھونڈجی واگھ، جو ایک بہادر مرہٹہ سردار تھا سلطان کا قول نامہ پاکر سرنگاپٹم آیا لیکن میر صادق نے سلطان کے کان بھرے اور اسے گرفتار کرکے زبردستی ختنہ کرایا، پھر قید میں ڈال دیا۔ سلطان نے پھر بھی اس پر عنایات جاری رکھیں اور رہا کرنا چاہا تو میر صادق نے سلطان سے کہا کہ یہ شخص نہایت من چلا اور بہادر ہے۔ اگر اسے رہا کرکے افسر بنا دیا گیا۔ تو ایسا ہنگامہ کھڑا کردے گا جس کا علاج مشکل ہوگا چنانچہ یہ بہادر جس نے اپنا اسلامی نام ملک جہاں خاں اختیار کیا تھا کئی سال تک قید میں رہا۔ اسی زمانے میں میر صادق نے غازی خاں ایسے شخص کو جو سلطنت کا نہایت وفادار ستون تھا، اور جس نے ہر جنگ میں بہادرانہ کارنامے انجام دیئے تھے، میر عالم سے سازش کے الزام میں قتل کرادیا۔

اب زمین پوری طرح ہموار ہو چکی تھی۔ قلعوں پر میر صادق کے آدمیوں کا قبضہ تھا۔ فوج میں بددلی پھیل چکی تھی امراء سازشوں میں شریک ہو چکے تھے نظم و نسق درہم برہم ہو چکا تھا۔ خزانہ خالی ہو رہا تھا سلطان کا تعلق محکمہ جاسوسی سے منقطع ہو چکا تھا۔ سلطان کے ارادوں اور سلطنت کے سپید و سیاہ کے حالات انگریزوں کو روزانہ ملتے رہتے تھے۔ اور دشمن جملہ کمزوریوں سے واقف تھا اس لئے جب ۱۷۹۹ء میں

انگریزوں نے ٹیپو سلطان پر فرانسیسیوں سے سازش کا جھوٹا الزام لگا کر حملہ کیا تو سلطنت خداداد ایک پکے پھل کے مانند انگریزوں کی گود میں گر پڑی۔ اور اگرچہ سلطان اور اس کے چند وفادار ساتھیوں نے عدیم المثال بہادری اور جرأت سے انگریز فوجوں کا مقابلہ کیا پھر بھی اندرونی دشمنوں نے سنبھلنے کا موقعہ نہ دیا۔ پھر بھی پروانے قربان ہوتے رہے۔ آزادی کی شمع آندھیوں کا مقابلہ کرتی رہی، مسکراتی رہی جھلملاتی رہی اور آخرکار بدیسی دشمنوں اور گندم نما جوفروشوں کو ملک سے نکال باہر کرنے کا پیغام دے کر خاموش ہو گئی۔

خوابوں پر ایک نظر

ٹیپو سلطان کے خوابوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ تمام خواب، مذہبی خواب اور سیاسی خواب۔ اوّل الذکر خوابوں کے بارے میں "خوابوں کی دنیا" میں اشارے ہیں۔ لیکن آخر الذکر یعنی سیاسی خوابوں سے متعلق "ٹیپو سلطان اور فرانسیسی"، "ٹیپو سلطان مرہٹے اور نظام" —— اور "سلطنت خداداد اور انگریز" میں قدرے تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ ٹیپو سلطان کی یہی جنگی زندگی اس کے خوابوں کا پس منظر ہے۔

کتاب مذکور میں سلطان کے سینتیس ۳۷ خواب ہیں ۱۲۰۰ھ تا ۱۲۱۳ھ ہجری (۱۲۱۳ء تا ۱۲۲۶ء محمدی)، یہ خواب تاریخی ترتیب سے نہیں لکھے گئے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلطان خواب دیکھنے کے بعد فوراً ہی اسے کسی کاغذ

پر لکھ لیتا اور پھر موقعہ ملنے پر اس بیاض میں نقل کرتا تھا۔

شروع کے خواب زیادہ تر سرنگا پٹم کے باہر دیکھے گئے کیونکہ اس زمانہ میں سلطان اکثر جنگوں وغیرہ کے باعث دارالسلطنت سے باہر ہی رہتا تھا۔ لیکن بعد کے جملہ خواب سوا چند کے سب سرنگا پٹم یا اس کے مضافات میں دیکھے گئے تھے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۷۹۲ء کی شکست کے بعد اس نے باہر جانا بہت کم کر دیا تھا اور سرنگا پٹم اور اس کے نواح سے دور نہ جاتا تھا۔

اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب سلطان اپنے ساتھ نہ رکھتا تھا بلکہ سرنگا پٹم ہی میں محفوظ رہتی تھی اور جب کبھی کاغذات میں کوئی خواب لکھا ہوا ملتا اسے درج کر لیا جاتا۔ چنانچہ تاریخی ترتیب سے نہ لکھے جانے کا سبب غالباً یہی ہے۔

موجودہ کتاب میں سلطان کے خواب نامے کی ترتیب برقرار رکھی گئی ہے لیکن فہرست میں جملہ خواب متعلقہ سنوں کے ساتھ درج کئے ہیں تاکہ خوابوں کی تاریخی ترتیب کا تعین آسانی سے کیا جا سکے۔ ان خوابوں کے درمیان کچھ سادے اوراق بھی ہیں جن سے خیال ہوتا ہے کہ غالباً سلطان کے پاس اور بھی چند خواب علیحدہ کاغذوں پر لکھے ہوئے تھے اور سلطان انھیں ان خالی صفحات پر درج کرنا چاہتا تھا۔ لیکن کسی سبب سے یہ خواب درج

ہونے سے رہ گئے یا تلف ہو گئے۔

ان خوابوں میں پہلے خواب کی تاریخ "یکم ماہ احمدی سال دلو" ہے۔ ابجد کے حساب سے احمدیؔ مولودی سال کا پہلا مہینہ ہے۔ اسی طرح بارھویں خواب کی تاریخ "یکم حیدری سال بُنْد ہے "اَبْتَث" کے قاعدے سے "حیدری" چھٹا مہینہ ہے۔ ٹیپو نے جو محمدی تقویم بنائی تھی اس میں "ابجد" کے حساب سے "دلو" اور "ابتث" کے لحاظ سے "داسا" ساٹھ سالہ دور کا چالیسواں سال ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ٹیپو کو کسی وجہ سے "دلو" اور "داسا" دونوں پسند نہ آئے اور اس نے تھوڑے ہی عرصہ بعد ان دونوں کے بجائے لفظ "بُنْد" اختیار کیا جس کے اعداد بھی ابتث کے اعتبار سے چالیس ہی ہوتے ہیں۔

اولین مندرجہ خواب کی تاریخ یکم احمدی ۱۲۰۰ھ ہجری ہے اور آخری خواب ۱۰ر رحمانی ۱۲۲۶ھ محمدی (۱۰ ۱۰/۲۶ محمدی) مطابق ۱۹ر شعبان ۱۲۱۳ھ ہجری مطابق ۲۶ر جنوری ۱۷۹۹ء روز چہار شنبہ) کو دیکھا گیا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب ایسٹ انڈیا کمپنی کی فوجیں آخری بار سرنگا پٹم پر یلغار کر رہی تھیں

خوابوں کی فہرست پر نظر ڈالئے تو ایک اور دلچسپ بات کا انکشاف ہوتا ہے اور وہ یہ کہ ۱۸۰ھ مولودی کے بعد ۱۲۲۲ھ محمدی میں دیکھے ہوئے

خواب تو موجود ہیں لیکن ۱۲۱۹ء ۱۲۲۰ء اور ۱۲۲۱ء محمدی کا ایک بھی خواب نہیں۔ مسیحی سنین کے اعتبار سے یہ زمانہ ۱۷۹۱ء اور ۱۷۹۳ء کا درمیانی دور ہے اور یہ وہی زمانہ ہے جب انگریزوں نے نظام اور پیشوا سے اتحاد کر کے سرنگاپٹم پر چڑھائی کی تھی اور ۱۷۹۲ء میں معاہدہ سرنگاپٹم کے ذریعہ ٹیپو سے اس کی نصف سلطنت چھین لی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس دور کے خواب بھی، اگر کوئی دیکھے گئے تھے، اس بیاض میں درج ہونے سے رہ گئے۔

ان خوابوں کی بعض دلچسپ خصوصیات یہ ہیں کہ ٹیپو اپنے آپ کو یا تو انگریزوں، مرہٹوں اور نظام کی فوجوں سے لڑتا ہوا پاتا ہے یا بزرگان دین کو دیکھتا ہے۔ ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسے حضرت علی اور خواجہ گیسو دراز (گلبرگہ) سے بڑی عقیدت تھی۔

ان خوابوں میں کئی خواب ایسے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے سوتے جاگتے وطن کی آزادی اور اسلام کے فروغ کا خیال رہتا تھا اور وہ صرف دکن ہی سے نہیں بلکہ سارے ہندوستان سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے بدکردار اور لٹیرے تاجروں کو نکال باہر کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ نہ صرف میدان جنگ بلکہ اپنے خوابوں میں بھی ان "نصارائے بیدین" سے جنگ کرتا انھیں شکستیں دیتا اور مزید شکستیں دے کر ہندوستان

سے نکال باہر کرنے کی تدبیریں سوچتا ہے۔

اسے دکن کے ان دیسی حکمرانوں سے بھی، جو بدیسی کمپنی کی چالوں کو نہ سمجھ کر اور ان کے فریب میں مبتلا ہو کر اس سے جنگ کرتے تھے، شدید نفرت تھی۔ چنانچہ وہ انھیں کبھی عورت کے بھیس میں دیکھتا ہے (خواب ۱۳) اور کبھی ریچھوں کی شکل میں جنھیں وہ شکار کر کے ختم کرتا ہے۔ (خواب ۱۱)

ان خوابوں سے اس کی امنگوں اور آرزوؤں کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ اس کی خواہش ہے کہ نظام کا ایک سردار، اسد علی خاں، جس نے انگریزوں کی طرف سے سرنگا پٹم کی لڑائی (۱۷۹۱ء) میں حصہ لیا تھا نظام کو چھوڑ کر اس کا متوسل ہو جائے (خواب ۲۵) اسی طرح اس کی یہ بھی خواہش ہے کہ اسے کسی طرح دس ہزار فرانسیسی سپاہی مل جائیں۔ یہ خواب (نمبر ۲۴) اس زمانہ کا ہے۔ جب وہ نظام اور مرہٹوں کی طرف سے مایوس ہو چکا تھا اور اس بات کو محسوس کر رہا تھا کہ وہ تنہا رہ کر دکن کی تین زبردست قوتوں کا، مشکل ہی سے مقابلہ کر سکتا ہے۔ اسے یقین تھا کہ گر اسے اتنی فرانسیسی فوج مل جائے تو وہ اطمینان سے انگریزوں اور ان کے احمق حلیفوں کا مقابلہ کر کے انھیں شکست دے سکتا ہے۔

اس کی خواہش ہے کہ چین کے بادشاہ سے دوستانہ سفارتی تعلقات پیدا کرے چنانچہ چین سے آئے ہوئے سفیر اسے خواب میں شہنشاہ

چین کی طرف سے سفید ہاتھی بطور تحفہ پیش کرتے ہیں۔ یہ تحفہ بقول نظامی گنجوی شہنشاہ چین نے سب سے پہلے سکندر کو دیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت ٹیپو سلطان نے چین سے ریشم کے کپڑے اور مختلف اقسام کے درخت منگوائے تھے اور چین سے تجارتی تعلقات بڑھانے کی کوشش کر رہا تھا اسے نظامی کا سکندر نامہ یاد آیا جسے اس نے بچپن میں یا اسی زمانہ میں دوبارہ پڑھا ہوگا اور اب اس کے دل میں یہ خواہش ہوگی کہ کاش سکندر کے مانند شہنشاہ چین اسے بھی سفید ہاتھی بطور تحفہ بھیجے (خواب ۹)

اسی طرح سلطنت دہلی کی تباہی اور شاہ عالم کی خادمانہ حیثیت دیکھکر، جو ایسٹ انڈیا کمپنی کو صرف بنگال ہی نہیں جنوب کے چند علاقے بھی بطور جاگیر نذر کر چکا تھا اور کٹ پتلی بنا ہوا کبھی انگریزوں کے ہاتھ میں کھیلتا اور کبھی مرہٹوں کے ہاتھ میں ٹیپو کے دل میں یقیناً یہ جذبات پیدا ہوتے ہوں گے کہ ایسے نالایق اور ناکارہ بادشاہ کو جو انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کے بجائے ان کے قدم مضبوط کر رہا ہے، تخت سے اُتار کر کسی ایسے شخص کو اکبر اور عالمگیر کے تخت پر بٹھاتے جو حقیقی معنوں میں ان عظیم حکمرانوں کا جانشین ہو اور ان بدیسی لٹیروں کو ملک سے باہر نکالنے میں اس کا ساتھ دے۔

اس سلسلہ میں دلچسپ بات یہ ہے کہ خود ٹیپو سلطنت دہلی پر قابض نہیں ہونا چاہتا بلکہ (غالباً) تیموری خاندان کے کسی لائق فرزند کو تخت پر بٹھا کر واپس آنا چاہتا ہے (خواب ۳)

لیکن ٹیپو صرف بادشاہ گر نہیں بننا چاہتا، اُس کے دل میں بڑی اُمنگیں ہیں اور وہ کسی سکندر اور کسی نپولین کے مانند ایک عظیم فاتح اور ایک عظیم حکمران بننا چاہتا ہے چنانچہ مختلف بزرگان دین اس کے سر پر دستار باندھتے ہیں جس کی تعبیر وہ یوں کرتا ہے کہ "حق سبحانہ تعالےٰ اور ہمارے پیغمبرؐ نے ہفت اقلیم کی سلطنت عنایت فرمائی ہے" (خواب ۳۱)

ٹیپو کے والدین پیروں، مرشدوں اور مشائخ کے بہت معتقد تھے۔ چنانچہ خود اس کا نام کرناٹک کے ایک بزرگ ٹیپو مستان کے ایما سے ٹیپو سلطان رکھا گیا۔ یہی سبب ہے کہ ٹیپو سلطان بھی "اہل خانقاہ" کا نہ صرف بہت زیادہ معتقد تھا بلکہ انگریزوں کے خلاف جہاد کے سلسلہ میں ہندوستان اور دوسرے ملکوں کے والیانِ حکومت کے علاوہ شاید ہی کسی درگاہ کا کوئی ممتاز سجادہ نشین باقی رہا ہو گا جسے سلطان نے جہاد سے متعلق اسلام کے احکام نہ بھیجے ہوں اور ان سے دعائے خیر کرنے اور جہاد کے سلسلہ میں مدد دینے کی درخواست نہ کی ہو۔

اسے خوابوں میں بزرگوں سے تبرکات حاصل ہوتے ہیں اور حضرت علی کے ذریعہ بشارت ملتی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ "تمھارے بغیر جنت میں قدم نہ رکھوں گا"۔ (خواب ۱۲)

"نشان حیدری" کے مولف میر حسین علی خاں کرمانی کی تحریدوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۷۹۲ء کے معاہدہ سرنگاپٹم کے بعد سلطان کی نصف سلطنت چھین لی گئی، تین کروڑ تیس لاکھ روپیہ بطور تاوان جنگ وصول کیا گیا اور دو بیٹوں کو بطور یرغمال رکھ لیا گیا، تو سلطان کے مزاج میں مذہبی غلو بہت زیادہ پیدا ہوگیا۔ قیاس کہتا ہے کہ شاہ ولی اللہ (متوفی ۱۷۶۲ء) کی تعلیمات کے اثرات صرف شمالی ہند تک محدود نہیں رہے تھے بلکہ دکن میں بھی ٹیپو سلطان کے زمانے میں پہنچ چکے تھے شاہ صاحب نے اپنے زمانہ کے مختلف امرا خصوصاً نظام الملک سے مراسلت کی اور انھیں مسلمانوں کے انتشار اور تباہی کی طرف متوجہ کرکے اس کی اصلاح میں مدد چاہی تھی ممکن ہے حیدر علی اور ٹیپو سلطان تک یہ تحریک بالواسطہ پہنچی ہو علاوہ ازیں ٹیپو سلطان کے معاصر یعنی شاہ ولی اللہ کے فرزند شاہ عبدالعزیز نے ایک فتوی بھی دیا تھا جس میں انھوں نے اس علاقہ کو جو انگریزی عمل داری میں تھا، دارالحرب قرار دیا تھا جہاں سے بدیسی اقتدار کو خارج کرنا ہر مسلمان کا فرض تھا۔ چنانچہ اسی سبب سے یہ نہ باور کرنے

کی کوئی وجہ نہیں کہ ٹیپو سلطان بھی شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز وغیرہ کے خیالات اور ان کی تعلیمات سے متاثر ہوا تھا چنانچہ فتح سرنگاپٹم پر اس کے کتب خانے سے جو کتابیں دستیاب ہوئیں اور جو اُس کے مشورے اور احکام کے بموجب ترتیب دی گئی تھیں، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ دکن میں اسلامی تعلیمات کا احیا۔ چاہتا تھا۔

ٹیپو کے والد حیدر علی کو نجومیوں پر بہت اعتقاد تھا اور ان سے مشورہ لئے بغیر کوئی کام نہ کرتا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ علم کی روشنی سے محروم رہا تھا۔ لیکن اسے اپنی بے علمی کا احساس تھا اور اسی لئے اس نے ٹیپو سلطان کو تعلیم دلوائی تھی جس نے نہ صرف اپنے استادوں بلکہ اپنے درباری علماء کی صحبت سے بھی علم حاصل کیا تھا۔ پھر بھی جنگوں میں مصروفیت کی بنا پر کم علمی کے باعث وہ بھی اس دور کے عام مسلمانوں کے مانند اس بات پر عقیدہ رکھتا تھا کہ دعاؤں اور تعویذوں کے ذریعہ بڑے بڑے کام نکل سکتے ہیں۔ چنانچہ شہادت کے بعد سلطان کے بازو سے ایک تعویذ کھولا گیا۔ جو دشمن کے حملہ سے بچانے کے لئے باندھا گیا تھا۔

اس کے کردار کے بارے میں اس دور کے جملہ مورخ متفق ہیں کہ وہ نہایت پاک باز اور پاکیزہ خو تھا چنانچہ خواب ۱۳ سے اس کی تصدیق

ہوتی ہے۔

سلطان کو اپنی رعایا سے جو محبت تھی اس کی تصدیق بھی اس دور کے جملہ مورخوں کی تحریروں سے ہوتی ہے۔ ان میں وہ انگریز افسر اور سیاح بھی شامل ہیں جنھوں نے ٹیپو کی زندگی اور اس کی شہادت کے بعد میسور کے علاقہ میں سفر کیا تھا۔ یہ تمام اہلِ قلم بیک زبان زراعت کی ترقی اور عوام کی خوش حالی کا ذکر کرتے ہیں جس کے لئے ٹیپو نے میسور میں صنعت وحرفت اور تجارت کو فروغ دیا اور فرانس، ایران، ترکی اور چین سے نہ صرف صناع بلاکر مختلف قسم کے کارخانے قائم کئے تھے بلکہ مختلف اقسام کے درخت میوے اور پھول بھی اگائے تھے۔

رعایا سے محبت اور فلاح وبہبود کی خواہش کا ثبوت اس امر سے بھی ملتا ہے کہ جب اسے خواب میں ایک بُت خانہ میں آگ لگنے اور جلنے کا علم ہوتا ہے تو سب سے پہلے اسے اپنی رعایا کے ان بہت سے لوگوں کا خیال آتا ہے جن کے گھر اس بُت خانہ سے متصل تھے چنانچہ وہ ان کی خیریت دریافت کرنے کے لئے آدمی دوڑا کر ان کی خیریت دریافت کرتا ہے (خواب ۱۹)

ان خوابوں کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسے ہاتھی بہت پسند تھے۔ اُس کے سکّوں پر ہاتھی کے سوا کوئی اور تصویر نہیں۔ وہ

خوابوں میں ہاتھیوں کا شکار کرتا ہے۔ شہنشاہ چین کے سفیر اسے سفید ہاتھی نذر کرتے ہیں اور وہ خود ہاتھیوں کا پل بنا کر اپنے لشکر کو ندی پار کراتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ٹیپو کی عقیدت اور خوابوں سے دلچسپی دیکھ کر اس کے بعض افسر اور مشائخ اپنے اپنے خواب (جن میں سے ممکن ہے بعض اصلی ہوں اور بعض فرضی) اسے لکھ کر بھیجا کرتے تھے چنانچہ ٹیپو کے "خواب نامے" میں ایک خواب کولار کے سید محمد اسلم کا شامل ہے۔ اس کے علاوہ "صحیفہ ٹیپو سلطان" میں سید محمد قلعدار سرنگاپٹم کے نام سلطان کا ایک خط بھی ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قلعدار مذکور نے اپنا خواب سلطان کو لکھ کر بھیجا تھا جس کے جواب میں سلطان نے لکھا کہ

"تم نے اپنا جو خواب لکھا ہے، امید ہے کہ خدائے برتر و بالا کی تائید سے اس کی تعبیر پوری ہوگی"۔

"خدائے ہر دو جہاں کا یہ قانون شروع سے رہا ہے اور رہے گا کہ وہ اپنے بندوں کو ہی حکومت دیتا ہے جو اپنے آپ کو اس کا مستحق ثابت کرتے ہیں"۔

.... (۱۶ رزبرجدی = ۱۵ ار اکتوبر ۱۷۸۶ء)

اس خواب کے علاوہ الگزینڈر بیٹسن نے لکھا ہے کہ کرک پٹرک نے

لارڈ مارننگٹن (ولزلی) کو اپنے خط میں ایک عجیب واقعہ کا اقتباس ۶ر اگست ۱۷۹۹ء کے خط میں لکھ کر بھیجا تھا (بٹیس ضمیمہ ۳۵) جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میرنا سین علی (میر یسین علی ؟) اور عبدالقدوس میر میراں کا (۱۲ر ذاکری ۱۲۲۶ محمدی مطابق ۲۸ر دسمبر ۱۷۹۷ء) بیان ہے کہ ایک مسلمان نے جو نصاریٰ کی فوج میں ایڈجوٹنٹ تھا کوڑیال بندر (منگلور) میں نصاریٰ کی ملازمت چھوڑنے کا یہ سبب بیان کیا کہ کالی کٹ میں حضرت شیخ سید (سعید؟) نے ایک عجیب واقعہ بیان کیا (جس کا خلاصہ یہ ہے) کہ

• دو مسلمان اور دو ہندو چنیا پٹن (مدراس) جانے کے لئے روانہ ہوئے اور اس جگہ پہنچے جہاں بیلی کو شکست ہوئی تھی۔ اچانک ایک آواز بلند ہوئی "اجنبی! ٹھہر جاؤ" اس کے بعد ایک نقاب پوش نے سامنے آکر چہرے سے نقاب اٹھائی، اس کا چہرہ سور جیسا تھا۔ پھر اس نے چند قدم آگے بڑھ کر فوجی حکم دیا تو اس کے سامنے سُور منہوں کی ایک پلٹن کھڑی ہو گئی۔

پھر اُس نے کہا کہ میں بیلی کی فوج میں افسر تھا۔ عین لڑائی میں جب نصاریٰ کی زبان میں فوج کو حکم دے رہا تھا، سر پر تلوار لگی اور کلمۂ شہادت پڑھنے کے بجائے وہی حکم میری زبان

پر رہ گیا۔ جس کے سبب سے میری صورت سور جیسی ہو گئی"۔
اس کتاب میں یہ واقعہ سید محمد اسلم کے خواب کے بعد بطور ضمیمہ درج کر دیا گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح کارنوالس نے محرم کے زمانہ میں محرمی تماشوں کی سرپرستی کر کے مسلمانوں کو فریب دینے کے لئے ان کے مذہبی جذبات سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تھی اسی طرح اس زمانے میں سلطان کی حکومت کی طرف سے بھی اپنے ہم مذہبوں کے جذبات نصارا کے خلاف اکساتے جاتے اور اس امر کی کوشش کی جاتی تھی کہ وہ انگریزوں کی فوج میں نہ شریک ہوں۔

مختلف مصنفوں نے ٹیپو سلطان کے علم وفضل کی بڑی تعریف کی ہے لیکن اس کے "خواب نامے" کی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ سلطان ایک اعلیٰ ماہر حربیات کے علاوہ صاحب عقل اور صاحب معلومات تھا لیکن حقیقت میں وہ کوئی عالم وفاضل شخص نہ تھا۔

اس کا خط پختہ اور بعض اوقات پڑھتے وقت انتہائی پریشان کن ہوتا ہے۔ اس کی زبان "ٹھیٹھ ولیبی فارسی" ہے۔ جو اس دور میں عام طور سے رائج تھی اور جسے سن کر اہل زبان ناک بھوں چڑھاتے تھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلطان اردو میں سوچتا اور اردو محاورہ کے مطابق ہی فارسی میں ترجمہ کر کے لکھتا تھا چنانچہ وہ اکثر مقامات پر ہندی الفاظ (دلاسا۔ ندی وغیرہ) کو

فارسی سمجھ کر اسی طرح لکھ دیتا ہے جس طرح ہمارے زمانے میں لوگ تحریر و تقریر میں انگریزی الفاظ بلا تکلف استعمال کر جاتے ہیں۔

ٹیپو کے حالات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا زیادہ تر وقت گھر سے باہر میدان جنگ میں ملک و ملت کے دشمنوں سے مقابلہ کرنے اور سلطنت کے انتظامات میں گذرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں اس کی تحریروں میں نہ صرف محاورہ اور زبان کی بہت سی غلطیاں ملتی ہیں بلکہ املا کی بھی چنانچہ اس سلسلہ میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں اور آپ کو حیرت ہو گی کہ ان میں قرآن اور صوم و صلوٰۃ جیسے الفاظ بھی شامل ہیں جنھیں ٹیپو نے "قرعان" اور "سوم و سلات" لکھا ہے۔

حوالہ خواب	غلط لفظ	صحیح لفظ
۱ و ۳	بذرگ	بزرگ
۱ و ۳، ۶، ۹، ۱۱، ۲۷	مزبور	مزبور
۳	سندھا	سندھیا
۴	فلفور	فی الفور
۴	قرعان	قرآن
۴	طلاوت	تلاوت
۹	سحرا	صحرا

۹	دانہ	دانا
۱۶	عطاق	اطاق
۱۶	سحرائی	صحرائی
۱۷	سوم و سلات	صوم وصلوٰۃ
۱۹	بندا	بندہ
۲۰	غابے	قابے
۲۱	خزاب	خضاب
۲۱	می خاہد	می خواہد
۲۴	برخواستم	برخاستم
۲۷	الا آباد	الہ آباد
۳۰	عطاء اللہ	عطار اللہ
۳۰	اصلحہ	اسلحہ
۳۶	خردم	خوردم
۳۸	بستامی	بسطامی
۳۸	باشنیدہ	باشندہ

ایک اور خصوصیت جو اس کی تحریر میں نظر آتی ہے، وہ اس کا ہندسے لکھنے کا طریقہ ہے۔ عام طور سے عربی فارسی اور اردو میں ہندسے لکھتے

وقت اکائی، دہائی، سیکڑہ، ہزار اور اس سے بڑے ہندسے، داہنی جانب سے بائیں جانب لکھے جاتے ہیں۔ مثلاً ایک ہزار آٹھ سو پچھتر کو اعداد میں لکھنا ہو تو (۱۸۷۵) لکھیں گے لیکن ٹیپو بائیں جانب اکائی کا ہندسہ رکھ کر سیدھی طرف دہائی سیکڑہ اور ہزار کے ہندسے لکھتا ہے (۵۷۸۱)۔ اسی طرح اگر اسے ستاسی لکھنا ہو تو (۸۷) کے بجائے (۷۸) لکھے گا۔ یعنی داہنی جانب اکائی کے بجائے دہائی۔

یہ طریقہ تحریر سوا ٹیپو سلطان کے اور کسی کے ہاں نہیں ملتا۔ یہ طریقہ اس نے کیوں اور کب اختیار کیا؟ اس کے بارے میں ٹیپو کے اصل کاغذات ملنے تک کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ فی الحال اسے جلال الدین اکبر اور علاء الدین خلجی کی صف میں شمار کیا جا سکتا ہے جو ٹیپو کی طرح کم علم تھے لیکن نہایت ذہین۔ سلطان کی شہادت کے بعد اور شاید سلطان کی خود اپنی حکومت کے زمانہ میں سرکاری مراسلت اور عہدے داروں کے سوا کسی اور نے اس کی اس "ایجاد" پر عمل نہیں کیا۔ ناظرین کی سہولت کے لئے ہم نے متن میں ٹیپو کے اصل طریقۂ تحریر کو برقرار رکھتے ہوئے قوسین میں سنین عام رواج کے مطابق لکھ دیئے ہیں۔ اور ضمیمہ میں چند ایسی محمدی تاریخیں بھی درج کردی ہیں جو مختلف کتابوں میں دستیاب ہوئیں۔

خوابوں کی دُنیا

اعضائے انسانی میں دماغ کو وہی حیثیت حاصل ہے جو حیوانات کی دنیا میں انسان کو۔ چنانچہ اشرف المخلوقات کے مانند اگر دماغ کو اشرف الاعضاء کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ کیونکہ سوئی سے لے کر اسپٹنک تک ہر وہ شے جو انسان نے بنائی ہے، دماغ ہی کا معجزہ ہے گذشتہ صدیوں کے مقابلہ میں آخری سو سال میں انسان نے دماغ کے چند گوشے بے نقاب کئے ہیں پھر بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک ہم اس بحر ذخار کے صرف ایک قطرے کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کر سکے ہیں۔ اگرچہ اب ایسے امکانات پیدا ہو رہے ہیں جب انسان کا دماغ کھلی کتاب بن جائے گا۔

خوابوں کا تعلق دماغ کے افعال سے ہے اور انسان ابتدائے آفرینش

سے خواب دیکھتا رہا ہے۔ عہد سے لحد تک سارے خواب اس کی زندگی کے طویل اور مختصر افسانے ہیں، مسرت انگیز بھی اور خوفناک بھی ان میں وہ خواب بھی شامل ہیں جو انسان چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، بیداری کے عالم میں لیکن خیال کی دنیا میں کھوکر دیکھتا ہے اور وہ خواب بھی جو نیند کی حالت میں نظر آتے ہیں۔

انسان کا ارتقا۔ ان ہی دونوں قسم کے خوابوں کا رہینِ منت ہے کیونکہ اس کی فن کاری اور اس کی ایجادات اس کے خواب ہی ہیں جو مادی شکل میں نظموں، تصویروں، افسانوں، مجسموں، عمارتوں اور مشینوں کی شکل میں نظر آتے ہیں جنھیں اگر منجمد اور متشکل خواب کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

دنیا میں شاید ہی کوئی انسان ہو۔ وحشی یا مہذب، عورت یا مرد، بچہ یا بوڑھا، جس نے زندگی میں کوئی خواب نہ دیکھا ہو۔ البتہ جس طرح ایک انسان جسمانی اور دماغی اعتبار سے، دوسرے انسانوں سے مختلف ہوتا ہے اسی طرح اس کے خواب بھی دوسروں کے خوابوں سے علیحدہ ہوتے اور مختلف معنی رکھتے ہیں۔ ان خوابوں میں خواب دیکھنے والے کے علم اور اس سماجی ماحول کا بھی دخل ہوتا ہے چنانچہ رندوں کے خواب مولویوں کے خوابوں سے، امن پسندوں کے خواب جنگ بازوں کے خوابوں سے، اور عالموں کے خواب جاہلوں کے خوابوں سے مختلف ہوتے ہیں۔ یہی سبب ہے

کہ بچوں اور ابتدائی معاشرہ میں رہنے والے انسانوں کے خواب نہایت سیدھے، سادے اور اتنے واضح اور صاف ہوتے ہیں کہ ان کی بڑی آسانی سے تشریح و تعبیر کی جاسکتی ہے۔ برخلاف اس کے بڑی عمر والے اور مشینی دور کے مہذب انسان کا خواب نہایت پیچیدہ ہوتا ہے جس کی تشریح و تعبیر کے لئے کافی تگ ودو کے بعد منزل مقصود کا پتہ لگتا ہے۔

بہرحال انسان جب تک زندہ رہتا ہے، خواب دیکھتا ہے، البتہ عمر اور صحت کا اثر اس کے خوابوں پر بھی پڑتا ہے چنانچہ بعض علمائے خوابیات کا خیال ہے کہ بیس اور پچیس سال کی عمر میں خواب زیادہ تعداد میں نظر آتے ہیں لیکن بعض اس کو پچیس اور تیس سال کا درمیانی زمانہ بتاتے ہیں۔ اسی طرح بعض علمائے خوابیات کہتے ہیں کہ عورتیں، مردوں کے مقابلہ میں، زیادہ خواب دیکھتی ہیں البتہ شاید ہر شخص کی زندگی میں بعض ایسے بھی دور آتے ہیں جب اسے کوئی خواب نظر نہیں آتا۔

خوابوں کے بارے میں انسان ابتدائی زمانہ سے سوچتا رہا ہے کہ آخر نیند کی حالت میں اسے جو کچھ نظر آتا ہے، اس کی حقیقت کیا ہے؟ اُس زمانہ میں جب اُس نے اپنے مُردہ بزرگوں کو خواب میں دیکھا تو کبھی یہ تصور کیا کہ وہ دوسری دنیا سے اُسے دیکھنے آئے ہیں اور کبھی یہ خیال کیا کہ ان کی روحیں بے چین ہیں اور امداد کی خواہاں ہیں۔ بعض اوقات اسے اس بات کا

بھی خوف ہوا کہ ایسا نہ ہو مجھے پکڑ کر اپنے ساتھ دوسری دنیا میں لے جائیں

دوسری دنیا کے تصور کے ساتھ ساتھ جب تقسیم کار ہوئی تو قبیلہ کا سردار قبیلہ کی معاشری زندگی کی دیکھ بھال کرنے لگا اور دوسری دنیا کے معاملات پروہتوں یا پجاریوں نے اپنے ذمہ لے لئے۔ خوابوں کا تعلق چونکہ دوسری دنیا سے تھا اس لئے پروہتوں نے ان کی تعبیریں بتانا شروع کیں۔ اس کے بعد چونکہ یہ پروہت انسان اور دیوتاؤں یا خالق اور مخلوق کے درمیان ایک واسطہ بن گئے اس لئے "سادہ دل بندوں" نے ان ہی پروہتوں اور پجاریوں کو اپنے خواب سنائے اور تعبیریں لینے اور ان کے احکام کے مطابق عمل کرنے لگے۔

چونکہ خوابوں میں آنے والے دوست بھی ہوتے تھے اور دشمن بھی، اچھے بھی ہوتے تھے، برے بھی اس لئے ان خوابوں کے متعلق یہ تصور پیدا ہوا کہ بعض خواب رحمانی ہوتے ہیں اور بعض شیطانی۔ بعض سے فائدہ پہنچتا ہے اور بعض سے نقصان۔ ساتھ ہی ان پروہتوں نے چونکہ لوگوں کو اپنے فائدہ کے لئے یہ بھی بتایا کہ نذرونیاز اور قربانیوں کے ذریعہ آنے والی مصیبتوں سے بچا جا سکتا ہے، اس لئے نذرونیاز کا سلسلہ شروع ہوا

پرانی دنیا میں، مصر، چین، ہندوستان اور مغربی ایشیا کے ممالک قدیم تہذیب کے گہوارے رہے ہیں اس لئے خوابوں کی تشریح و تعبیر کی ابتدا بھی ان ہی علاقوں میں ہوئی اور خوابوں کو بھی ان دیکھی اور ان سمجھی قوتوں

سے متعلق کر دیا گیا چنانچہ آج بھی اگر آپ گھر کی بڑی بوڑھیوں سے سوال کریں کہ بچہ نیند میں کیوں مسکراتا ہے؟ تو یہی جواب ملے گا کہ "فرشتے کھلاتے ہیں یا وہ فرشتوں کو مسکراتے دیکھتا ہے تو خود بھی مسکرانے لگتا ہے۔"

یہ تصور وہی ابتدائی دور کے انسان کا تصور ہے جس نے اپنے عزیزوں اور بزرگوں کو خواب میں دیکھا تو سوچا کہ انھیں ہمارے معاملات میں دلچسپی ہے اور ہماری زندگی کو بگاڑ اور بنا سکتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی مرضی سے دنیا میں آتے ہیں اور جس طرح انھیں مختلف اشیاء کی دنیا میں ضرورت ہوتی تھی اسی طرح اب بھی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ اسی سبب سے پرانے زمانہ میں مردہ کے ساتھ اس کی تمام پسندیدہ اشیاء حتیٰ کہ بیویاں اور لونڈی غلام بھی دفن کر دیئے جاتے تھے تاکہ مرنے والے کو اس دنیا میں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو اور چونکہ روحوں کے بارے میں یہ تصور کر لیا گیا تھا کہ وہ زندوں کی زندگی پر اثر ڈال سکتی ہیں اس لئے روحوں کی باقاعدہ پرستش ہونے لگی، کبھی بت بنا کر اور کبھی بغیر بت بنائے ہوئے۔ انھیں خوش کرنے کے لئے نذر و نیاز اور قربانیاں دی جانے لگیں۔ چنانچہ یہی پرستش آج بھی مختلف شکلوں میں افریقہ اور ایشیا کی وحشی اقوام کے علاوہ بعض مہذب اور تعلیم یافتہ لوگوں میں قدرے بدلی ہوئی شکلوں میں موجود ہے اور یہ لوگ مختلف قسم کے کھانے خصوصًا ایسے جنھیں مرے ہوئے اعزہ اپنی زندگی میں پسند کرتے

تھے، سامنے رکھکر دعائیں پڑھتے اور یہ سوچتے ہیں کہ اگران کھانوں پران کے نام لئے جائیں تو کسی نہ کسی مادی یا غیر مادی شکل میں ان روحوں کو ثواب یا بدلہ پہنچ جائے گا۔

قدیم زمانے سے متعلق یوں تو ہر قوم کے دیو مالائی روپ میں، خوابوں سے متعلق تحریریں اور تعبیریں ملتی ہیں لیکن سب سے زیادہ مشہور بابل کے مشہور حکمران بخت نصر کے خواب اوران کی تعبیریں ان کتابوں میں ہیں جو آشور بانی پل کے کتب خانہ واقع نینوا میں تھیں۔ بعد میں یہی خزانہ مشہور یونانی مصنف آرٹی می ڈورس کی پانچ کتابوں کا ماخذ بنا جس سے ابتدائی دور کے عربی مصنفین نے استفادہ کیا اور اس طرح خوابوں کا یہ قدیم خزانہ عربی میں منتقل ہوا جس کے بارے میں فرائڈ کہتا ہے۔ کہ

"نہایت لغو اور علم و تحقیق سے معرا چیزیں ہیں"

لیکن عربی زبان میں صرف یہی خرافات ہی نہیں بلکہ مختلف زمانوں میں اور بھی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ یہ خوابوں کے مجموعے بھی ہیں اوران کی تعبیریں بھی۔ ان میں ابن خلدون اور ابن حزم کی وضاحتیں بھی ہیں جنھیں دیکھکر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مشرقی مفکر کئی سو سال پہلے اس مقام پر پہنچ گئے تھے جہاں مغربی مفکر انیسویں صدی میں پہنچ سکے۔

اس سلسلہ میں ابن خلدون نے ایک بڑی دلچسپ بات کہی ہے۔ اس

کا بیان ہے کہ بعض اہل ریاضت کسی خاص مقصد کے لئے خواب دیکھتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ شب کو سوتے وقت تمام امور سے فارغ ہو کر پوری توجہ سے مفصلہ ذیل عجمی الفاظ (منتر) دہراتے ہیں۔

تماغسی بعد ان لیسوا دوذ فنا غادس

اس کے بعد اپنی حاجت بیان کرتے ہیں۔ پھر جو کچھ سوال کیا جاتا ہے، اس کا کشف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ " ایک شخص نے چند راتوں میں اپنی غذا میں احتیاط برتنے کے بعد کلمات بالا دہرائے، تو ایک شخص ظاہر ہوا۔ اس آدمی نے اس سے سوال کیا تو اس نے اس کی جو کچھ خواہش تھی، اس کی خبر دی۔ خود ابن خلدون کہتے ہیں کہ "میں نے بھی ان اسماء کے ورد سے بعض عجیب و غریب نظارے دیکھے اور مجھے ان کے ذریعہ آنے والے حالات سے جن کے متعلق میں واقفیت حاصل کرنا چاہتا تھا، اطلاع ملی[1]۔

پیچیدہ خوابوں کے بارے میں ابن خلدون کہتے ہیں کہ

"نفس ناطقہ آنے والی باتوں کا علم حاصل کر کے اپنی قوت ادراک سے کام لیتا ہے۔ کبھی یہ علم کمزور اور دھندلا ہوتا ہے۔ یعنی خیالی تمثیل اور محاکات کی آمیزش کی وجہ سے زیادہ صاف نہیں ہوتا اور ایسی صورت میں تعبیر کی حاجت ہوتی ہے۔ بعض

---

[1] خواب کی دنیا :- از عبد الماک آروی صفحات ۱۶۲ و ۱۸۰ - ۱۸۱

اوقات یہ علم قوی ہوتا ہے محرکات کی بندشوں سے آزاد ہوتا ہے اور اس صورت میں تعبیر کی ضرورت نہیں پڑتی "۔

لیکن ابن حزم نے خواب کے مسئلہ پر جس طرح بحث کی ہے وہ جدید تصورات سے بہت زیادہ قریب ہے چنانچہ ابن حزم کہتے ہیں کہ پہلی قسم کے خواب میں جو چیز نظر آتی ہے وہ "پریشان اور گڈ مڈ" ہوتی ہے۔ اس میں نظم و ترتیب نہیں ہوتی۔

دوسری قسم کا خواب یہ ہے کہ انسان کا بیداری میں جو مشغلہ رہتا ہے اس کو وہ نیند میں دیکھتا ہے مثلاً دشمن کا ڈر، دوست کی ملاقات یا خوف سے نجات وغیرہ۔

ابن حزم کا یہ تصور فرائڈ کے اس خیال سے مل جاتا ہے کہ خواب تکمیل آرزو کا دوسرا نام ہے۔ اس نظریہ کی توثیق ڈاکٹر ایبر کرامبی کے اصول سے بھی ہوتی ہے۔ تیسری قسم کے خواب وہ ہیں جو "غلبۂ طبیعت" کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ابن حزم نے چند ایسی باتوں پر بھی روشنی ڈالی ہے جن کے بارے میں برگساں فرائڈ اور ایبر کرامبی وغیرہ نے بھی کچھ نہیں کہا۔ چنانچہ ابن حزم کہتے ہیں کہ

"بعض خواب وہ ہیں جو طبیعت کے غلبہ کا نتیجہ ہیں مثلاً اس شخص کے خواب جس کے بدن میں خون کی زیادتی ہوتی ہے

اسے خواب میں روشنی، چمک، سرخی اور خوشی کا سماں نظر آتا ہے۔ جس میں صفرہ کا غلبہ ہوتا ہے اس کو آگ نظر آتی ہے۔ بلغم کی زیادتی والے کو برف اور پانی نظر آتا ہے اور جس شخص کی طبیعت میں سودا غالب ہوتا ہے اسے غار ظلم اور خوف کے مناظر دکھائی دیتے ہیں[1]

ابن حزم چوتھی قسم کے خواب ان خوابوں کو بتاتے ہیں جو صفائے باطن اور پاکیزگی نفس کے بعد ظاہر ہوتے ہیں۔ جب انسان کا نفس افکار فاسدہ سے پاک اور کدورت سے منزہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اسے مغیبات سے مشرف کرتا ہے گویا ایسے خوابوں میں انسان کو غیب کا علم ہو جاتا ہے لیکن انسان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ابتدائے آفرینش سے ترقی کرتا رہا ہے۔ وہ آگے بڑھتا رہا ہے اور بڑھتا رہے گا چنانچہ آج اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے لوگ زندہ ہو جائیں اور نئی ایجادوں میں سے ایک معمولی ایجاد مثلاً برقی مشعل (ٹارچ) کی روشنی اچانک اُن کے چہرے پر ڈالی جائے تو گھبرا کر سجدے میں گر پڑیں گے۔ غرض کہ جس طرح علم کی روشنی نے توہمات کی بہت سی تاریکیوں کو پیچھے دھکیل دیا ہے اسی طرح انسان نے خوابوں کے بارے میں سوچا اور نتائج کا استخراج

---

[1] خواب کی دنیا صفحہ ۱۸۶۔

کیا ہے۔

یوں تو قدیم زمانے میں بھی خواب کے موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی گئی تھیں۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ گزشتہ صدی میں جرمن مفکرین نے اس طرف خاص توجہ دی۔ان کے اور دوسرے مفسرین کے نظریہ کے مطابق خواب دماغ کی لاشعوری گہرائیوں کے پیغامات کی شکلوں کا نام ہے[2]۔ان محققین میں اب تک سگمنڈ فرائڈ کا نام سرفہرست ہے۔جس نے سب سے پہلے اور شاید سب سے زیادہ اس موضوع پر علمی اعتبار سے غور وخوض کیا اور نتائج نکالے جس کے بعد نفسیات خواب کے بارے میں موافق اور مخالف استدلال کا ایک سیلاب سا آگیا۔

فرائڈ کی تحریروں کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کے خواب انسان کے دماغی اور نفسی رجحانات کا آئینہ ہوتے ہیں۔ان کا تعلق نہ تو الہامات سے ہوتا ہے اور نہ غیب سے۔یعنی ان کا مابعد الطبیعات سے کوئی تعلق نہیں بلکہ خود انسان کی جسمانی اور ذہنی کیفیات مختلف اقسام کے خوابوں کا باعث ہوتی ہیں۔اس کے نزدیک خواب "تکمیل آرزو" کا نام ہے اور پیچیدہ خواب کسی دبی ہوئی آرزو کی چھپی ہوئی تکمیل ہوتے ہیں ورنہ میں خون شدہ جذبات کی تکمیل نظر آتی ہے۔

---

[2] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا صفحہ ۵۹۱

گذشتہ سو سال میں سائنس کی ترقی کے ساتھ ساتھ جوں جوں نفسیات یا انسانی دماغ کے بارے میں تحقیقات کی گئی، دھند کے پردے اٹھتے گئے اور آج مشکل ہی سے کوئی سوچنے سمجھنے اور عقل سے کام لینے والے لوگ ہوں گے جنھیں اس امر میں کوئی شبہ ہو کہ خواب دراصل خواب دیکھنے والے کے دماغ ہی کی پیداوار ہوتے ہیں اور چونکہ انسان اب دیومالائی تصورات سے برگشتہ ہو چکا ہے اس لئے اس نے خوابوں کے بارے میں بھی سوچا کہ خوابوں کی اہمیت انسانی زندگی میں کیا ہے اور خوابوں کے مطالب کیونکر بیان کئے جا سکتے ہیں۔ اس نے ان کی حیثیت کسی غیر زبان کے مانند پائی جسے سیکھنے کے لئے ایک کنجی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے اس نے یہ کنجی تلاش کرنے کی کوشش کی اور کسی حد تک خواب کی زبان کو حل کرنے میں کامیابی حاصل کر لی۔

پرانے زمانے کے لوگوں کا خیال یہ تھا کہ خوابی زندگی کی بنیاد انسان کے ذہنی فعل کی ایک عجیب و غریب کیفیت ہے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ کیفیت روحانی بلندیوں کی طرف لے جاتی ہے۔ لیکن ان لوگوں کے برخلاف طبی مصنفین کی اکثریت کا فیصلہ ہے کہ خوابوں کا باعث حیاتی رجحانات ہیں جو یا تو سونے والے پر باہر سے اثر ڈالتے ہیں یا اندرونی اعضا میں عمل پیرا ہو جاتے ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ جو کچھ خواب میں دیکھا جاتا ہے اس کا تعلق مستقبل سے

نہیں ہوتا اور ان میں ایسے معنی پوشیدہ ہوتے ہیں جن کی تعبیر اور تشریح نہایت مشکل اور پیچیدہ ہوتی ہے۔ لیکن مشرق ہی نہیں مغرب میں بھی ایسی بہت سی کتابیں ملتی ہیں جن میں خوابوں کی تشریح و تعبیر کے مضحکہ خیز طریقے بتائے گئے ہیں مثلاً خواب کا جس قدر بھی حصہ یاد ہو اُس کے ٹکڑے کر کے اس کی تشریح و تعبیر مقررہ کنجی کے مطابق کی جاتی ہے یا پورے خواب کو کسی ایسے خواب کے مقابلہ میں رکھا جاتا ہے جس کے ساتھ کوئی رمزی تعلق نظر آتا ہے۔ اہل علم ایسے خواب ناموں اور ایسی تشریح و توضیح کو ایام جاہلیت کی بھونڈی یادگاریں تصور کرتے اور اس قسم کی خرافات کو سُن کر اس طرح مسکرا دیتے ہیں جس طرح قسمت کا حال پوچھنے والے انسانوں اور قسمت کا حال بتانے والے پرندوں پر۔

ان کے نزدیک اس قسم کی تشریحیں اور تعبیریں صرف سیدھے سادے جاہلوں کو مطمئن کر سکتی ہیں اور کوئی صاحب علم انھیں خرافات سے زیادہ وقعت نہیں دے سکتا۔ لیکن انہی خوابوں کو ماہرین نے تحلیل نفسی کے سلسلہ میں بہت بلند مقام دیا ہے اور اکثر ایسے حالات رونما ہو جاتے ہیں جب کہ مریضوں کے خوابوں سے استفادہ کیے بغیر محلل نفس ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا سکتا۔[1]

---

[1] تحلیل نفسی از حزب اللہ صفحات ۱۴۳ تا ۱۴۴

لیکن خوابوں پر انسان کی صحت، بیماری اور غذا وغیرہ کا بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی کمرہ بند ہو اور تازہ ہوا نہ آتی ہو یا کوئی شخص سینہ پر ہاتھ رکھکر سو جائے تو اسے بھیانک اور ڈراؤنے خواب نظر آتے ہیں۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ جاگ اٹھو اور سیدھی طرح لیٹ کر آرام کرو۔

اسی طرح غذا کا اثر بھی انسان کی نیند اور اُس کے خوابوں پر پڑتا ہے چنانچہ فرائڈ نے لکھا ہے کہ اگر میں رات کے وقت چھوٹی چھوٹی مچھلیاں دیر کلیاں، زیتون یا دوسری تیز نمک والی چیزیں کھالوں، تو رات کے وقت مجھ پر تشنگی کا غلبہ ہوتا ہے اور میں جاگ اٹھتا ہوں 'بیداری سے پہلے ہمیشہ ایک خواب دیکھا کرتا ہوں جس میں ہمیشہ یہی واقعہ پایا جاتا ہے کہ میں پانی پی رہا ہوں پانی ایسا شیریں معلوم ہوتا ہے جیسے تشنگی کے باعث حلق سوکھ جائے اور سرد پانی پینے کو مل جائے۔ خواب دیکھنے کے بعد میں بیدار ہو جاتا ہوں۔ چنانچہ اسی احساس کے تحت پانی پینے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور خواب کے اندر میں اپنے اقتضائے فطری کی تکمیل پاتا ہوں[ل]۔

اس سے پہلے کہا جا چکا ہے کہ ہر شخص کے خواب زندگی کے ہر دور اور حالات میں مختلف ہوتے اور ان پر غذا صحت اور ماحول کے اثرات پڑتے ہیں۔ ساتھ ہی انسان کے ماحول اور اس کی علمی اور عملی زندگی کا بھی

[ل] خواب کی دنیا از عبدالمالک آروی ص۳۵

اس کے خوابوں پر اثر پڑتا ہے۔ اسی طرح مختلف لوگوں کے خوابوں میں رموز اور علائم بھی مختلف ہوتے ہیں۔ ان خوابوں کو مختلف قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ لیکن تقریباً ہر خواب کا تعلق گذرے ہوئے زمانے سے ہوتا ہے۔ خوفناک خوابوں کی بنیاد ان واقعات پر مبنی ہوتی ہے جب خواب دیکھنے والے کو جان کا خطرہ تھا۔ اس لئے ایسے خواب عموماً ان سپاہیوں کو نظر آتے ہیں جو کبھی میدان جنگ میں رہے اور انھیں ہر وقت گولیوں اور بموں سے مارے جانے کا اندیشہ تھا[1]

لیکن چند خواب ایسے بھی ہوتے ہیں جنھیں خیال رسان (ٹیلی پیتھک) خواب کہا جاسکتا ہے۔ اس قسم کے خوابوں میں قریبی دوست اور عزیز جس حالت میں ہوں نظر آجاتے ہیں۔ ایسے خواب شاذ و نادر ہیں باقی سماجی ناہمواریوں کے باعث ناآسودہ خواہشات اور دبی یا دبائی ہوئی آرزوؤں پر مبنی ہوتے ہیں۔

مغربی ماہرین خوابیات کا نظریہ یہ ہے کہ انسان جو کچھ دیکھتا، سوچتا سنتا اور محسوس کرتا ہے اس میں سے بظاہر بہت سا حصہ بھول جاتا ہے۔ لیکن اس کا لاشعور کسی بات کو نہیں بھولتا، اور ان تمام واقعات و تاثرات کو اپنے انتہائی پوشیدہ گوشوں میں محفوظ رکھتا ہے۔ یہ خواہشات خوابوں

---

[1] تحلیل نفسی از حزب اللہ صفحہ ۴۴

میں بدلی ہوئی شکلوں میں ظاہر ہوتی ہیں لیکن انسان کے لاشعور میں ایک محتسب بھی ہوتا ہے جو ان خواہشات کو من وعن سامنے آنے سے روکتا اور بدلی ہوئی شکلوں میں پیش کرتا ہے۔ تاکہ نیند قائم رہے چونکہ واقعات اپنی شکلیں بدل لیتے ہیں اور ناآسودہ خواہشات روپ بدل بدل کر سامنے آتی ہیں۔ اس لئے ہم ان خوابوں کو دیکھکر حیران ہوتے ہیں لیکن اس طرح خواب دیکھتے ہوئے ہم گذرے ہوئے واقعات پر غور بھی کر لیتے ہیں اور آرام سے سو بھی لیتے ہیں۔

اگر خواب میں واقعات بدلے ہوئے اور ڈھکی چھپی شکل میں نظر نہ آئیں تو نیند میں خلل پڑے گا اور سونے والا جاگ اٹھے گا۔ دوسرے بعض "گندے" خوابوں کو دیکھکر اپنے آپ سے نفرت کرنے لگے گا کیونکہ ایسی حالت میں اسے خواب میں جو واقعات نظر آئیں گے انھیں اس کا سماج نفرت سے دیکھتا ہے۔ اگر اس سے وہی افعال عام زندگی میں سرزد ہو جائیں اور لوگوں کی نظر سے گذریں تو اس کے لئے خودکشی کے سوا کوئی اور چارہ نہ ہوگا۔

فرائڈ نے تمام خوابوں کی بنیاد جنس پر رکھی ہے۔ اس نے جنسیت کو حسب ذیل مختلف دوروں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ ابتدائی جنسی ہیجانات جن کے متعلق اس کا خیال ہے کہ جنسی قوت

کا ارتقاء چار سال کی عمر سے شروع ہو جاتا ہے۔

۲۔ چار سال سے گیارہ سال تک جنسی ترقی بہمیت کی طرف مائل ہوتی ہے لیکن سماجی روایات اور اخلاقی قوانین ان پر پردہ ڈال دیتے ہیں

۳۔ گیارہ سال کی عمر سے جنسی مقصد زیادہ نمایاں ہو جاتا ہے۔

۴۔ دور بلوغت میں جنسی مقصد نہایت واضح طور پر نمایاں ہو جاتا ہے لیکن خوابی اعتبار سے تیسرا اور چوتھا دور ایک دوسرے میں گھل مل جاتے ہیں۔

پہلے دور میں خوابوں پر کسی قسم کا حجاب نہیں ہوتا۔ چنانچہ بچے کھلم کھلا اپنے خوابوں میں اپنی ناآسودہ خواہشات ظاہر کرتے ہیں ان میں کسی قسم کا تصنع نہیں ہوتا۔

دوسرے دور کے خوابوں میں گاہے گاہے پہلے دور کے خوابوں کا پرتو ملتا ہے۔ لیکن زندگی میں اس کی سماجی قدریں داخل ہو جاتی ہیں اور آسودہ جنسی خواہشیں ہل چل مچاتی ہوئی خوابوں میں داخل ہو جاتی ہیں لیکن فرد کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ان کا اصل مطلب کیا ہے۔ کیونکہ محتسب ان پر پردے ڈال دیتا ہے تاکہ ناخوش گواریاں نیند میں خلل انداز نہ ہوں۔

تیسرے دور کے خواب الجھے ہوئے اور پیچیدہ ہوتے ہیں۔ عمر کے

ساتھ چونکہ سماجی شعور بڑھ جاتا ہے اس لئے دبی ہوئی بھی خواہشات لاشعور میں پناہ لیتی ہیں۔ نیند کی حالت میں لاشعور کے دروازے کھلتے ہیں لیکن جنسی مقاصد اور ناآسودہ خواہشات کی شکلیں بدلی ہوئی ہوتی ہیں۔ چنانچہ جس قدر زیادہ دباؤ ہوتا ہے اسی قدر خواب بھی ڈھکے چھپے ہوتے ہیں مثلاً ماں کی جگہ ملکہ نظر آتی ہے[۱]۔

فرائڈ کے نزدیک اس تیسری قسم کے خوابوں کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ چنانچہ اس کے ان ہی نظریات کی بنا پر علمی دنیا میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اس ہنگامہ میں اس کے ایک شاگرد ژنگ نے ابتدا میں تو بڑی جرأت سے اس کا ساتھ دیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد شاگرد اور اُستاد کی راہیں الگ ہو گئیں۔ اسی طرح ایک اور ماہر نفسیات اَیڈلر نے بھی اپنی راہ الگ اختیار کی۔ فرائڈ نے کہا تھا کہ خواب کے واقعات اور مظاہر گذرے ہوئے واقعات کا نتیجہ ہوتے ہیں اور خواب میں نظر آنے والی چیزیں لاشعور کے کسی گوشے میں چھپی رہتی ہیں۔ چنانچہ کوئی شے ایسی نہیں ہوتی جس کا تعلق خواب دیکھنے والے کے ماضی سے نہ ہو۔

اس طرح اس کے خیال میں خوابوں کی بنیاد ان خواہشوں اور آرزوں

---

[۱] تحلیل نفسی از حزب اللہ صفحہ ۲۰۲

پر ہوتی ہے جو لاشعور کی تاریکیوں میں "تشکیل دی گئی ہیں اور خوابوں کے ذریعہ لاشعور میں دبی ہوئی خواہشات کی تکمیل ہوتی ہے" [۱] لیکن ینگ کے خیال میں نفس کا ہر کام کسی خاص طرف اشارہ کرتا ہے اور اس کے ہر پہلو میں کوئی مقصد ضرور پوشیدہ ہوتا ہے، چنانچہ اس کا قول ہے کہ خواب محض گذرے ہوئے واقعات اور ذہنی خواہشات ہی کو نہیں پیش کرتے بلکہ نفس اور ضمیر کو مدد بھی پہنچاتے ہیں اور طفلانہ بہیمی خواہشات کے خلاف لڑنے جھگڑنے اور خاک وخون میں لتھڑی ہوئی شاہراہوں میں فتح مندانہ طور سے گذرنے میں ہر ممکن مدد پہنچاتے ہیں۔ اس طرح وہ ایک اعتبار سے شمع ہدایت ہوتے ہیں جو اندھیرے میں راستہ دکھاتی ہے

ینگ کا عقیدہ ہے کہ خواب میں اکثر مستقبل میں پیش آنے والی چیزیں دکھائی دیتی ہیں یعنی انسان مستقبل میں اپنی خوش قسمتی اور سیہ بختی کو دیکھ لیتا ہے اور اگر وہ خواب کو اچھی طرح سمجھ لے تو اس کی زندگی بڑی حد تک سنور سکتی ہے۔ اس طرح فرائڈ کے نزدیک خواب کی علامتیں روزمرہ کی زندگی سے آتی ہیں لیکن ینگ انھیں پرانے زمانہ کے تصورات سمجھتا اور دیو مالائی علائم ورموز کا سہارا لیتا ہے۔

---

[۱] تحلیل نفسی از حزب اللہ صفحہ ۳۸۳

اگرچہ علمی دنیااور خصوصًا جرمنی میں ان نظریات پر بہت کچھ بحثیں ہوتی ہیں لیکن سب سے زیادہ مقبولیت فرائڈ کے نظریات کو حاصل ہوئی جس نے خوابوں کو انسان کی زندگی سے متعلق کرکے مختلف علامتوں کو متعین کیا چنانچہ اس کے نزدیک خواب میں نظر آنے والے درخت، مینار، چھڑی۔ ستون اور تمام طویل اور نوک دار چیزیں مردانہ عضو تناسل کی نمائندگی کرتی ہیں اور گڑھوں، بوتلوں، الماریوں، ڈبوں، اور جیبوں وغیرہ سے نسوانی عضو جنسی کی نمائندگی ہوتی ہے۔

لیکن فرائڈ کی تحریروں کو حرف آخر نہیں سمجھا جا سکتا اگرچہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انسان کی زندگی میں جنسی خواہشات کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے لیکن ہر خواب جنسی خواہشات اور ہیجانات پر مبنی نہیں ہوتا کیونکہ اس کے خلاف ایسی مثالیں بھی موجود ہیں جن کی توجیہ کوئی ماہر خوابیات نہیں کر سکا۔ چنانچہ فن کاروں، سائنس دانوں اور موجدوں کی ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جنھوں نے خواب میں نظمیں لکھیں، موسیقی کی دُھنیں بنائیں، تصویریں بنائیں، حساب کے مسائل حل کیے اور چیزیں ایجاد کیں۔ مثال کے طور پر انگریزی کے مشہور شاعر کولرج کا واقعہ ہے جس نے "قُبلائی خاں" کا ایک بڑا حصہ خواب میں نظم کیا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ وہ کرسی پر بیٹھے بیٹھے سو گیا تھا اور اسی طرح تین گھنٹے

تک سوتا رہا۔ اس عرصہ میں اس نے خواب میں کوئی دو تین سو مصرعہ کہے اور جاگنے پر لکھنے بیٹھ گیا اور اتنا حصہ لکھ لیا۔ جو شایع ہوا ہے۔ اسی اثنا، میں کچھ مداخلت ہوئی اور باقی مصرعے بھول گیا۔[1]

اس سلسلہ میں ایک اور دلچسپ بات یہ ہے کہ خواب میں واقعات حیرت انگیز تیزی سے گذرتے ہیں اور ایک ایک لمحہ میں ساری زندگی بیت جاتی ہے۔ چنانچہ ایک بار ایک شخص کے چہرے پر چند بوند پانی چھڑکا گیا تو اسے ایک ایسا خواب نظر آیا جس میں اس کی ساری زندگی کے واقعات نظر کے سامنے سے گذر گئے۔ خواب کا خاتمہ نہر سے نکلنے کی کوشش میں ہوا جس میں خواب دیکھنے والا عالم خواب میں گر پڑا تھا۔ لیکن یہ ساری کارروائی صرف دو سکنڈ کے اندر ہوئی کیونکہ اسے فوراً ہی پانی ڈال کر جگا دیا گیا تھا۔

خوابوں کے متعلق عام تصور یہ ہے کہ وہ بہت جلد فراموش ہو جاتے ہیں۔ صرف انوکھے اور عجیب و غریب خواب ہی یاد رہتے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں اس کا بہت کچھ انحصار خود انسان کی قوت حافظہ پر ہے اور اس کے ساتھ ہی خوابوں سے دلچسپی پر بھی چنانچہ اگر کوئی شخص اپنے خوابوں سے دلچسپی لے اور جاگنے کے بعد انھیں دہرا لے تو آسانی سے یاد رکھے گا۔ چنانچہ

---

[1] انسائیکلوپیڈیا امریکہ جلد ۹ صفحہ ۳۷

بخت نصر اور ٹیپو سلطان کے خواب اس امر کا ثبوت ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلطان کو کسی سبب سے اپنے خوابوں سے دلچسپی ہو گئی تھی اس لئے انھیں یاد رکھ کر تحریری شکل میں محفوظ کر لیتا تھا چنانچہ یہ خواب آپ کے سامنے موجود ہیں جن کی تشریح ماہر خوابیات اپنے اپنے علم اور معلومات کے مطابق کر سکتے ہیں۔

اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دنیا کی ہر شے قانون ارتقاء کی پابند ہے۔ نظریئے ٹوٹتے اور بنتے رہتے ہیں اور نئے نظریئے پرانے نظریوں کی جگہ لے لیتے ہیں جس طرح نئے انسان پرانے انسانوں کی قائم مقامی کرتے ہیں۔ انسانی دماغ روز بروز ترقی کر رہا ہے۔ اس سے نکلنے والی روشنی کی نئی نئی شعاعیں جہالت اور ناواقفیت کی دھند کو دور کر رہی ہیں مشرق نے قدیم زمانے میں، جب علم کا پلڑا اس کی طرف جھکا ہوا تھا۔ مختلف موضوعات پر تحقیقات کر کے علم کی روشنی پھیلائی تھی۔ مرور زمانہ اور غلامی کے باعث ان تحقیقات پر جہالت کی تہیں جم گئی تھیں۔ لیکن اب ان تہوں کو اٹھا یا جا رہا ہے اور علم کے نرمل جل سے دھو کر انھیں صاف کیا جا رہا ہے چنانچہ خوابوں سے متعلق کئی ایسے مسائل جو فرائڈ اور دوسرے علمائے خواب کی سمجھ میں نہیں آئے، قدماء کی کتابوں میں موجود ہیں اور انھوں نے ان پر اپنے طریقہ سے

روشنی ڈالی ہے۔ اگرچہ ان لوگوں کی توجیہات اور تشریحات سب کی سب درست نہیں۔ لیکن تلاش اور تحقیق کا سلسلہ جاری رہا تو اس امر کی توقع ہے کہ اس ملبہ سے انمول جواہر نکلیں گے اور اس طرح خوابی نفسیات کے کئی گوشے بے نقاب ہو جائیں گے۔

اس موقعہ پر چند خواب اور ان کی توضیحات پیش کی جا رہی ہیں جن سے ان خوابوں کے مذہبی حصہ پر بھی روشنی پڑ سکتی ہے۔

ایک مذہبی خواب

"ک نے خواب میں دیکھا کہ میں ل نامی گاؤں میں اس کی مسجد کے نزدیک باہر کھڑا ہوں۔ ایک کثیر جماعت مسجد سے سڑک پر آ رہی ہے۔ گویا کسی بزرگ کی مشایعت میں یہ مجمع مسجد سے گاؤں کے اندر جانے والی سڑک پر جا رہا ہے۔ اس میں میرے بعض شناسا بھی ہیں۔ مجھے دھندلا سا خیال آتا ہے کہ یہ مجمع حضرت سرور کائنات کے ساتھ جا رہا تھا مگر میں نے آپ کی صورت نہیں دیکھی۔ مجمع گذر جانے کے بعد میں مسجد کے اندر داخل ہوا۔ رواق کے اندر "س" سے ملاقات ہوئی جن کے رخسار پر آنسو کے قطرے ٹپکے ہوئے تھے اور گریہ وزاری کی علامت تھی۔ میں نے پوچھا تو انہوں نے نہایت رقت انگیز لہجہ میں جواب دیا " دنیا بیچا نہیں

چھوڑتی"۔

اس کے بعد میں تنہا آگے بڑھا۔ زمین سے صحن مسجد بہت مرتفع ہے اور مسجد کے ہر دو جانب سائبان ہیں اور چند محرابیں۔ ساری مسجد میں ایک سماں معلوم ہو رہا ہے گویا ابھی میلہ ختم ہوا ہے۔ مسجد کے بائیں جانب ایک چبوترہ پر حجرہ بنا ہوا ہے۔ حجرہ کے اندر جانے کے لئے سیڑھیاں ہیں۔ میں اندر داخل ہوا حجرہ کے اندر دیوار کی الماری کے بالائی حصہ میں چند کتابیں رکھی ہیں۔ زمین پر مخمل کا فرش بچھا ہوا ہے اور ایک گاؤ تکیہ لگا ہے دو تین آدمی جو میری طرح اس حجرہ کے مالک سے ملنے آئے ہیں مجھ سے کہتے ہیں کہ آپ اس فرش پر تشریف رکھیں۔ میں نہایت نیازمندانہ عذر کرتے ہوئے ان میں سے ایک صاحب سے گدی پر بیٹھنے کو کہہ رہا ہوں۔ آخر کار وہ جگہ خالی رہی اور کوئی نہیں بیٹھا۔ حجرہ نشین کا کسی قدر انتظار کر کے میں نیچے چلا آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حجرہ کی مشرقی سمت میں جانے لگا۔ دیکھا کہ ایک آدمی سر تا پا چادر تانے ہوئے ایک چارپائی پر آرام کر رہا ہے۔ مشرقی سمت سے حجرہ کے اندر داخل ہونے کے لئے سیڑھیاں نہیں بنی تھیں۔ حجرہ سطح زمین سے مرتفع تھا۔ میں حیص بیص میں تھا کہ کیونکر حجرہ تک پہنچوں' اس حصہ میں نہ تو حجرہ کی دیوار تھی نہ دروازہ، بلکہ لکڑی کا ایک جال بنا ہوا تھا۔ کسی نے کہا کہ بس اتنا ہی حوصلہ ہے۔

یکایک میری نظر دائیں جانب ایک تار پر پڑی جو حجرے کی جالی سے ملحق تھا۔ اسی تار کو پکڑ کر میں رسن باز کی طرح لٹکتا ہوا جالی تک پہنچا۔ ایک بزرگ دیوار کا تکیہ لگا تے جالی سے بیٹھے تھے۔ آپ نے ڈاڑھی مہندی سے رنگی ہوئی تھی اور زیادہ لانبی نہ تھی۔ گورے چٹے نہ زیادہ موٹے نہ دبلے۔ متوسط قامت کے انسان تھے مگر ہڈیاں چوڑی تھیں سینہ فراخ تھا۔ میں نے عقیدت مندانہ اپنا ہاتھ جالی کے اندر بڑھایا۔ آپ نے اپنا دست راست بڑھایا۔ میں نے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا۔ آپ کی زبان مبارک سے فقط یہ کلمہ نکلا "بہ شرط اتباع سنت" اس کے بعد یاد نہیں میری نیند کھل گئی یا کسی اور خواب کا سلسلہ شروع ہوا۔"

یہ خواب جس قدر دلچسپ ہے اس قدر پُر معنی بھی ہیں۔ اسی دنیائے آب و گل کے امثال و علل سے اس کا پتہ لگانا چاہتا ہوں کہ میرے دوست "ک" نے یہ خواب کیوں دیکھا؟

سب سے پہلے "ل" نامی لستی غور طلب ہے۔ میرے دوست کو اقرار کرنا پڑا کہ ان کی ایک عزیز ترین ہستی یہاں رہتی ہے اور اس پر بہ زعم خود کسی زمانہ میں وہ مفتوں تھے اور اب بھی اپنی "حدیث درد" سنایا کرتے ہیں جو میرے خیال میں ان کی سادہ لوحی اور خرابی تصور کا نتیجہ ہے بہر حال یہ مسلم ہے کہ ان کو کبھی اپنی پاک محبت کا خبط تھا اور اب بھی اس کا

اثر ہے۔ سوال کرنے پر اُنھوں نے بتایا کہ خواب دیکھنے کے دو تین دن قبل وہ گاؤں "ہ" میں بے اختیارانہ چلے گئے تھے۔ اس قسم کی مسجد جو ہمارے دوست نے خواب میں دیکھی "ہ" میں موجود ہے۔

"د" میرے دوست کے مخلص رفیق کار ہیں۔ ان کا اخلاق پاکیزہ اور طبیعت دردمندانہ واقع ہوئی ہے۔ مذہب کا جوش اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں۔ بزرگ کی شکل و شمائل اور بیعت و عقیدت کا راز یہ تھا کہ خواب دیکھنے سے چند روز قبل انھوں نے حضرت شیخ نجم الدین کبری کی سوانح زندگی کا مطالعہ کیا تھا اور آپ کی کرامت و بزرگی، ذکر و شغل، بیعت و ارشاد سے حد درجہ متاثر ہوئے تھے۔ بزرگ کا یہ فرمانا کہ "بہ شرط اتباع سنت" کئی معنی رکھتا ہے۔ میرے دوست "ک" پہلے سنت کے بڑے پابند تھے۔ کچھ دنوں سے ان کے خیال میں کچھ افسردگی پیدا ہو گئی تھی۔ غالباً یہ اسی جدید افسردگی کا ردعمل تھا یا پھر یہ پورا فقرہ حضرت شیخ احمد النامقی الجامی کے خیال کا اعادہ ہے جس کو عرصہ ہوا میرے دوست "نفحات" میں پڑھ چکے تھے۔ خواجہ مودود چشتی نے اپنے ریعانِ شباب میں شیخ احمد النامقی سے معرکہ کارزار گرم کرنا چاہا تھا پھر خواجہ مودود چشتی نے شیخ احمد کی بزرگی اور کرامت کا اعتراف کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ نوجوان صوفی نے عرض کیا کہ میرے لئے دعاء برکت کیجئے۔ آپ نے

خواجہ کو سامنے بلایا اور ہاتھ پکڑ کر گود میں بٹھا لیا اور تین بار فرمایا" بہ شرط علم"

اس لئے، صرف خواب کو سن کر تعبیر نہیں بتائی جا سکتی بلکہ خواب دیکھنے والے سے اس کے حالات ماضیہ اور مشاغل حال کے متعلق استفسار کرنے اور عناصر ترکیبی کی تحلیل و تجزیہ کرنے کے بعد کوئی قطعی فیصلہ کیا جا سکتا ہے چنانچہ "ک" کا خواب ان کے علایق قلب و روح کی تاریخ ہے اور کس کو اس سے انکار ہو سکتا ہے کہ حضرت شیخ نجم الدین کبری کے ساتھ ان کی عقیدت مندانہ آرزو پوری نہیں ہوئی۔[1]

بعض ماہرین خواب کا بیان ہے کہ خوابوں میں بعض اوقات مستقبل کے واقعات بھی دکھائی دے جاتے ہیں چنانچہ اس قسم کے خوابوں کے سلسلہ میں علامہ ابوریحان البیرونی کا حسب ذیل خواب کافی دلچسپ ہے جسے بیرونی نے اپنی کتاب "آثار الباقیہ" میں لکھا ہے۔

"میری عمر کے اکتیسویں سال کی آخری رات تھی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں طلوع قمر کا مطالعہ کرنے کے لئے افق آسمان کی طرف دیکھ رہا ہوں جہاں اس روز اسے ظاہر ہونا چاہئے تھا۔ میں نے ایک آواز سنی "چاند کو چھوڑو۔ تم ایک سو لوئے مرتبہ اس کے بیٹے ہو"

---

[1] خواب کی دنیا از عبد المالک آروی صفحات ۵۹ تا ۶۲

بیرونی نے اس کی تعبیر یہ سمجھی کہ میں ابھی ایک سو لوٹے قمری مہینہ تک اور زندہ رہوں گا۔ میکڈانلڈ کہتا ہے کہ اس واقعہ سے اس کی مزید تائید ہوتی ہے کہ اس کی اصل زندگی اس حساب سے صرف ایک ہی مہینہ کم واقع ہوتی ہے[1]

علمائے سائنس اپنی تحقیقات کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ انسانی دماغ ترقی کر رہا ہے۔ اور لاشعور عجیب عجیب کرشمے دکھاتا رہتا ہے۔ چنانچہ ہسٹریا کے مریض بعض اوقات مذہبی کتابوں کے اجزا اور شعرا کے کلام سے مختلف زبانوں میں اشعار وغیرہ اس طرح سناتے ہیں جس کی ان سے توقع نہیں کی جاسکتی اور لوگ انھیں جنوں اور مختلف اقسام کی روحوں کے کرشمے سمجھتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں چنانچہ مختلف ڈاکٹروں نے اپنی تحقیقات کے ذریعہ اس کے اسباب بتائے ہیں چنانچہ کولرج کا بیان ہے کہ ایک بے علم لڑکی جو خادمہ تھی بخار کی حالت میں اطالوی، یونانی اور عبرانی زبانوں میں دینیات کی مختلف کتابوں کے اجزاء دہرایا کرتی تھی جن کتابوں کے یہ اجزاء تھے ان سے مقابلہ کیا گیا تو پتہ چلا کہ خادمہ نے پوری صحت کے ساتھ یہ اجزاء دہرائے ہیں۔ مزید تحقیقات کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ لڑکی اس سے پہلے ایک راہب کے پاس نوکر تھی جو

---

[1] خواب کی دنیا از عبد المالک اروی صفحہ ۹۸

بہت بڑا مذہبی عالم اور مخصوص کردار کا آدمی تھا۔ اس کی عادت تھی کہ وہ گھر کے اندر ایسے مقام پر جو باورچی خانے کی طرف جاتا تھا روزانہ ٹہلتے ہوئے اپنے محبوب مصنفوں کا کلام پڑھا کرتا تھا۔ یہ کلام اس لڑکی کے ذہن میں محفوظ ہو گیا۔ چنانچہ بخار کی حالت میں جب اسے ہوش نہ رہتا تھا اس کی زبان سے یہ سنی ہوئی تحریریں اس کی زبان پر آ کر لوگوں کو حیران کر دیتی تھیں۔

اسی طرح خوابوں کے متعلق علمائے خواب اس نتیجہ پر بھی پہنچے ہیں کہ خارجی اشیاء کے ذریعہ بھی خواب دیکھے اور دکھائے جا سکتے ہیں اور سوتے ہوئے انسانوں کے کان میں اگر آہستہ آہستہ کچھ کہا جائے تو سونے والوں کو خواب دکھائی دیتے ہیں۔ عبدالمالک اروی صاحب نے اس قسم کی کئی مثالیں اپنی کتاب میں جمع کر دی ہیں جو نہایت دلچسپ بھی ہیں اور پڑھنے والوں کو سوچنے پر مجبور کرتی ہیں۔ لیکن خوابوں سے متعلق نہ مشرقی تحقیقات کو حرف آخر کہا جا سکتا ہے اور نہ مغربی تحقیقات کو۔ کیونکہ علم کے قدم ہر روز اور ہر لمحہ آگے کی طرف بڑھ رہے ہیں گذشتہ چند برسوں میں سوویت سائنس نے اتنی ترقی کی ہے کہ آج مغرب میں بھی اسے احترام کی نظر سے دیکھا جا رہا ہے۔ چنانچہ سائنس کے دوسرے شعبوں کے مانند سوویت سائنس دان خوابیات پر بھی تحقیقات کر رہے ہیں

اس تحقیقات کے نتائج مشرقی علماء کے نظریات کے مانند، فرائڈ اور اس کے ہم نوا ماہرین کے نظریات سے مختلف ہیں۔ چنانچہ پروفیسر ڈنسکی کا بیان ہے

"جب میں فرائڈ کے اور اپنے ماہرین نفسیات کے بارے میں سوچتا ہوں تو میری نظر میں کان کنوں کے دو گروہوں کی تصویر ابھرتی ہے جنھوں نے ایک ریلوے سرنگ کھودنے کا کام شروع کیا، جو ایک بڑے پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔ یعنی انسانی ذہن۔ فرائڈ نے نشیب کا رخ اختیار کیا اور لاشعور کے ملبے میں گم ہو گیا اور ہم سرنگ کھود کر روشنی تک پہنچ گئے۔ اب ہم کھلی ہوا میں سانس لیں گے اور سرنگ مکمل کریں گے۔ ہم اسے یقیناً مکمل کریں گے۔ اور آخر کار نفسیات تحت الشعور کی مملکت پر بھی قابو پائے گی اور پھر ہم صحیح طور پر انسانی دماغ کے سلسلہ ہائے عمل کو پالیں گے۔ اشعاع کے نظریے نے ہم کو اس قابل بنا دیا ہے کہ ہم اعصابی سلسلہ عمل کی نشوونما کو دیکھ سکیں چاہے وہ شعوری ہوں یا تحت الشعوری لیکن فرائڈ صرف انسان کے اندرونی منطقوں کے حالات کے متعلق قیاس آرائی کی کوشش کر رہا ہے۔ وہ سائنس یا آرٹ کی ابتدا کے متعلق قیاس آرائیاں کر رہا ہے اور ان سب کی بنیاد بعض روگی حالات

کے تجزیہ پر ہے[۱]

اس طرح ہمیں توقع رکھنی چاہیئے کہ بہت جلد نہ صرف مشرق کے قدیم محققوں کے نظریات بھی ہمارے سامنے آجائیں گے جن سے مختلف قسم کے خوابوں کی آسانی سے وضاحت ہوسکے گی **بلکہ** اسی طرح جدید ماہرین خوابیات نفس انسانی کے الجھے ہوئے مسائل اور خواب کی پیچیدگیوں کو حل کرکے انسان کو مزید بلندیوں کی طرف لے جانے میں کامیابی حاصل کریں گے یعنی انسان اپنے اور ابنائے جنس ہی نہیں شاید حیوانات کے دماغوں کو بھی کھلی ہوئی کتاب کے مانند آسانی سے بڑھ سکے گا۔

---

[۱] لیل ونہار جلد ۹ نمبر ۶

محمّدی تقویم

جسے ٹیپو سلطان نے ایجاد کیا تھا

ان خوابوں میں ٹیپو سلطان نے ہجری کے بجائے اپنی ایجاد کردہ تقویم استعمال کی ہے۔ سلطان کو ایجاد و اختراع کا بہت شوق تھا چنانچہ اکثر مصنفوں نے اس کی اس خصوصیت کا ذکر کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ۱۷۸۴ء میں معاہدہ منگلور کے بعد جب اسے انگریزوں پر ایک زبردست فتح حاصل ہوتی تھی اور انھیں بقول انگریز مصنفوں کے ایک "شرمناک معاہدہ" کرنا پڑا تھا۔ سلطان کو مختلف اہم مسائل پر توجہ کرنے کا خیال ہوا ان میں سے ایک مسئلہ ہجری تقویم میں ترمیم کا بھی تھا۔ کیونکہ انتظامی معاملات میں ہجری سن کے باعث بعض شدید پیچیدگیوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اس تقویم سے سلطان کی ذہانت نیز تنظیمی اور اسلامی معاملات

سے دلچسپی اور موقع شناسی کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایسا حکمراں جو چاروں طرف دشمنوں سے گھرا ہوا تھا، تنظیمی اور اصلاحی کاموں سے غافل نہ تھا۔ سلطان نے ان خوابوں میں سن کے ساتھ "مولود محمد" کے الفاظ لکھے ہیں لیکن مختلف مصنف اسے "محمدی" اور "مولودی تقویم" کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔

دوسرے اسلامی ملکوں کے مانند میسور میں بھی اس زمانہ میں ہجری سن رائج تھا۔ مورخوں نے اس کے آغاز کا تعین ۱۶ رجولائی ۶۲۲ء سے کیا ہے جب آنحضرتؐ نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرمائی تھی۔

دیگر قمری سنین کے مانند ہجری سال کے بھی بارہ مہینے ہوتے ہیں اور چونکہ اس کے مہینوں کا شمار چاند کے نکلنے سے کیا جاتا ہے اس لئے اسے قمری سن کہتے ہیں۔ قمری سال کے بعض مہینے تیس اور بعض انتیس دن شمار کئے جاتے ہیں اور پورے سال میں (۳۵۴) دن ہوتے ہیں۔ برخلاف اس کے شمسی سال جس کا حساب آفتاب کی اپنے محور پر گردش سے کیا جاتا ہے ۳۶۵ دن کا ہوتا ہے۔ اور جس میں ہر چار سال کے بعد فروری میں ایک دن کا اضافہ کرلیا جاتا ہے۔ اس طرح چونکہ ہر برس شمسی سال کے مقابلہ میں قمری سال میں گیارہ دن کم ہوتے ہیں اس لئے تہواروں اور تقریبوں کا زمانہ بھی بدلتا رہتا ہے اور وہ مختلف موسموں میں آتے ہیں مثلاً

رمضان کبھی کڑکڑاتے جاڑوں میں آتا ہے اور کبھی جھلستی ہوئی گرمیوں میں یہی حال محرم اور عیدین کا ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ چونکہ قمری مہینے کے آغاز کا انحصار چاند کے نظر آنے پر ہے اس لئے مختلف تہواروں کے موقعہ پر اور خصوصاً رمضان کا چاند دیکھتے وقت اگر مطلع ابر آلود ہو اور چاند نظر نہ آئے تو بڑی اُلجھن ہوتی ہے۔ بعض لوگ صبح کو روزہ رکھتے اور بعض نہیں رکھتے ہیں۔ پھر شام کو جب چاند نظر آتا ہے تو قیاس آرائیاں ہوتی ہیں کہ یہ چاند کل کا ہے یا آج کا۔

تقریبوں اور تہواروں کے مانند فصلوں کے معاملہ میں بھی یہی صورت پیش آتی ہے۔ علاوہ ازیں عمر کے معاملہ میں بھی حساب کرتے وقت دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ تقریباً ۳۲ شمسی سال ۳۳ قمری برسوں کے برابر ہوتے ہیں۔ ان پیچیدگیوں کے باعث اسلامی تاریخوں کو شمسی تاریخوں میں بدلتے وقت بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ نیز انتظامی معاملات مثلاً محاصل وغیرہ کی وصولی میں بڑی پریشانیاں اٹھانی پڑتی ہیں کیونکہ فصلوں کا تعلق موسموں سے ہوتا ہے۔

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ مختلف اوقات میں کئی مسلمان حکمرانوں نے اس مشکل پر قابو پانے کے لئے ہجری تقویم میں تبدیلی کرنا یا نئی شمسی تقویم جاری کرنے کی کوششیں کیں۔ لیکن یہ ترمیمیں اور تبدیلیاں دیرپا نہ

ثابت ہوئیں۔

محب الحسن صاحب کا خیال ہے کہ سلطان نے نئی تقویم جنوری اور جون ۱۷۸۴ء کے درمیان جاری کی تھی۔ لیکن اس کے متعلق مزید تحقیقات کے بغیر کوئی بات وثوق سے نہیں کہی جا سکتی۔[1] ۱۷۹۹ء میں سرنگا پٹم پر انگریزوں کا قبضہ ہوا تو جملہ سرکاری کاغذات بدیسی حملہ آوروں کے قبضہ میں پہنچ گئے۔ ان کاغذات کو سامراجی مصلحتوں کے تحت جلایا، چھپایا اور تلف کر دیا گیا اس لئے محمدی سن کے قیام اور اس کے اسباب سے متعلق تفصیلات ہنوز پردۂ خفا میں ہیں۔ لیکن اس قدر یقینی ہے کہ ٹیپو سلطان کو غالباً اسلامی تقویم کا آغاز ہجرت کے واقعہ سے پسند نہ تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اسلامی تقویم کا شمار کسی زیادہ شان دار اور برتر واقعہ سے کیا جائے۔

علاوہ ازیں ہجری سال کا آغاز محرم سے ہوتا ہے جو حادثۂ کربلا کے

---

[1] اس سلسلہ میں سب سے قدیم تاریخ، رہاشمی سال جلوس ۱۱۹۹ ہجری سلطان کے اس حکم نامہ پر ملتی ہے جو سلطان نے اپنے دستخط سے شہر بنگلور اور اس کے ماتحت قاضیوں اور خطیبوں کو بھیجا تھا اور جسے صحیفۂ ٹیپو سلطان جلد دوم ص۲۳۲ پر نقل کیا گیا ہے۔ کرمانی نے محمدی سن کا آغاز ۱۱۹۸ھ میں بتایا ہے۔ (۱۷۸۳-۸۴ء)

باعث رنج و غم کا مہینہ سمجھا جاتا ہے۔ ٹیپو چاہتا تھا کہ مسلمانوں کے سال کا آغاز بھی کسی ایسے مہینے سے ہو جس میں مسلمان مسرت کا اظہار کر سکیں۔ ممکن ہے اس کے دل میں یہ خیال انگریزوں فرانسیسیوں اور دوسرے مسیحی ملازموں کے سبب سے پیدا ہوا ہو جو حضرت عیسٰی کی پیدائش پر دسمبر میں اور پھر نئے سال کے موقعہ پر مسرت کا اظہار کرتے تھے۔

کرک پٹرک کے ایک اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان نے حکم دیا تھا کہ ملک کے مختلف علمائ سے دریافت کیا جائے کہ وہ اچھی طرح تحقیق کر کے بتائیں کہ آنحضرتؐ کی ولادت، رسالت اور ہجرت کی صحیح تاریخیں کیا ہیں؟ نیز ہجرت کے اسباب کیا تھے؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمدی سن رائج کرنے سے پہلے اور اس کے بعد بھی مختلف واقعات اور حالات کی کافی چھان بین کی گئی تھی اور اس کے بعد ہجری سن ترک کر کے محمدی سن رائج کرنے کا فیصلہ کیا جس کا شمار آنحضرت کے اعلان رسالت سے رکھا گیا جو ۶۰۸ء اور ۶۰۹ء کے درمیان ہوا تھا۔ اس طرح ہجری اور محمدی سن میں تقریباً تیرہ سال کا فرق ہے۔

اس کے علاوہ "مولود محمد" کے الفاظ اور "احمدی" مہینے سے معلوم ہوتا ہے کہ محمدی سال کا آغاز ربیع الاول کی کسی تاریخ سے کیا گیا تھا کیونکہ اکثر مورخوں نے اسی ماہ کی مختلف تاریخوں میں آنحضرت کی ولادت بتائی ہے۔

ہندوستان میں مدتوں سے فصلی تقویم رائج تھی۔ اہم معاملات اور تہواروں کا شمار چاند کی تاریخوں سے کیا جاتا تھا لیکن فصلوں سے متعلق حساب کے لئے لوند یا کبیسہ کے دن بڑھا کر قمری اور شمسی سنین میں مطابقت کرلی جاتی تھی۔ ٹیپو نے بھی کبیسہ کا طریقہ اختیار کیا لیکن ہندی اصول میں اس قدر ترمیم کی کہ آخر کے بجائے ابتدا میں اضافہ کیا۔

اسی طرح اس نے ہندی ساٹھ سالہ برسپت چکر کے مقابلہ میں ایک ساٹھ سالہ دور مقرر کیا۔ اور ہر سال کا علیحدہ نام رکھا۔ پہلے سال کا نام احد اور دوسرے کا احمد مقرر کیا۔ باقی برسوں کے نام ان کی عددی حیثیت سے رکھے گئے جن کے حروف کی عددی قدروں سے ان کے مقام کا تعین ہوتا ہے

برسوں کے مانند مہینوں کے نام بھی نئے رکھے گئے اور اُن کی حیثیت کا تعین اس طرح کیا گیا کہ ہر ماہ کے پہلے حرف کی قدر سے سال کی مدت میں اس کی جگہ معلوم کی جا سکے۔

اس عددی تعین کے لئے سلطان کے سامنے دو طریقے تھے ایک جو عام طور سے اسلامی دنیا میں رائج تھا۔ ابجدی طریقہ ہے۔ ابتدا میں سلطان نے یہی طریقہ اختیار کیا لیکن بعد میں اسے خیال آیا۔ یا کسی نے ادھر توجہ دلائی کہ اس طریقہ کو یہودیوں سے لیا گیا ہے۔ اس لئے سلطان نے جلد ہی اسے ترک کرکے ابتثی طریقہ اختیار کیا۔ اندازاً یہ تبدیلی فروری ۱۷۸۶ء کے

بعد کسی وقت عمل میں آئی ہے

سلطان نے پہلے اور پندرھویں خواب کا سن "دلو" لکھا ہے اور بارھویں اور تیرھویں خواب میں "از حساب زر" سال "بد" لکھا ہے "دلو" کے ابجدی حساب سے اور "بد" کے ابتثی اعتبار سے اعداد چالیس ہوتے ہیں لیکن غالباً یہ سہو ایک مدت بعد لکھنے کے سبب سے ہوا ہے جب کہ سلطان ابتثی حساب سے سال محمدی نیز مہینوں اور برسوں کے نام لکھنے کا عادی ہو چکا تھا اور اُس نے چالیسویں سال۔ (داسا) کا نام بھی بدل کر "بُد" رکھ دیا تھا۔ بہرحال ان دونوں طریقوں سے حروف کی قدریں حسبِ ذیل ہیں۔

لہ اگرچہ فتح المجاہدین۔ مرتبہ ڈاکٹر محمود حسین ص۵ پر یہ شعر ہے:

چو جستم سال جشن نصرت و فر ز رہا فتاح "شد تاریخ از زر سنہ ۱۲۱۴ محمدی = سنہ ۱۲۰۱ ہجری = سنہ ۱۷۸۶ء لیکن صحیفہ ٹیپو سلطان میں خط نمبر ۲۳۴ پر تاریخ ۱۲ ر ایزدی = ۱۷ر فروری سنہ ۱۷۸۵ء درج ہے اور چونکہ ایزدی مہینہ ابجدی حساب سے بارھواں مہینہ ہے اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ فروری سنہ ۱۷۸۵ء تک ابجدی مہینے ہی رائج تھے۔

ابجدی قدریں

ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	ح	ط	ی	ک
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۲۰
ل	م	ن	س	ع	ف	ص	ق	ر	ش	ت
۳۰	۴۰	۵۰	۶۰	۷۰	۸۰	۹۰	۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰
ث	خ	ذ	ض	ظ	غ					
۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰	۱۰۰۰					

ابتثی قدریں

ا	ب	ت	ث	ج	ح	خ	د	ذ	ر	ز
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۲۰
س	ش	ص	ض	ط	ظ	ع	غ	ف	ق	
۳۰	۴۰	۵۰	۶۰	۷۰	۸۰	۹۰	۱۰۰	۲۰۰	۳۰۰	
ک	ل	م	ن	و	ہ	ی				
۴۰۰	۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰	۱۰۰۰				

ابتثی طریقہ سے متعلق جسے ٹیپو "حساب زر" کہتا ہے کرک پیٹرک نے حسب ذیل شعر نقل کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے

کہ دوسرے حرفوں کے علاوہ لا اور ۶ کے لئے بھی نصف اور ربع عدد مقرر کئے گئے تھے۔

"چو سازی نظر در کلام اِلٰہ
کہ سی حرف ہستند باسلسلہ
بطبق حروفِ مسلسل حساب
بفرمود سلطان عالی جناب
احادا ست نہ حرف اول بداں
بود عشر ۹ نہ حرف دیگر ازاں
ماتہ ۱۱ حرف بعد ازاں در شمار
بود "ی" الف ۱۱۱ شمرا ے مرد کار
کہ ہست لام الف نیم و ہمزہ دگر
بود ربع، نامش نہادند زر[1]

محمدی مہینوں کے نام ابجدی حساب سے ہندی مہینوں کے مطابق حسب ذیل ہیں۔

---

[1] صحیفۂ ٹیپو سلطان جلد دوم صفحہ ۱۰۴

ابجدی مہینے	محمدی نام	دن	ہندی مہینہ
۱۔	احمدی	۲۹ دن	چیت
۲۔	بہاری	۳۰	بیساکھ
۳۔	جعفری[1]	۳۰	جیٹھ
۴۔	دارائی[2]	۲۹ دن	اساڑھ
۵۔	ہاشمی	۲۹ دن	ساون (شراون)
۶۔	واسعی[3]	۳۰ "	بھادوں
۷۔	زبرجدی	۳۰ "	اشوج (کنوار)
۸۔	حیدری	۲۹ "	کارتک
۹۔	طلوعی	۲۹ "	اگہن (مگھر)

---

[1] مائلس نے صفحہ ۲۰۲ جعفری کے بجائے "جلوی" لکھا ہے غالباً اسے لفظ "جلو" سے غلط فہمی ہوئی جو ابجدی حساب سے ۳۹ واں سال ہے

[2] صحیفہ ٹیپو سلطان خط نمبر (۸) اور (۳۱۲) میں "دریائی" اور (۳۱۱) میں "دارای" لکھا ہے

[3] صحیفہ ٹیپو سلطان خط نمبر (۱۱۱)، اور (۳۵۱) میں "واسطی" اور (۱۱۵) اور (۳۵۰) میں "واسعی" ہے

۱۰-	یوسفی	۳۰ دن	پوس (پوہ)
۱۱-	یازدی[1]	۲۹ ”	ماگھ
۱۲-	بیاضی[2]	۳۰ ”	پھاگن

ان میں سے پہلا آنحضرت کے نام پر آٹھواں حضرت علی یا اپنے باپ حیدر علی کے نام پر رکھا تھا۔ بہاری، موسم بہار کی طرف اشارہ کرتا ہے اور ہاشمی، ہاشم کی طرف جو آنحضرت کے جد اعلیٰ تھے باقی کا تعلق ابجد کے حروف سے تھا۔ گیارہ اور بارہ کے لئے ابجد میں کوئی حرف نہ تھا اس لئے "ایزدی" (یا یازدی) اور "بیاضی" نام رکھ دیئے گئے (ا+ی) =۱۱ ب + ی =۱۲) ان مہینوں میں ترمیم کرتے وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ٹیپو نے یہ سوچا تھا کہ مہینوں کے نام موقع کی موزونیت سے رکھے جائیں۔ چنانچہ اب اُس نے ابتثی حساب سے حسب ذیل نام مقرر کئے۔

---

[1] صحیفہ ٹیپو سلطان خط نمبر (۲۲) مورخہ ۸ر فروری ۱۷۸۵ء میں "ایزدی" ہے۔ محب الحسن نے بھی "ایزدی" ہی لکھا ہے۔

[2] صحیفہ ٹیپو سلطان خط نمبر (۲۳) میں "بیاضی" ہے۔ ڈاکٹر محمود حسین نے "بیاسی" لکھا ہے۔

ابتثی مہینے

	محمدی نام	دن	ہندی مہینہ	عربی مہینہ
۱	احمدی	۲۹	چیت	ربیع الاول
۲	بہاری	۳۰	بیساکھ	ربیع الثانی
۳	تقی	۳۰	جیٹھ	جمادی الاول
۴	ثمری	۲۹	اساڑھ	جمادی الثانی
۵	جعفری	۲۹ دن	ساون	رجب
۶	حیدری	۳۰	بھادوں	شعبان
۷	خسروی	۳۰	اسوج (کنوار)	رمضان
			(ممکن ہے اس ماہ میں سلطان پیدا ہوا ہو)	
۸	دینی	۲۹	کارتک	شوال
۹	ذاکری	۲۹	اگہن	ذی قعد
۱۰	رحمانی	۳۰	پوس	ذی الحج
۱۱	رازی[1]	۲۹	ماگھ	محرم

[1] ٹیپو نے اس مہینہ کا نام ہر جگہ "رازی" لکھا ہے۔ اسی طرح صحیفہ ٹیپو سلطان میں بھی ص۱۳ پر "رازی" ہے۔ لیکن ڈاکٹر محمود حسین صاحب کے ڈریس میں اسے "راضی" لکھا گیا ہے۔

۱۲	ربانی	۳۰	پھاگن	صفر

اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ اس نے آنحضرت کی پیدائش کے مہینے (ربیع الاول) کی کسی تاریخ سے محمدی سال کا آغاز کیا اور چونکہ رجب کے مہینے میں حضرت امام جعفر کی نیاز دلائی جاتی ہے اس لئے اس مہینہ کے مقابل میں محمدی مہینے کا نام "جعفری" رکھا۔ حالانکہ ابجدی قاعدے سے یہ تیسرا مہینہ تھا۔ اسی طرح بعض دوسرے مہینوں مثلاً "حیدری" کو جو ابجدی حساب سے آٹھواں مہینہ تھا اتبثی اعتبار سے چھٹا مہینہ قرار دیا۔

محمدی سال

جیسا کہ اس سے قبل کہا جا چکا ہے سلطان نے ہندی برہسپت چکر کی طرح ایک ساٹھ سالہ دور مقرر کیا تھا۔ اور ہر سال کو ابجدی حساب سے ایک نام دیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مہینوں کے اتبثی نام رکھتے وقت اُس نے برسوں کے ابجدی نام بھی بدل دیئے اور اتبثی حساب سے نئے نام مقرر کئے۔ یہ نام حسب ذیل ہیں۔

ابجدی نام	اتبثی نام
۱ - احد	۱ - احد
۲ - احمد	۲ - احمد

ابجدی نام

۳ - اب
۴ - ابا
۵ - باب
۶ - باج
۷ - ابد
۸ - اباد
۹ - جاہ
۱۰ - اوج
۱۱ - حج
۱۲ - جہد
۱۳ - جہاد
۱۴ - واجد
۱۵ - یاد
۱۶ - زہد
۱۷ - جوزا
۱۸ - حی

ابتثی نام

۳ - اب
۴ - ابا
۵ - باب
۶ - تاب
۷ - تابا
۸ - باج
۹ - تاج
۱۰ - ثابت
۱۱ - ابد
۱۲ - اباد
۱۳ - بار
۱۴ - جاجب
۱۵ - جر
۱۶ - رجا
۱۷ - ئر
۱۸ - در

ابجدی نام

۱۹۔ واحد
۲۰۔ بدوح
۲۱۔ طیب
۲۲۔ طائب
۲۳۔ یوز
۲۴۔ کد
۲۵۔ حاوی
۲۶۔ کبد
۲۷۔ آگاہ
۲۸۔ وحید
۲۹۔ یاحی
۳۰۔ کای
۳۱۔ کیا
۳۲۔ کبود
۳۳۔ ابل
۳۴۔ دل

اتبشی نام

۱۹۔ دار
۲۰۔ راحت
۲۱۔ بارد
۲۲۔ چرخ
۲۳۔ خراج
۲۴۔ تاز
۲۵۔ خرد
۲۶۔ بدرتاب
۲۷۔ درتاج
۲۸۔ وادار
۲۹۔ زاد
۳۰۔ زر
۳۱۔ زار
۳۲۔ بزر
۳۳۔ زراب
۳۴۔ شتا

ابجدی نام	اتبشی نام
۳۵ - دال	۳۵ - زرتب
۳۶ - جبال	۳۶ - رب تاز
۳۷ - زکی	۳۷ - ساخ
۳۸ - ازل	۳۸ - ساخا
۳۹ - جلو	۳۹ - دراز
۴۰ - دلو	۴۰ - داسا (دبُنڈ)
۴۱ - ما	۴۱ - شا
۴۲ - کبک	۴۲ - سارا
۴۳ - جم	۴۳ - سراب
۴۴ - جام	۴۴ - شتا
۴۵ - ادم	۴۵ - زبرجد
۴۶ - ولی	۴۶ - سحر
۴۷ - والی	۴۷ - ساحر
۴۸ - کوکب	۴۸ - راسخ
۴۹ - کواکب	۴۹ - شاد
۵۰ - یم	۵۰ - حراست

ابجدی نام	ابتثی نام
۵۱- دوام	۵۱- ساز
۵۲- حمد	۵۲- شاداب
۵۳- حامد	۵۳- بارش
۵۴- جان	۵۴- رستار
۵۵- ادن	۵۵- بشتر
۵۶- ہمای	۵۶- بشارت
۵۷- مجید	۵۷- شرح
۵۸- کحل	۵۸- رشہ
۵۹- جہاں	۵۹- صباح
۶۰- مجیز	۶۰- ارشاد

میرا خیال ہے کہ جس طرح محمدی سال کا پہلا مہینہ (احمدی) ربیع الاول سے شروع ہوتا ہے اسی طرح ساٹھ سالہ جگ کا آغاز ٹیپو نے ۱۱۷۴-۷۵ھ یعنی ۱۷۶۱ء سے کیا۔ اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں۔ ایک تو ۱۷۶۱ء میں ٹیپو کے والد حیدر علی نے سرنگاپٹم کا محاصرہ کرکے راجہ سے عنان اقتدار چھین لی اور خود مختار حکمران بن گئے۔ دوسرے اسی سال

احمد شاہ ابدالی، نجیب الدولہ اور شجاع الدولہ نے مرہٹوں کو شکست فاش دی جس کے بعد ہندوستان میں مرہٹوں کی ترک تازیاں رک گئیں اور سارے ہندوستان پر حکومت کرنے کے منصوبوں پر اوس پڑگئی۔ اگر سلطان کے ذہن میں ۱۷۶۱ء کا یہ تصور نہ تھا تو بظاہر کوئی اور وجہ نہیں کہ اس ساٹھ سالہ دور کا آغاز حیدر علی یا خود اپنی پیدایش یا صلح نامہ منگلور سے نہ کیا جاتا۔

سلطان کے ان خوابوں اور دوسری تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ بیرونی مراسلت کے سوا جو فرانس، ترکی، عرب اور دوسرے حکمرانوں سے کی گئی تھی، باقی جملہ سرکاری اور غیر سرکاری تحریروں میں اپنی مملکت کے اندر اور حکومت سے متعلق جملہ اشخاص کے لئے ٹیپو نے محمدی سن اور مہینے استعمال کئے ہیں۔ عموماً ہر موقعہ پر سال کا نام لکھا ہے جس کے سبب سے اس دور کی تاریخ کا مطالعہ کرنے کے لئے سن محمدی سے واقفیت نہایت ضروری ہے۔

کرک پیٹرک نے "منتخب مکاتیب ٹیپو سلطان" میں محمدی اور عیسوی تاریخیں درج کی ہیں لیکن سن درج نہیں کئے۔ اگرچہ محمود بنگلوری صاحب نے اس کا ترجمہ یعنی صحیفہ ٹیپو سلطان نہایت مفید حواشی کے ساتھ "صحیفہ ٹیپو سلطان" کے نام سے شائع کیا ہے۔ لیکن انھوں نے بھی

محمدی سنیں نہیں دیتے۔

معلوم ہوتا ہے کہ کرک پٹرک کے پاس ایسی تقویم موجود تھی جس سے محمدی، ہجری اور عیسوی تاریخیں معلوم ہو سکتی تھیں۔ ضمیمہ میں میں نے ایسی تمام تاریخوں کو جمع کر دیا ہے جو کرک پیٹرک، بٹیسن اور دوسرے مصنفوں کی کتابوں سے دستیاب ہوئی ہیں۔ اُن کے مقابل جہاں کہیں ممکن ہوا ہجری اور عیسوی تاریخیں مستقبل میں سن محمدی کے بارے میں تحقیقات کرنے والوں کی سہولت کے لئے درج کر دی گئی ہیں۔

خوابوں کی فہرست

مَع

تواریخ

سلطان کے خواب نامے سے خوابوں کے دیکھنے کی تاریخوں کا تعین مندرجہ ذیل انداز سے ہوتا ہے۔ سلطان نے اکثر تاریخیں صرف محمدی تقویم کے حساب سے لکھی ہیں۔

خواب نمبر	مقام	تاریخ محمدی	تاریخ ہجری	وقت اور دن	سن و تاریخ محمدی
۱	شمس آباد	یکم احمدی سنہ ۱۲۱۳ (دو)	سنہ ۱۲۰۰ ہجری	شب پنجشنبہ	۱/۱۲۱۳ محمدی
۲	جمشید پور	— ؟	۲۷ ذی الحجہ سنہ ؟	شب دوشنبہ	؟ ״
۳	سرنگا پٹم	۱۴ بہاری سنہ ۱۲۱۵	(سنہ ۱۲۰۳ ؟) ״	دوشنبہ	۱۴ ۲/۱۵ ״
۴	کیمپ نزد سلام آباد	۱۸ تقی سنہ ۱۲۱۸	(سنہ ۱۲۰۵ ؟) ״	شب چہارشنبہ	۱۸ ۳/۱۸ ״
۵	سرنگا پٹم	۱۳ زبرجدی سنہ ؟	؟ ״	—	— ״
۶	״	۲۴ زبرجدی سنہ ؟	؟ ״	شب شنبہ	— ״

خواب نمبر	مقام	تاریخ محمدی	تاریخ ہجری	وقت اور دن	سن و تاریخ محمدی
۷	سلام آباد	۱۷ خسروی سنہ ۱۲۱۷	(۵ ؟ سنہ ۱۲۰۴) 〃	-	۱۷ ۷/۱۴ 〃
۸	〃	۵ ثمری سنہ ۱۲۱۸	۳ شوال سنہ ۱۲۰۵ 〃	سہ پہر پنجشنبہ	۵ ۴/۱۸ 〃
۹	〃	۲ ثمری سنہ ۱۲۱۸	۲۹ رمضان سنہ ۱۲۰۵ 〃	شب	۲ ۴/۱۸ 〃
۱۰	سرنگاپٹم	۲۹ حیدری سنہ ؟	؟ 〃	پنجشنبہ پیش از جنگ (؟)	؟ 〃
۱۱	نظر بار (میسور)	۱۰ ثمری سنہ ۱۲۱۸ (دلو)	(؟ سنہ ۱۲۰۵) 〃	شب پنجشنبہ وقت مراجعت از فرخی	۱۰ ۴/۱۸
۱۲	؟	(۱۲ حیدری ؟ سنہ ۱۲۱۳) (اسد)	(؟ سنہ ۱۳۰۰) 〃	"سال چہلم درہ دو ماہیجان"	۲۱ ۶/۱۳ 〃
۱۳	شاہ نور (نہر دیوگری)	۶ خسروی سنہ ۱۲۱۳ (اسد)	(؟ سنہ ۱۲۰۰) 〃	شب پنجشنبہ -	۶ ۴/۱۳ 〃
۱۴	سرنگاپٹم	۸ جعفری سنہ ۱۲۱۸	(؟ سنہ ۱۲۰۵) 〃	"در دریا باغ معاملہ دیدہ شد"	۸ ۵/۱۸ 〃
۱۵	دیوگری	۲۴ واسعی سنہ ۱۲۱۳ (دلو)	(سنہ ۱۲۰۰) 〃		۲۴ ۶/۱۳ 〃
۱۶	ہبر تلہ (نبجن گوڑ)	(۲۳ جعفری سنہ ؟)	(سنہ ؟) 〃	"وقت قصد جنگ نظام"	—
۱۷	سلام آباد	۷ جعفری سنہ ۱۲۱۷ محمدی	(؟ سنہ ۱۲۰۴) 〃	"سہ شنبہ دیوار ارم نما"	۷ ۵/۱۴ 〃
۱۸	۰ ؟	۹ بہاری سنہ ۱۲۲۳ تا	(سنہ ۱۲۱۰ 〃ح ؟)	"۱۰ از نہم تا پانزدہم دو"	۹ ۲/۲۳ 〃
۱۹	۰ ؟	۱۵ بہاری سنہ ۱۲۲۳	〃 ؟	"معاملہ دیدہ شد"	۱۵ ۲/۲۳ 〃
۲۰	۰ ؟	۹ جعفری سنہ ۱۲۲۳	(۲۸ محرم سنہ ۱۲۱۰ ؟)	پنجشنبہ	۹ ۵/۲۳ 〃
۲۱	سرنگاپٹم	۲۵ ربانی سنہ ۱۲۲۳	(؟ سنہ ۱۲۹) 〃	"دیوان نظام علی آمدہ است"	۲۵ ۱۲/۲۳ 〃

خواب نمبر	مقام	تاریخ محمدی	تاریخ ہجری	وقت اور دن	سن و تاریخ محمدی
۲۲	. ؟	۸ ر زداکری ۱۲۲۴ء ″	۷ ربیع الثانی ۱۲۱۱ھ ؟ ″	شب سہ شنبہ	۸ $\frac{9}{24}$ ″
۲۳	. ؟	۱۲ ر جعفری ۱۲۲۴ء ″	(۱۱ ۱۲ ؟)	دوشنبہ	۱۲ $\frac{5}{24}$ ″
۲۴	سرنگاپٹم ؟	۱۲ ر بہاری ۱۲۲۴ء ″	(۱۲۱۱ھ ؟)	شب پنجشنبہ	۱۴ $\frac{2}{24}$ ″
۲۵	سرنگاپٹم ؟	۱۴ ر بہاری ۱۲۲۴ء ″	(۱۲۱۱ھ ؟)	شب شنبہ	۳ $\frac{11}{24}$ ″
۲۶	سرنگاپٹم	۳ ر رازی ۱۲۲۴ء ″	(یکم شعبان ۱۲۱۱ھ ؟)	شب سہ شنبہ	۳ $\frac{11}{24}$ ″
۲۷	ننجن گوڑ	۲۹ ر رازی ۱۲۲۴ء ″	(۲۷ ر شعبان ۱۲۱۱ھ ؟)	—	۲۹ $\frac{11}{24}$ ″
۲۸	سرنگاپٹم	۲ ر زداکری ۱۲۲۵ء	(۳ ر جمادی الثانی ۱۲۱۲ھ ؟)	شب دوشنبہ	۲ $\frac{9}{25}$ ″
۲۹	سرنگاپٹم	۱۸ ر زداکری ۱۲۲۵ء	۱۶ ر جمادی الثانی ۱۲۱۲ھ ″	چہارشنبہ	۱۸ $\frac{9}{25}$ ″
۳۰	سرنگاپٹم	۲۱ ر زداکری ۱۲۲۵ء	۱۹ ر جمادی الثانی ۱۲۱۲ھ ″	شنبہ	۲۱ $\frac{9}{25}$
۳۱	سرنگاپٹم !	۲۵ ر رحمانی ۱۲۲۵ء	۲۴ ر رجب ۱۲۱۲ھ ″	جمعہ	۲۵ $\frac{10}{25}$
۳۲	، ؟	۱۲ ر احمدی ۱۲۲۶ء ″	۱۲۱۳ھ ″	شب پنجشنبہ	۱۲ $\frac{1}{26}$
۳۳	سرنگاپٹم	یکم دینی ۱۲۲۶ء ″	۱۲۱۳ھ ″	پنجشنبہ	۱ $\frac{8}{26}$
۳۴	سرنگاپٹم ؟	۱۳ ر خسروی ۱۲۲۶ء مولودی	۱۱ ر جمادی الاول ۱۲۱۳ھ	شب سہ شنبہ	۱۳ $\frac{7}{26}$
۳۵	حمید آباد ؟	۲۴ ر تقی ۱۲۲۶ء ″	۲۲ محرم ۱۲۱۳ھ	جمعہ	۲۴ $\frac{3}{26}$

نوٹ: خواب نامے میں ہجری تاریخ ۲۲ ر ذی الحجہ ۱۲۱۳ھ درج ہے لیکن اس تاریخ کو (باقی)

خواب نمبر	مقام	تاریخ محمدی	تاریخ ہجری	وقت اور دن	سن و تاریخ محمدی
۳۶	حمید آباد؟	۲۴ر تقی سنہ ۱۲۲۶ "	۲۲ر محرم سنہ ۱۲۱۳ "	—	۲۴ ۳/۲۶ "
۳۷	سرنگاپٹم	۱۰ر رحمانی سنہ ۱۲۲۶	۹ر شعبان سنہ ۱۲۱۳	شب چہارشنبہ	۱۰ ۴/۲۶ "

ضمیمہ

خواب نمبر	مقام	تاریخ محمدی	تاریخ ہجری	وقت اور دن	سن و تاریخ محمدی
سید محمد اسلم کا خواب	کولار	سنہ ۱۲۲۶ مولودی	رجب سنہ ۱۲۱۳؟	پنجشنبہ	—
سلمان بخت کا خواب	منگلور	۲۱ر ذاکری سنہ ۱۲۲۶	۲۰ر رجب سنہ ۱۲۱۳	۲۸ر دسمبر سنہ ۱۷۹۸ء	۲۱ ۹/۲۶

۲۴ر مئی سنہ ۱۷۹۹ء تھی حالانکہ سلطان ۴ر مئی سنہ ۱۷۹۹ء کو شہید ہوا۔ ظاہر ہے کہ یہ تاریخ درست نہیں ہو سکتی۔ ۲۴ر خسروی سنہ ۱۲۲۶ ازروئے حساب ۲۲ر محرم سنہ ۱۲۱۳ ہجری کے مساوی ہے۔ اس روز جمعہ تھا۔ معلوم ہوتا ہے سلطان نے سہواً محرم کے بجائے ذی الحجہ لکھ دیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یا تو سلطان نے یادداشت میں بھی ذی الحجہ لکھا تھا یا نقل کرتے وقت بھول گیا۔

۲۴ر خسروی سنہ ۱۲۲۶ - ۲۲ر محرم سنہ ۱۲۱۳ء - ۶ جولائی سنہ ۱۷۹۸ء جمعہ۔

نوٹ ۱: آخری خواب ۱۰ر رحمانی ۱۲۲۶ = ۹ر شعبان سنہ ۱۲۱۳ = ۱۶ر جنوری سنہ ۱۷۹۹ء روز چہارشنبہ

نوٹ ۲: قوسین میں لکھی ہوئی تاریخیں سلطان کے قلم سے نہیں بلکہ قیاسی ہیں۔

خوابوں کے موضوعات

پہلا خواب

سلطان نے دیکھا کہ مرہٹہ فوج مقابلہ کے لئے آئی ہے۔ سلطان نے تنہا مقابلہ کر کے تین سردار قتل کئے۔ ایک معمر بزرگ نے شیرینی اور مٹھائی لاکر کھلائی۔

دُوسرا خواب

ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کر رمضان کا چاند دیکھا اور دوسرے دل کو دکھایا۔

تیسرا خواب

دہلی کے قریب مرہٹوں کی فوج۔ تخت دہلی پر بنئے بادشاہ کو بٹھانے کا خیال۔ تسبیح پر قسم کھانا۔

چوتھا خواب

ایک شخص گائے کے تازہ دودھ کی دو ٹھلیاں دیتا ہے۔ ٹیپو اس دودھ کی تعریف کرتا ہے کہ یہ نہایت شیریں اور خوش

ذائقہ ہے۔

پانچواں خواب

دریائی ناریل نظر آتے ہیں جو لیمو اور ٹھلیا کے برابر ہیں۔ چند عورتیں ناریل تراش کر دیتی ہیں۔ یہ ناریل نہایت خوش ذائقہ ہیں۔

چھٹا خواب

ایک بزرگ بلور کا ٹکڑا دے کر کہتے ہیں کہ سیلم میں اس کی کان ہے تحقیقات سے معلوم ہوا کہ واقعی سیلم میں بلور کی کان ہے

ساتواں خواب

قلعہ کا محاصرہ کرتا ہے جس میں نظام علی خاں کے اہل خانہ اور لبا لبت جنگ کا بیٹا ہے۔ قلعہ فتح کرنے کی نئی نئی تدبیریں سوچتا ہے۔

آٹھواں خواب

دو معمر مشائخ خواجہ گیسو دراز کے بھیجے ہوئے تبرکات دیتے ہیں۔

کعبہ، مدینہ منورہ اور درگاہ بندہ نواز کے غلاف، قرآن اور مصری درگاہ حضرت گیسو دراز کی زیارت۔

نواں خواب

ہاتھیوں کا شکار۔ چینی سفیروں کی آمد۔ سفید ہاتھیوں کا تحفہ۔ اس سے پہلے شہنشاہ چین نے صرف سکندر کو سفید ہاتھی بھیجے تھے۔

دسواں خواب

مرہٹوں کی جنگ سے پہلے ہاتھی پر بیٹھ کر ندی پار کر رہا ہے۔ ہاتھی لڑتے ہیں سلطان پہاڑی پہ چڑھ جاتا ہے۔ اوپر ایک دروازہ۔ ایک بزرگ "السلام علیک" کرتے ہیں۔ ایک بلند جگہ اور ایک درویش۔

گیارھواں خواب

مرہٹوں، نظام اور انگریزوں سے قصد جنگ۔ نگر سے ایک عمدہ تلوار آئی ہے۔ ریچھوں کی آمد اور شکار۔ محمد رضا میم باشی دو ریچھوں

کی کھال پیش کرتا ہے۔

بارہواں خواب

روز حشر ہے کوئی کسی کو نہیں پوچھتا۔ ایک قوی ہیکل بزرگ خود کو حضرت مرتضٰی علی بتاتے اور کہتے ہیں کہ "آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ تمہارے بغیر جنت میں قدم نہیں رکھوں گا"۔

تیرہواں خواب

ایک حسین نوجوان سے ٹھٹھول کرتا ہے مگر دل میں کہتا ہے کہ میری عادت اس طرح چھیڑ چھاڑ کی نہیں۔ بعد میں وہ نوجوان بال اور سینہ کھول کر دکھاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ نوجوان کے بجائے عورت ہے ٹیپو کہتا ہے کہ میں نے تجھے قیاساً عورت سمجھ کر مذاق کیا تھا۔

چودھواں خواب

انگریزوں سے جنگ جس میں انگریز شکست کھا کر بھاگتے اور ایک مکان کے اندر پناہ لیتے ہیں۔ آگ لگا کر گولیوں سے مارنے کا مشورہ۔

پندھواں خواب

خواب میں ایک نفیس چھرا دیکھتا ہے جس کا دستہ جڑاؤ ہے۔ سوتے صاحب "مشائخ" بنگلور کو کپڑے کے چند تھانوں کے ساتھ دیتا ہے میر معین الدین کے یہ خیال ظاہر کرنے پر کہ وہ باہر جاکر سوتے صاحب سے روپیہ دے کر چھڑا لیں گے، ٹیپو کہتا ہے کہ میں تمھیں سنگ یشب سے بنا ہوا قبضۂ شمشیر دوں گا

سولہواں خواب

انگریزوں سے جنگ کے قبل برف، بارش اور بادل۔ کمرے میں ایک سانپ مارتا ہے۔ پھر شیر کا پیچھا کرکے بندوق سے مارتا ہے۔ بادل سے موگرے کے بڑے بڑے پھول برستے ہیں۔

سترھواں خواب

دشمنوں پر فتح پانے کے لئے دعا۔ ایک گائے اور اس کا بچہ، بڑے شیر کے مانند جس کے پچھلے پاؤں نہیں۔ گائے اور شیر صورت بچے کو مارنے کا ارادہ۔

اٹھارھواں خواب

ایک شخص بڑے بڑے زمرد لاکر پیش کرتا ہے جو بڑے شلی اور لیمو کے برابر تھے۔ سلطان کہتا ہے کہ میری سلطنت میں اتنے بڑے زمرد نہ تھے۔ خدا کا شکر ادا کرتا ہے۔

انیسواں خواب

مندر کے مینار پر چاپان باندھ کر چراغاں کیا جاتا ہے۔ لیکن آگ لگ جاتی ہے۔ سلطان مندر سے قریب رہنے والوں کی خیریت دریافت کرتا ہے۔

بیسواں خواب

"سہ حرفی" ختم کراتا ہے۔ پل کو عبور کرتا ہے۔ ایک سیاہ فام' اور جسیم مرہٹہ آتا ہے اور ٹیپو کے تلوار کھینچنے پر خود کو ڈھونڈھ جی کا نوکر بتاتا ہے۔ غلام علی کہتا ہے کہ یہ شخص میرے گھر میں اترا ہے۔ ٹیپو کہتا ہے یہ پکا چور ہے۔ تمھارا گھوڑا لے کر بھاگ جائے گا۔

اکیسواں خواب

نظام علی خاں کا دیوان مدد مانگنے آتا ہے جس کے منہ میں دانت نہیں اور ڈاڑھی میں خضاب لگائے ہوئے ہے۔سوچتا ہے کہ اس سے پہلے مرہٹوں نے مدد مانگی تھی۔اب نظام مدد مانگتا ہے لیکن دونوں کا اعتبار نہیں۔

بائیسواں خواب

ایک شکستہ بُت خانہ ہے جس میں دیویوں اور دیوتاؤں کے بُت ہیں۔ایک نسوانی بُت نے ساڑھی اٹھا کر کہا کہ ہم عورتیں ہیں اور یہاں جتنے بُت ہیں سب خدا کو یاد کرتے ہیں۔ٹیپو کہتا ہے۔یہ اچھی بات ہے۔خدا کی یاد میں مشغول رہو۔ بُت خانہ کی مرمت کا حکم دیتا ہے۔

تئیسواں خواب

ہاتھی پر سوار آموں کے باغ میں جاتا ہے اور ہاتھ ہاتھ بھر لمبے خوشے دیکھتا ہے۔بڑے بڑے آم توڑ کر عماری میں سامنے

رکھتا ہے۔ گول آم، ناریل کے برابر ہیں۔

چوبیسواں خواب

ایک فرانسیسی سردار حاضر ہوتا ہے۔ پاس پہنچنے پر سلطان اُٹھ کر گلے ملتا ہے۔ فرانسیسی کہتا ہے کہ میں دس ہزار نہایت قوی ہیکل فرانسیسی سپاہی اپنے ساتھ لایا ہوں جنھیں ندی کے کنارے اتار دیا ہے۔

پچیسواں خواب

اسد علی خاں، نظام کا فوجی سردار (جس نے سرنگا پٹم کی جنگ ۱۷۹۲ء میں حصہ لیا تھا) آتا اور کہتا ہے "کڑپہ فتح کر کے آیا ہوں اور آپ کے پاس چار ہزار سواروں کے ساتھ نوکری کرنا چاہتا ہوں"۔

چھبیسواں خواب

مرہٹوں کا وکیل رگھوناتھ راؤ آکر کہتا ہے کہ انگریزوں کو یورپ میں شکست فاش ہوئی ہے اور وہ خود بنگال چھوڑ کر جارہے

ہیں ٹیپو کہتا ہے کہ میں روپیہ اور فوج بھیجوں گا اور انگریزوں کو ہندوستان سے نکال دیا جائے گا۔

ستائیسواں خواب

قلعہ کی تیاری کا حکم۔ حج کو جاتا ہے۔ ایک بزرگ ملتے اور حج کراتے ہیں۔ حجر اسود دیکھتا ہے۔ ایک صندوق سے دستار نکلتی ہے۔ جو خدا کی طرف سے عنایت ہوتی ہے۔ دستار زریں اور پُر تکلف ہے۔ صندوق میں رکھ کر باہر لاتا ہے۔ بزرگ کہتے ہیں کہ اس جگہ ایک بُت ہے۔ اس سے "مسخری" کرو اور پتھر مارو چنانچہ پتھر مارتا اور دوسرے بزرگوں کی زیارت کرتا ہے۔

اٹھائیسواں خواب

چاندی کے تین تھال ہیں۔ تینوں میں ایک ایک بالشت لمبی کھجوریں ہیں۔ جو سرکاری باغ میں پیدا ہوئی ہیں۔

انتیسواں خواب

انگریزوں سے صبح کے وقت جنگ۔ ٹیپو ایک پہاڑی پر اپنی

فوج کے ساتھ ہے اور اہل فوج بندوقوں سے حملہ کرنے کی اجازت مانگتے ہیں تاکہ انگریزوں کو ہندوستان سے نکال دیا جائے۔

تیسواں خواب

ٹیپو بزرگوں کی محفل میں ہے۔ جہاں میسور کے ایک بزرگ عطاء اللہ بھی ہیں۔ کہتے ہیں۔ "بندوق اٹھاؤ"۔ ٹیپو کہتا ہے "میں سپاہی ہوں ہر شخص کا ہتھیار میرا ہتھیار ہے۔ حسب ضرورت سب سے پہلے اُٹھاؤں گا"۔

اکتیسواں خواب

آنحضرتؐ صبح کے وقت ایک دستار عنایت فرماتے ہیں۔ پھر حضرت گیسو درازؒ اور حضرت احمدؒ بھی دستاریں دیتے ہیں۔ انھیں باندھتا ہے۔ پہاڑی پر ایک قلعہ میں جاتا ہے اور سوچتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے سلطنت ہفت اقلیم عنایت فرمائی ہے۔

بتیسواں خواب

ٹیپو کالشکر ندی کے کنارے ہے ۔" بندگان عالی" (ٹیپو) گھوڑے پر سوار فرماتے ہیں کہ " ندی میں طوفان آیا ہوا ہے۔ ہاتھیوں کوطلب کرو اور ایک دوسرے کو دیوار کی طرح کھڑا کر کے ندی پار کرلو" لشکر ندی کو عبور کرتا ہے۔

تینتیسواں خواب

باداموں پر" ختم" پڑھا جاتا ہے۔ ان میں چند سالگرام (وشنو کے بت) شامل کر کے سوچتا ہے کہ اب یہ مسلمان ہو چکے ہیں "ختم" پر تپھر نکال کر ان کے بجائے بادام شامل کرنے کا حکم دیتا ہے توقع کرتا ہے کہ سب کافر مسلمان ہو جائیں گے اور ان کا علاقہ سلطنت خداداد میں شامل ہو جائے گا

چونتیسواں خواب

شیخ سعدی کو خواب میں دیکھتا ہے۔قوی ہیکل، بڑا سر اور گھنی کھچڑی ڈاڑھی۔دولت سرا کی سیر کراتا ہے۔ دریافت کرنے پر کہتے

ہیں۔ کہ میں نے فلاں فلاں مقام دیکھا ہے۔

پینتیسواں خواب

مولانا جامیؒ سے ایک باغ میں ملاقات ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ میں تمہیں دیکھنے آیا ہوں۔ مسرت ظاہر کر کے انھیں اپنے ساتھ دولت سرا میں لاتا ہے۔

چھتیسواں خواب

ایک حسین نوجوان عورت دیکھتا ہے جو نہایت حسین لباس اور گہنے پہنے ہوئے سامنے آتی ہے۔ اس کے ہاتھ میں تین پکے کیلے ہیں۔ بڑی گگڑی کے برابر کیلے ہاتھ میں دیتی ہے۔ ٹیپو کہتا ہے کہ میں نے اتنے بڑے کیلے کبھی نہیں دیکھے۔ ایک کیلا کھایا نہایت خوشبودار اور لذیذ تھا۔

سینتیسواں خواب

کافروں کی ایک فوج آتی اور شکست کھاتی ہے۔ اطلاع ملی ہے۔ کہ دوسری فوج بھی آنے والی ہے۔ اسے بھی تباہ کرنا چاہیے۔

ضمیمہ

سیّد محمدؐ اسلم کا خواب

بزرگوں کی محفل ہے جس میں سید محمد اسلم کولاری بھی موجود ہیں آنحضرتؐ اور حضرت علی گھوڑوں پر سوار ہو کر جاتے اور نصارا کی فوج کو بھگاتے ہیں۔ ایک بچہ ہے جو امام حسین ہیں آنحضرتؐ علموں پر اصحاب کہف کے نام لکھنے کے لئے فرماتے ہیں۔ ہفت خواجگاں خرقہ پوش نظر آتے ہیں۔ ایک شخص کے پوچھنے پر محمد اسلم ان کے نام بتاتے ہیں۔

مسلمان بھوت

کرک پیٹرک نے ولزلی کو خط میں شیخ سعید کی روایت لکھی تھی کہ انگریزی فوج کا ایک مسلمان افسر قتل ہوتے وقت کلمہ نہ پڑھ سکا تھا اس لئے وہ بھوت بن گیا۔ اس کا اور اس کے ساتھ والوں کا منہ سور جیسا ہو گیا اور اب وہ ان سور منہوں کو اس مقام پر پریڈ کراتا ہے جہاں بیلی کو شکست ہوئی تھی۔

خواب نامہ ٹیپو سلطان

پہلا خواب

مرہٹہ سرداروں سے جنگ

مقام: شمس آباد

تاریخ: یکم احمدی سال دلو د سنہ ۱۲۱۳) مطابق ...... سنہ ۱۲۰۰ ہجری

معاملہ — بتاریخ غرہ ماہ احمدی شب پنجشنبہ شروع سال دلو سنہ ۱۲۱۳ و (سنہ ۱۲۰۰) ہجری سہ پاس و پنج گھڑی شب شدہ بود کہ بر مقام شمس آباد خواب دیدم کہ فوج مہرٹہ آمدہ است و من می گویم کہ سردار آنہا را برائے جنگ تنہائی (خبر؟) کردم - انان میاں سردار مسلمان کہ شریک آنہا بود قبول کردو در میدان جنگ ہمہ فوج طرفین صف بستہ ہر دو طرف استادہ شد - بفضل الٰہی ما با سردار مسلمان کہ شریک کفار بود تنہا جنگ کردیم۔

بعون اللہ تعالےٰ مشرک را از یک ضرب شمشیر کشتیم - من بعد

نوٹ:- سال "دلو" بحساب ابجد ۱۲۱۳ سنہ محمدی کے برابر ہے۔

رائیس آنہا کہ کودک بود فرار کرد۔ ما تعقب او کردہ آں راہم از یک ضرب کشتم ونیز دیگر یک سردار معتبر بود۔ آں را بیک ضرب کشتم جملہ سہ کس را در یک یک ضرب بہ شمشیر دو دو پارہ کردم۔

بعد تعقب تنہائی مظفر در فوج خود رسیدم - می بنیم کہ ہمہ سرداران وحیدر صاحب درمکان بلند نشستہ طعام می خورند۔ من ماندہ شدہ می گویم کہ برائے خوردن آب بیارند۔

ہمہ ہا بعد ثنا خوانی می گویند کہ حضرت طعام خوردہ آب نوشند۔ ادریں اثنا یک مرد بزرگ' ریش سفید زبدہ وشیرینی بدست آوردہ می گویند کہ بخورید۔

من از دست بزرگ مذبور گرفتہ، خوردہ، می گویم کہ ہم چہ چیز بہتر و مزہ دار گاہے خوردہ نشد وخوب مزہ است۔

من بعد وضو کردہ از سردارانِ فوجِ خود پرسیدم کہ فوج متہور را غارت کردہ اند یانہ۔

سرداران فوج حیدری جواب دادند کہ سوائے علم، ما پیش قدمی نہ کردہ ایم وہمہ فوج کفار با غنیمت در قریہ جات نشستہ اند۔

ما فوج خود را معاً آمادۂ جنگ کردہ رواں شدم و شمشیر از دستِ آدم گرفتہ بہ کمر بندم و سید جنید و سید غفار وغیرہ سرداران

رامی گوئیم کہ مردم خود را درست کردہ، آمادۂ جنگ باشید کہ دریں میاں بیدار شدم وبس۔

ترجمہ

بتاریخ یکم ماہ احمدی پنجشنبہ کی رات شروع سال دلوت ۱۲ سنہ (۱۳۰۰ سنہ) ہجری رات کے تین پہر اور پانچ گھڑی گذرے، میں نے بمقام شمس آباد یہ خواب دیکھا کہ مرہٹوں کی فوج آئی ہے اور میں کہہ رہا ہوں کہ میں نے ان کے سردار کو تنہا لڑنے کے لئے کہلا بھیجا ہے۔

ان میں سے مسلمان سردار نے جو ان کا شریک تھا، لڑنا منظور کیا۔ میدان جنگ میں طرفین کی جملہ فوجیں، صفیں بنا کر دونوں طرف کھڑی ہوگئیں۔

خدا کے فضل سے ہم نے مسلمان سردار سے، جو کفار کا شریک تھا، تنہا مقابلہ کیا اور اللہ کی مدد سے ہم نے تلوار کی ایک ہی ضرب سے مشرک کو قتل کر دیا۔

اس کے بعد ان کا رئیس جو بچہ تھا، بھاگ گیا۔ ہم نے اس کا تعاقب کیا اور اس کو بھی ایک ضرب سے قتل کیا۔ پھر ایک اور بڑے سردار کو تلوار کے ایک وار سے ختم کر دیا۔ جملہ تین

شخصوں کو تلوار کی ایک ایک ضرب سے دو دو ٹکڑے کیا۔ تنہا پیچھا کرنے کے بعد اپنے لشکر میں پہنچے۔

دیکھتا کیا ہوں کہ فوج کے جملہ سردار اور حیدر صاحب ایک بلند مکان میں بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے ہیں۔

میں تھکا ہوا کہتا ہوں کہ پینے کے لئے پانی لائیں۔ سب لوگ تعریف کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ حضرت کھانا کھانے کے بعد پئیں۔

اسی اثنا میں ایک بوڑھے سے آدمی جن کی ڈاڑھی سفید تھی، بالائی اور شیرینی ہاتھ میں لاکر کہتے ہیں کہ "اسے کھائیے"۔

میں ان بزرگ کے ہاتھ سے لے کر کھاتا اور کہتا ہوں کہ ایسی اچھی اور مزے دار چیز کبھی نہیں کھائی گئی۔ بہت خوش ذائقہ ہے۔

اس کے بعد میں نے وضو کر کے اپنی فوج کے سرداروں سے پوچھا کہ اس فوج کو جس پر غضب نازل ہوا ہے تباہ کر دیا ہے یا نہیں؟

حیدری فوج کے سرداروں نے جواب دیا کہ ہم نے جس قدر

پیش قدمی کا حکم دیا گیا تھا اس سے زیادہ پیچھا نہیں کیا۔ اور کافروں کی فوج، مال و اسباب کے ساتھ گاؤں میں پڑی ہے یہ سُن کر ہم فوراً اپنی فوج کو جنگ کے لئے تیار کر کے روانہ ہوئے اور ایک شخص کے ہاتھ سے تلوار لے کر کمر سے باندھی اور سید جنید و سید غفار وغیرہ، فوج کے سرداروں سے کہا کہ اپنے آدمیوں کو درست کر کے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

اسی اثناء میں میں جاگ اٹھا اور بس۔

دوسرا خواب

ماہِ رمضان کا چاند

مقام :- بھٹصید پور[1]

تاریخ :- ۲۷ ذی الحجہ سنہ

معاملہ ـــــ روز یک شنبہ قمری بست و ششم ماہ ذی الحجہ بہ شب دوشنبہ، وقت صبح کاذب، بر مقام این طرف بھٹصید پور بر کنار جوئے کاویری[1] خواب دیدم کہ بر جائے بلند، ما با مردم استادہ ماہِ رمضان المبارک را می بینیم۔

بہ نظر، ہیچ کس نیامد و بہ نظر ما بسیار باریک و خوش قطع، و گرداگرد

---

[1] دریائے کاویری کے کنارے)

ماہ متعدد ستارہ ہائے ثریا بہ نظر آمدہ اند وما ہمہ مردم را خود می نمائیم
ومی گوئیم کہ انشاء اللہ تعالیٰ فردا عید تحقیقی است وبس۔

ترجمہ

اتوار کے دن قمری ۲۶ر ذی الحجہ، دو شنبہ کی رات میں صبح
کاذب کے وقت دریائے کاویری کے کنارے بٹھید پور کے اس طرف
میں نے خواب دیکھا کہ ہم ایک بلند مقام پر کھڑے ہوئے ماہ
رمضان المبارک کا چاند دیکھ رہے ہیں۔ کسی شخص کو نظر نہ آیا اور ہمیں
نہایت باریک اور خوبصورت چاند کے گرد بہت سے ستارہ ہائے
ثریا نظر آتے ہیں۔ اور ہم خود تمام لوگوں کو دکھا رہے ہیں اور کہتے
ہیں کہ انشاء اللہ کل واقعی عید ہوگی۔ اور بس۔

تیسرا خواب

تخت دہلی اور مرہٹہ سردار

مقام: ؟

تاریخ:۔ ۱۳ ر بہاری سال شاداں ۱۲۱۵ھ

یا کریم کارساز

معاملہ — بتاریخ سیزدہم ماہ بہاری سال شاداں ۱۲۱۵ھ (۱۲۱۵ھ) محمد روز دوشنبہ پنج گھڑی روز باقی ماندہ، خواب دیدم کہ، نزدیکی، لک دہلی، فرود آمدہ ام و سندھا دسند ھیا نا سردار مراتہ با جمعیت خود در اں، نزدیکی فرود آمدہ است و یک، سردار عمدہ از

لہ جس طرح اورنگ زیب شجاع کو ناشجاع اور مراد کو "نامراد" لکھتا تھا اسی طرح ٹیپو نے "سردار" کو "ناسردار" لکھا ہے

فوج دہلی درا ں نزدیکی بود- آں را قول داده طلبیدیم و سردارِ
مسطور و قطب الدین روبروئے ما نشستہ اند و یک سبحہ ہم
روبرو گذاشتہ اند-

ما بسردارِ مذبور می گوییم کہ شما قسم این سبحہ کہ کلام خداست
بخورند- آں وقت ما با شما چیزے خواہم گفت، چنانچہ سردار مسطور قسم بر سبحہ
خورد، آں وقت ما می گوییم کہ شما با فوج خود و قطب الدین خاں با دیگر
جمعیت سرکار، ہر دو کس روبروئے کفار فرود آیند- انشاءاللہ تعالیٰ
تا بہ دہلی رفتہ بند و بست آنجا نمودہ. یک بادشاہ را بر تخت نشاندہ
می ایم کہ دریں قوتِ قوم اسلام است- بعد کفار را تنبیہ واقعی
خواہم کرد و دریں کلمہ و کلام بودم کہ بیدار شدم و ہماں وقت بر
قرطاس نگاشتم- خدا معلی است و بس-

ترجمہ

تاریخ ۱۳ ماہ بہاری سال شاک ۱۲۱۵ محمدی، روز دوشنبہ پانچ
گھڑی دن باقی تھا- جب میں نے خواب دیکھا کہ دہلی کے قریب اترا
ہوں- اور سندھیا، نا سردار مرہٹہ بھی اپنی فوج کے ساتھ، اس
مقام کے قریب ہی پڑاو ڈالے ہوئے ہے- دہلی کی فوج کا ایک بڑا

سردار بھی قریب ہی تھا۔

میں نے اسے قول دے کر بلایا ہے اور سردار مذکور اور قطب الدین[1] ہمارے سامنے بیٹھے ہیں اور ایک تسبیح بھی سامنے رکھے ہوئے ہیں۔

ہم سردار مذکور سے کہتے ہیں کہ اس تسبیح پر کلام خدا پڑھا جاتا ہے۔ اگر تم اس پر قسم کھاؤ تو ایک بات تم سے کہوں گا۔

(اس کے قسم کھانے پر) کہتا ہوں کہ تم اپنی فوج کے ساتھ اور قطب الدین خاں مزید سرکاری فوج کے ساتھ کفار کے مقابلہ کے لئے میدان میں اترو۔

انشاء اللہ دہلی تک جاکر وہاں کا انتظام کروں گا۔ ایک بادشاہ کو تخت پر بٹھا کر واپس آؤں گا کیونکہ اس سے اسلام کو قوت پہنچے گی۔ اس کے بعد کافروں کی پوری طرح تنبیہ کروں گا۔

اسی قسم کی باتوں میں مصروف تھا کہ جاگ اٹھا اور اسی وقت کاغذ پر لکھ لیا۔

خدا بزرگ ہے اور بس۔

---

[1] ٹیپو سلطان کا ایک سردار جسے نظام علی خاں سے گفتگو کے لئے بھیجا گیا تھا

چوتھا خواب

دُودھ کی تھلیاں

مقام :- مدکھیڑ۔ سلام آباد
تاریخ :- ۱۸ ارتقی سال شتا ۱۲۱۸ھ

یا رحیم

بتاریخ ہجدہ ہم ماہ تقی سالِ شتا ۱۲۱۸ھ (۱۲۱۸ھ) محمد بہ شب چہار شنبہ چہار گھڑی شب باقی ماندہ بعد فتح دیوار رام ناتر وقت مراجعت بر مقام مد کھیڑ بہ نزدیکی سلام آباد معاملہ دیدہ شد کہ شخصے در دو سبوچہ شیر مادۂ گاؤ تازہ فلفور (فی الفور) دوشیدہ روبروئے ما آوردہ می گوید کہ ایں شیر مادۂ گاؤ حالا دوشیدہ برائے صاحب آوردہ ام۔ بسیار شیریں وخوشنمزہ و روغن دار است۔ ما از دست اوگرفتہ می بینم کہ در شیرِ تازہ دوشیدہ کف نہایت است وزبدہ

ہم بسیار تازہ تازہ در شیر است۔

ما می گوئیم ایں شیر بسیار شیریں وخوش مزہ باشد۔ گفتہ از دست او گرفتہ بنہادہ ام۔ دریں بین بیدار شدم ونگاشتم

ترجمہ

چہار شنبہ کی رات ماہ تقی کی اٹھارویں تاریخ، سال ۱۲۱۸ھ محمدی کو چار گھڑی رات رہے، رام ناگر کی دیوار فتح کرنے کے بعد، واپس ہوتے ہوئے، سلام آباد کے قریب، مدکھیڑ میں خواب دیکھا گیا کہ ایک شخص دو ٹھلیوں میں گائے کا تازہ اور اسی وقت کا دوہا ہوا دودھ ہمارے سامنے لاکر کہتا ہے کہ گائے کا یہ دودھ ابھی ابھی دوہ کر حضور کے لئے لایا ہوں۔ نہایت شیریں، خوش ذائقہ اور چکنا ہے۔

ہم اس کے ہاتھ سے لے کر دیکھتے ہیں کہ تازہ دوہے ہوئے دودھ میں کف بہت ہے اور دودھ میں بالائی بھی بہت تازہ تازہ ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ دودھ بہت میٹھا اور مزے دار ہو

یہ کہہ کر اس کے ہاتھ سے لیا اور رکھ دیا ہے

اسی درمیان بیدار ہوا اور لکھ لیا۔

پانچواں خواب

سمندری ناریل

مقام : ہرنگا پٹم

تاریخ : ۲۱ر زبرجدی سنہ ء

یا صادق

بتاریخ شب بست ویکم ماہ زبرجدی کہ فردائے آں سہ شنبہ مطابق شب نوزدہم ماہ ذی قعدہ باشد۔ وقت صبح در مقام دارالسلطنت پٹن، خواب دیدم کہ بر بالاخانہ کلاں رفتہ می بینم کہ نارجیل دریائے قریب چہل و پنجاہ گذاشتہ اند و کوچکِ آں برابر لیموں و بزرگِ آں برابر یک سبوچہ بودند۔ ہمہ از دست کشیدہ پیشِ خود گذاشتہ ام وزاں میان یک نارجیل را از دستِ خود شیدہ آب او را خوردم و بسیار تعریف شیرینیِ آب کردہ

می گویم کہ آب این نارجیل ہا بسیار شیرین و خوش گوارا ست و
پیش ازیں دو سہ بار آب نارجیل دریائی خوردہ بودم، آما آب
مذکور بسیار شور بود۔ تعجب است کہ آب این نارجیل ہا چنین
شیرین است۔ دریں اثنا چند زنانِ اجنبی کہ نشستہ بودند آنہا یک
نارجیل کلاں را گرفتہ، تراشیدہ و پوست آں را بر آوردہ سفید
کردہ بدست من دادند و عرض می کنند کہ مغز این بسیار شیرین
است۔ چنانچہ نارجیل مذکور در دست گرفتہ ام دیگر نارجیل ہا پیشِ
رو بودند کہ از خواب بیدار شدم و باز خواب نہ کردم۔

ترجمہ

۱۲ر زبرحدی کی رات میں جس کی صبح کو ۱۹ ارذی قعدہ اور منگل کا
دن ہوگا، صبح ہوتے وقت دارالسلطنت پٹن میں، خواب دیکھا
بڑے بالاخانہ پر جا کر دیکھتا ہوں کہ تقریباً چالیس پچاس دریائی ناریل
رکھے ہوئے ہیں ان میں سے چھوٹے ناریل بڑے لیمو کے برابر ہیں
اور بڑے ٹھلیا کے برابر
میں نے ان سب کو ہاتھ سے ہٹا کر اپنے سامنے رکھ لیا ہے۔
ان میں سے ایک ناریل کو اپنے ہاتھ سے کاٹ کر اس کا پانی پیا

اور پانی کی شیرینی کی بہت سی تعریف کر کے کہتا ہوں کہ اس ناریل کا پانی نہایت میٹھا اور خوش گوار ہے اور اس سے پہلے میں نے دو تین بار دریائی ناریل کا پانی پیا تھا لیکن وہ پانی بہت کھاری تھا۔ تعجب ہے کہ ان ناریلوں کا پانی اس قدر میٹھا ہے۔

اسی اثنا میں چند اجنبی عورتوں نے جو بیٹھی ہوتی تھیں۔ ایک بڑا ناریل اٹھایا، کاٹا اور اس کی چھال دور کر کے سفید گری میرے ہاتھ میں دی اور عرض کرتی ہیں کہ اس کا گودا بہت میٹھا ہے۔ میں نے مذکورہ ناریل ہاتھ میں لیا ہے۔ دوسرے ناریل سامنے رکھے تھے کہ میں نیند سے جاگ اٹھا اور پھر نہیں سویا۔

چھٹا خواب

کانِ بلور

مقام : ؟

تاریخ : ۲۴ر زبرجدی ؁

بتاریخ شب بست و چہارم کہ فردائے آں شنبہ باشد، خواب دیدم کہ شخصے مرد بزرگ آمدہ بدست یک سنگ بلور کلاں آوردہ، دادہ ،می گوید کہ کانِ ایں درکوہ حضرت مخدوم جہاں بہ کند، کہ کوہ مذکور نزدیک سیلم است ۔ چنانچہ مردم معتمد فرستادہ خبر گرفتم کہ

تحقیق کانِ بلور مذکور در کوہ مذبور است۔

ترجمہ

تاریخ ۲۴؍زبرجدی کی رات میں جس کی صبح کو ہفتہ کا دن ہوگا۔ میں نے خواب دیکھا کہ ایک مرد بزرگ ہاتھ میں بلور کا ایک بڑا ٹکڑا لئے ہوئے آئے۔ مجھے دیا۔ اور کہتے ہیں کہ اس کی کان حضرت مخدوم جہاں کی پہاڑی میں کھودو جو سیلم کے قریب ہے۔
میں نے معتمد لوگوں کو بھیج کر معلوم کیا۔ واقعی متذکرہ پہاڑی میں بلور کی کان موجود ہے۔

ساتواں خواب

قلعہ کا محاصرہ

مقام : سلام آباد

تاریخ : ۱۷؍ خردی سنہ ۱۲۱۷

بتاریخ ہفت وہم ماہ خسروی سال سراب سنہ ۱۲۲۱ (سنہ ۱۲۱۷) محمد بر مقام سلام آباد خواب دیدم کہ فوج سرکار احمدی بہ قلعہ مورچال کردہ است و دراں قلعہ قبائل نظام علی خاں و پسر لبالت جنگ است و مردم قلعہ قول می خوانند و ما بدولت تدبیرہائے خوب خوب تیار کردہ ام و کارفرمای مورچال می کنم کہ دریں اثنا بیدار شدم۔

دروقت مقامات (؟) پیش از روانگی قطب الدین خاں و علی رضا پیش نظام علی خاں دیدہ شد۔

ترجمہ

ماہ خسروی کی ۱۷ تاریخ، سال سراب ۱۲۱۷ھ محمدی کو سلام آباد میں خواب دیکھا کہ سرکار احمدی کی فوج نے قلعہ کا محاصرہ کرتے ہوئے خندقیں تیار کرلی ہیں اور قلعہ کے اندر نظام علی خاں کے بال بچے اور لبالت جنگ کا بیٹا ہے اور قلعہ کے لوگ قول دے رہے ہیں۔ مابدولت نے (قلعہ فتح کرنے کے لئے) خوب خوب تدبیریں سوچی ہیں اور خندقیں بنوا رہے ہیں۔

اسی اثنا میں جاگ اٹھا۔

یہ خواب نظام علی خاں کے پاس قطب الدین خاں اور علی رضا کے جانے سے پہلے دیکھا گیا

آٹھواں خواب

تبرکات حضرت بندہ نواز

مقام : سلام آباد

تاریخ : ۵ ماہ راز ثمری سال شتا ۱۲۱۸ مطابق ۳ شوال ۱۲۱۸ء

بتاریخ پنجم ماہ راز ثمری سال شتا مطابق سوم شوال ۱۲۱۸ (۱۲۱۸ء) محمداوک اشارہ ماس ساوہاں ؟) سہ پہر روز پنجشنبہ برمقام سلام آباد وقت مراجعت بہ دارالسلطنت پٹن معاملہ دیدہ شد کہ دو شخص مسن مشائخ باہم برادر با سامان وسرانجام آمدہ اندو می گویند کہ ما یان موافق حکم حضرت بندہ نواز آمدہ ام واں حضور خود تبرکات عنایت فرمودہ اند۔ گفتہ، غلاف کعبہ و مدینہ منورہ ودرگاہ حضرت بندہ نواز وکلام اللہ ونبات دادند و ما ہمہ تبرکات را گرفتہ بہ سر نہادہ وکلام اللہ را واکردہ دیدم کہ بسیار خوش خط است وبر ہر ہر صفحہ قرعان (قرآن)، نام خوش نویس علاحدہ نوشتہ است

وبر چند صفحہ نام حضرت بندہ نواز ودیگر بزرگان مرقوم است وہر دو مشائخ می فرمائیند کہ کلام اللہ از خط بسیار بزرگان وخوش نویسان است۔ حضرت بندہ نواز ہمیشہ در طلاوت (تلاوت) ایں قرمان (قرآن) بزرگ را داشتہ بودند ولبسیار از مہربانی کلام اللہ خاص عنایت فرمودہ اند وخود ہا اولادِ حضرت بندہ نواز ہستیم۔ می گویند و ما بدرگاہِ حضرت بندہ نواز رفتہ فاتحہ می کنم وگرد اگردِ درگاہ تصدق می شوم وچند آیۂ وغیرہ حروف خوش خط کہ بر دروازۂ درگاہ نوشتہ اند، می بنیم کہ دریں اثنا بیدار شدم وبہ سہ پاس روز بنام حضرت بندہ نواز یازدہ دیگ بنات پختہ فاتحہ خواندم۔

ترجمہ

پانچویں تاریخ ماہ راز ثمری سال شتا مطابق ۲۴ر شوال، ۱۲۱۸ھ محمدی (اوک اشارہ ماس سادھاں ...) سہ پہر بروز پنجشنبہ، دارالسلطنت پٹن واپس آتے ہوئے سلام آباد میں خواب دیکھا گیا کہ دو بوڑھے مشائخ جو ایک دوسرے کے بھائی ہیں، کچھ سامان لئے ہوئے آئے اور کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت بندہ نواز کے حکم سے آئے ہیں اور حضرت موصوف نے خود یہ تبرکات عنایت

فرماتے ہیں ۔ یہ کہہ کر مجھے کعبہ و مدینہ منورہ و درگاہ حضرت بندہ نواز کے غلاف کلام اللہ اور مصری دی اور ہم نے یہ جملہ تبرکات لے کر سر پر رکھے اور کلام اللہ کو کھول کر دیکھا کہ نہایت خوش خط ہے اور قرآن کے ہر ایک صفحہ پر خوش نویس کا نام علیحٰدہ علیحدہ لکھا ہے اور چند صفحوں پر حضرت بندہ نواز اور دوسرے بزرگوں کے نام لکھے ہیں اور دونوں مشائخ فرماتے ہیں کہ کلام اللہ بہت سے بزرگوں اور خوش نویسوں کے قلم کا لکھا ہوا ہے ۔ حضرت بندہ نواز اس قرآن بزرگ کو ہمیشہ اپنی تلاوت میں رکھتے تھے اور مہربانیٔ سے یہ خاص کلام اللہ عنایت فرمایا ہے اور ہم خود حضرت بندہ نواز کی اولاد میں سے ہیں ۔

وہ یہ کہتے ہیں اور ہم حضرت بندہ نواز کی درگاہ جاتے اور فاتحہ کرتے ہیں اور درگاہ کے گرد طواف کرتے ہیں اور چند آیتیں، وغیرہ جو درگاہ کے دروازہ پر خوش خط لکھی ہیں دیکھتے ہیں ۔ اسی اثناء میں جاگ اٹھے اور تیسرے پہر کو گیارہ دیگ شیرینی پکوا کر حضرت بندہ نواز کے نام پر فاتحہ دلوایا ۔

نواں خواب

چین کے سفیر اور سفید ہاتھی

مقام : سلام آباد

تاریخ : شب ۳ ثمری ۱۲۱۸؁م شب سلخ رمضان ۱۲۰۵؁

بتاریخ شب سوم ماہ ثمری کہ شب سلخ رمضان باشد کہ فردائے آں عید رمضان المبارک بود سال شتا ۱۲۱۸؁ (۱۲۱۸؁)، محمد بر مقام بیرون سلام آباد در لشکر وقت مراجعت از ملک فرخی خواب دیدہ شد کہ ما بدولت برائے شکار فیل رفتہ دو سہ گلہ افیال کہ قریب دو سہ صد باشد مثل گو سپنداں از سحرا (صحرا)، آوردہ ازاں بہتر بہتر فیلاں را چیدہ گرفتہ ہماں وقت فیل باناں را سوار کردہ باقی مادہ فیل و بچہ ہا را در سحرا (صحرا)، گذاشتہ ام و افیال گذاشتہ رم نہ کردہ ہماں جا می گردند۔ من بعد افیال قید کردہ ہمراہ گرفتہ بہ فرودگاہ آمدم۔ می بینم کہ روبروئے بارگاہ دو فیل سفید و دو اسپ

با چند چاکر نیزه و تفنگ دار از جائے آمده برائے سلام استاده اند و ما هم استاده شده پرسیدم که شمایان از کجا آمده اند۔ آنها بعرض رسانیدند که از سرحد ملک سرکار همراه وکلائے چین آمده ایم۔

بعد داخل دولت سرا در دیوان عام نشسته حکم فرمودیم که وکلائے چین را به حضور آرند۔ چنانچه هر دو وکیل چین با هر دو فیل سفید و دو اسپ حاضر حضور شدند۔ به ادب گاه رسیده آداب بجا آورده پیش ما آمدند۔ آنها را عرض بیگی بر مثل وکلا استاده کرده، دیدم، هر دو شخص پیر مرد و سفید ریش اند۔

حکم نشستن داده بعد ازاں کیفیت خیریت بادشاه چین پرسیده موجب آمدن شان دریافت کردم۔

آنها عرض کردند که سوائے مطلب ازدیاد دوستی نوع دیگر نیست من بعد هر دو فیل و اسپ طلب داشتم و هر دو فیل را گردانیده دیدم وگفتم که در ملکِ شما آئین گرفتن افیال چه طور است و طور شکار کردنِ ما این است که از سحرا (صحرا) گله و فیلان را آورده ازاں میاں آنچه که بهتر باشد آن را گرفته باقی در سحرا (صحرا) برائے چراگاه سر می دهم چنانچه امروز که صید شده است به بنید۔

گفته، حکم کردیم افیال صید امروزه را حاضر کنند۔ چنانچه سی چهل

فیل کہ صید شدہ بودند، آنہا را آوردند۔ و روبروئے وکلا گردانیدہ نمودند۔ گفتم کہ بادشاہ چین از راہ محبت و دوستی کہ ایں فیل و اسپ کہ فرستادہ اند بسیار بہتر است و دوستی چنیں رسم خوش آئندہ است و در سرکار احمدی یک فیل بسیار سفید است و مقدمہ دوستی بر روزگار یادگار می باشد چنانچہ پیش از سہ چہار ہزار سال بادشاہ چین یک فیل سفید و یک اسپ و کنیزک کہ بہ سکندر بادشاہ فرستادہ بودند۔ ایں ذکر در سکندر نامہ حضرت نظامی نوشتہ اند۔ بعد آں ہیچ کسے را نہ فرستادہ باشند مگر خالی برائے سرکار احمدی فرستادند۔

گفتہ و بر وکلا بسیار نواز تہا ساختم۔ وکلائے مذکور بسیار مردانہ (دانا)، و جہاں دیدہ بودند۔ آنہا نیز عرض کردند کہ سوائے بادشاہ سکندر و حضرت دیگر را فیلِ سفید اہل چین نہ فرستادند۔

دریں عرصہ صبح صادق و بیداری شد۔

ترجمہ

ماہ قمری کی ۳۰ تاریخ مطابق ۳۰ رمضان کی شب میں جس کی صبح کو عید ہوگی، سال شتا شش ۱۲۱۸ محمدی، سلام آباد سے باہر فرخی

سے واپس آتے ہوئے، خواب دیکھا گیا کہ مابدولت ہاتھی کا شکار کھیلنے گئے اور ہاتھیوں کے دو تین گلے جن میں دو تین سو ہاتھی ہوں گے، بھیڑوں کی طرح جنگل سے لائے۔ ان میں سے اچھے اچھے ہاتھی چن کر پکڑے، اسی وقت فیل بانوں کو سوار کر کے میں نے باقی ہتھنیوں اور بچوں کو جنگل میں چھوڑ دیا ہے اور چھوڑے ہوئے ہاتھی چلے جانے کے بجائے وہیں گھوم رہے ہیں۔

اس کے بعد پکڑے ہوئے ہاتھیوں کو ساتھ لے کر قیام گاہ پر پہنچا۔ دیکھتا ہوں کہ بارگاہ کے سامنے دو سفید ہاتھی اور دو گھوڑے چند نوکروں کے ساتھ جو نیزہ اور تفنگ لئے ہیں کسی جگہ سے آکر سلام کے لئے کھڑے ہیں اور ہم نے بھی کھڑے ہو کر پوچھا کہ تم لوگ کہاں سے آئے ہو؟

ان لوگوں نے عرض کیا کہ سرکار کے ملک کی سرحد سے بادشاہ چین کے سفیروں کے ساتھ آئے ہیں۔ دولت سرا میں داخل ہونے کے بعد دیوان عام میں بیٹھ کر ہم نے حکم دیا کہ چین کے سفیروں کو حضور میں لائیں۔ چنانچہ چین کے دونوں سفیر دونوں سفید ہاتھیوں اور دونوں گھوڑوں کے ساتھ حضور میں حاضر ہوئے اور ادب گاہ میں پہنچے اور آداب بجا لا کر ہمارے سامنے آئے۔ غرض بیگی نے انھیں سفیروں کے

مانند کھڑا کیا۔ میں نے دیکھا کہ دونوں آدمی بوڑھے ہیں اور ان کی ڈاڑھیاں سفید ہیں[۱]۔ بیٹھنے کا حکم دیا اور اس کے بعد بادشاہ چین کی خیریت پوچھ کر ان کے آنے کا سبب دریافت کیا۔

ان لوگوں نے عرض کیا کہ دوستی بڑھانے کے سوا کوئی اور مطلب نہیں۔ اس کے بعد میں نے دونوں ہاتھی اور گھوڑے طلب کئے اور دونوں ہاتھیوں کو چلا کر دیکھا اور کہا کہ تمھارے ملک میں ہاتھی پکڑنے کا کیا طریقہ ہے۔ ہمارے شکار کا یہ طریقہ ہے کہ جنگل سے ہاتھیوں کے گلّہ کو لا کر ان میں سے جو بہتر ہوتے ہیں ان کو پکڑتے اور باقی کو جنگل میں چرنے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔ چنانچہ جو شکار آج کیا گیا ہے اسے دیکھئے۔

یہ کہکر ہم نے حکم کیا کہ آج کے شکار کئے ہوئے ہاتھی حاضر کریں چنانچہ تیس چالیس ہاتھی، جو پکڑے گئے تھے، سامنے لائے اور سفیروں کے سامنے چلائے گئے۔

میں نے کہا کہ بادشاہ چین کا محبت اور دوستی کی بنا پر یہ ہاتھی گھوڑے بھیجنا بہت اچھا ہے۔ اور ایسی دوستی خوش آئند ہوتی

---

[۱] آٹھویں خواب میں بھی دو سفید ریش بزرگوں کا تذکرہ ہے۔

ہے اور سرکار احمدی میں ایک ہاتھی نہایت سفید ہے۔ اور دوستانہ تعلقات یادگار زمانہ رہتے ہیں۔ چنانچہ چار ہزار سال سے زیادہ عرصہ ہوا، بادشاہ چین نے سکندر بادشاہ کو ایک سفید ہاتھی، ایک گھوڑا اور ایک لونڈی بھیجی تھی)۔ اس واقعہ کو حضرت نظامی نے سکندرنامہ میں لکھا ہے۔ اس کے بعد کسی اور کو نہ بھیجا ہوگا۔ غالباً صرف سرکار احمدی کو بھیجا ہے۔

یہ کہا اور میں نے سفیروں پر بہت سی نوازشیں کیں۔ سفیران مذکور نہایت عقلمند اور جہاں دیدہ لوگ تھے۔ انھوں نے عرض کیا کہ سکندر بادشاہ اور حضرت کے سوا اہل چین نے کسی کو سفید ہاتھی نہیں بھیجے۔

اس عرصہ میں صبح صادق اور بیداری ہوئی۔

دسواں خواب

ہاتھی، ندی اور پہاڑی

مقام :- سرنگا پٹم
تاریخ : ۲۹ر حیدری

بتاریخ بست و نہم ماہ حیدری روز پنجشنبہ وقت صبح در مقام پٹن پیش از جنگ مراتہ (مرہٹہ) معاملہ دیدہ شد کہ بندہ درگاہِ کبریائی بر فیل سوار وبا چندا فیال سوار و اسپ سواراں بطور سیر عبور ندی نمودہ آں طرف ندی رفتہ است و در ندی آب بقدر یک آدم چندے کم است و بعد عبور آب بنا بر خشک کردن پارچہ ہمہ ہا استادہ اند و ما از فیل فرود آوردہ استادہ ام۔

دریں میاں یک فیل خالی کہ نزدیک فیل خاصہ استادہ بود،

ہر دو فیل قصد جنگ کردند و جنگ نہ ساختہ اند۔

در خاطر رسید کہ بر کنارہ ندی یک کریوہ کہ نزدیک بود از اندیشۂ فیل خواستم کہ براں سوار شوم و بہ قدم آہستہ نزدیک کریوہ رفتم و دیدم کہ کریوۂ مذکور راہِ بالا برآمدن نہ دارد۔ خواستم کہ بہر عنوان بالا باید رفت۔

غرض قصد کردہ دیک بار سوار شدم و چند قدم رفتم کہ باز واپس چند قدم شدم۔ من بعد باز قصد کردم و بسیار از محنت بالائے کوہ سوار شدم و بر قلّہ کوہ رفتم از ہمر ماندگی اطراف و جوانب نمی بنیم و روبروئے ما یک دروازۂ کوچک بہ نظر آمد و بہ مجرد اندرون رفتن دریک مردِ بزرگ سلام علیک کردند و طلبیدند۔ نشستم و بسیار لطف ساختہ و نوازش می کند۔ روبروئے مرد بزرگ یک درویش دست بستہ استادہ است و جائے بسیار مصفی و بسیار بلند است کہ گویا جہاں نما ست۔ مارا حیرت است کہ عجب اتفاق و عجب مرد بزرگ ہستند کہ دریں اثنا از خواب بیداری شد۔

درمقام پٹن پیش از جنگ مرانہ۔

ترجمہ

صبح کے وقت پٹن میں ۲۹ رحیدری (سہ ؟) روز پنج شنبہ

کو مرہٹوں کی جنگ سے پہلے خواب دیکھا گیا کہ بندۂ درگاہِ کبریائی ہاتھی پر سوار اور چند فیل سواروں اور اسپ سواروں کے ساتھ بطور تفریح ندی کو پار کر کے اُس طرف گیا ہے اور ندی میں پانی قدِ آدم سے قدرے کم ہے اور پانی سے گذرنے کے بعد کپڑے سکھانے کے لئے سب لوگ کھڑے ہیں اور ہم ہاتھی سے اُتر کر کھڑے ہیں۔

اسی درمیان میں ایک خالی ہاتھی فیل خاصہ کے قریب کھڑا تھا۔ دونوں ہاتھیوں نے لڑنے کا ارادہ کیا لیکن لڑے نہیں۔

ہاتھی کے اندیشہ سے دل میں آیا کہ ندی کے کنارے ایک پہاڑی پر جو نزدیک ہی تھی، چڑھ جاؤں۔ میں آہستہ آہستہ قدم رکھتا ہوا پہاڑی کے قریب پہنچا اور دیکھا کہ پہاڑی کے اوپر چڑھنے کا راستہ نہیں۔ میں نے چاہا کہ کسی طرح بھی اوپر جانا چاہیئے۔

غرض یہ ارادہ کر کے ایک بار چڑھا اور چند قدم آگے بڑھا تھا کہ پھر چند قدم پیچھے واپس ہوا۔

اس کے بعد میں نے پھر ارادہ کیا اور بڑی محنت سے پہاڑی پر چڑھا اور چوٹی پر پہنچا۔

تھکن کے باعث اِدھر اُدھر نہیں دیکھتا۔ سامنے ایک چھوٹا سا

دروازہ نظر آیا اور اندر جاتے ہی ایک بزرگ شخص نے سلام علیک کیا اور بلایا۔

میں بیٹھا۔ وہ بڑی مہربانی اور نوازش کرتے ہیں۔ بزرگ کے سامنے ایک درویش ہاتھ باندھے کھڑا ہے اور جگہ نہایت صاف اور بہت بلند، گویا جہاں نما ہے۔

ہمیں حیرت ہے کہ عجب اتفاق اور عجب مرد بزرگ ہیں۔ اسی اثنا، بیداری ہوئی۔

پٹن میں۔ مرہٹوں کی لڑائی سے پہلے۔

گیارھواں خواب

ریچھوں کا شکار

مقام :۔ نظر بار (میسور)

تاریخ :۔ ۱۰ ثمری ۱۲۱۸ء)

بتاریخ دہم ماہ مقرب ثمری سال شتا ۱۲۱۸ھ (۱۲۱۸ء) محمد بہ مقام نظر بار وقت مراجعت از ملک فرنگی بقصد جنگ نصارا و نظام علی و مراتہ کہ برمکان ندیم بنا پر قواعد فوج و ضابطہ کہ از لشکر بہ فاصلہ نیم کردہ فرود آمدہ بودم، در آنجا خواب دیدہ شد بہ شب پنجشنبہ کہ صبح آں پنجشنبہ بود و قواعد نیز ہمہ روز شد، ایں دیدم کہ شمشیر تو بسیار بہتر از نگر آمدہ است۔ آں را در دست گرفتہ از نیام کشیدہ تعریف می سازم کہ دریں اثنا، مردم شور کردند کہ خرس می آید۔ ما بدولت استادہ شدہ دیدم کہ خرسِ کلاں می آید۔ چونکہ نزدیک رسید ما از شمشیر زدم۔ از یک دار گردنِ خرس بریدہ شد و دار دیگر کہ زدم

دہانِ خرس بریدہ پارہ شد۔ جدا افتاد۔ من بعد محمد رضا میم باشی را کہ در اثنائے راہ آں طرف ننجن گوڑ کہ برائے زدن خر مہا گذاشتہ آمدہ بودم نام بردہ حاضر شد۔ آں را پرسیدم کہ چند خرس زدہ؛ میم باشی مسطور عرض می کند کہ چہار خرس را زدم ویک خرس زخمی شدہ رفت در یں عرصہ بیدار شدم کہ صبح صادق بود و بعد فراغ طعام نہضت یک و نیم کروہ برائے قواعد شد۔ چنانچہ بہ عمل آمدہ و در وقت قواعد میم باش مذبور آمدہ عرض کرد کہ دو خرس را زدہ، پوست بر آوردہ آوردم ویک خرس زخمی شدہ در غار رفت۔

ترجمہ

ماہ مقرب ثمری کی دسویں تاریخ سال شتا ۱۲۱۱ھ محمدی، ملک فرخی سے نصاریٰ (انگریز) نظام علی اور مرہٹوں کا مقابلہ کرنے کے لئے واپس ہوتے ہوئے نظر بار میں جہاں میں نے فوج کے آئین وضوابط کے مطابق لشکر سے ایک میل کے فاصلہ پر اپنا پڑاؤ ڈالا تھا، میں نے خواب دیکھا کہ (پنجشنبہ کی رات میں جس کے گذرنے پر پنجشنبہ ہوگا، دن بھر قواعد ہوتی رہی) نگر سے ایک نئی بنی ہوئی اور نفیس تلوار آئی ہے۔ میں اسے ہاتھ میں لے کر نیام سے نکالنے کے

بعد تعریف کر رہا ہوں اتنے میں لوگوں نے شور کیا کہ ریچھ آرہا ہے۔

عابد ولت نے کھڑے ہو کر دیکھا کہ ایک بڑا ریچھ آرہا ہے۔ جب قریب پہنچا تو ہم نے اُسے اپنی تلوار سے مارا۔ ایک وار میں ریچھ کی گردن کٹ گئی اور دوسری ضرب جو میں نے لگائی اس سے ریچھ کا منہ کٹ کر علیحدہ گر پڑا۔ اس کے بعد محمد رضا میم باشی (ریچھ ہنکانے والا ؟) جسے اُس طرف راستے میں، ننجن گوڑ کے قریب، ریچھوں کو مارنے کے لئے چھوڑ آیا تھا، حاضر ہوا۔

میں نے اس سے پوچھا کہ کتنے ریچھ مارے ؛ میم باشی مذکور عرض کرتا ہے کہ میں نے چار ریچھ مارے اور ایک ریچھ زخمی ہو کر بھاگ گیا۔

اس عرصہ میں جاگ اٹھا۔ صبح صادق ہو چکی تھی۔ ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد ڈیڑھ کوس (تین میل) قواعد کے لئے مارچ کیا۔

قواعد کے وقت متذکرہ میم باشی نے آ کر عرض کیا کہ دو ریچھوں کو مار کر ان کی کھال نکالنے کے بعد لایا ہوں اور ایک ریچھ زخمی ہو کر غار میں گیا ہے۔

بارھواں خواب

میدانِ حشر اور بشارت

مقام: تنگ بھدرا کے کنارے
تاریخ: ۲۱ر حیدری سال بُد د ۱۲۱۳ھ محمدی)

بتاریخ بست ویکم ماہ حیدری سال بُد از حساب زرو مطابق (بجادوں ؟) سال چہلم از دورہ بود، بر مقام آں طرف ندی تم بھدرہ (تنگ بھدرا) معاملہ دیدہ شد کہ روز حشر است ہیچ کس، ہیچ کس نمی پرسد۔ دراں حالت مرد عرب لبسیار قوی ہیکل، جسیم، منور چہرہ و سرخ موے، ریش وبروت آوردہ، آمدہ دست گرفتہ می گویند کہ شما مارا می دانند کہ کیستم؟

ماگفتم کہ خیر۔ مانمی دانم ۔آں زماں فرمودند کہ من مرتضٰی علی ہستم وپیغمبر خدا فرمودہ اند ومی فرمایند کہ بغیر شما قدم خود

در بہشت نہ خواہم نہاد وانتظار ئی شما خواہم کردو با شما در بہشت خواہم رفت و من خوش شدم و بیدار گشتم۔

خدا قادر و پیغمبر خدا شفیع ہستند وبس۔

ترجمہ

بتاریخ ۱۲ حیدری بعد ۱۲۱۳ھ ، بحساب زر (بجھا دوں ؟ ... ؟ دساٹھ سالہ ، دور کے چالیسویں برس کے مطابق ، دریائے تنگ بجدرا کے اس طرف خواب دیکھا گیا کہ قیامت کا دن ہے ۔ کوئی شخص کسی کو نہیں پوچھتا۔

اسی حال میں ایک عرب ، نہایت قوی ہیکل اور جسیم ، چہرہ منور اور بال سرخ ، ڈاڑھی اور مونچھیں نکلی ہوئی آئے ۔ اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا " جانتے ہو کہ ہم کون ہیں ؟ "

ہم نے کہا کہ نہیں ۔ ہم نہیں جانتے ۔ اس وقت فرمایا کہ میں مرتضیٰ علی ہوں اور پیغمبر خدا نے فرمایا ہے اور فرماتے ہیں کہ تمھارے بغیر اپنے قدم جنت میں نہیں رکھوں گا ، تمھارا انتظار کروں گا ۔ اور تمھارے ساتھ بہشت میں جاؤں گا ۔ میں خوش ہوا اور بیدار ہو گیا ۔ خدا قادر ہے ۔ پیغمبر خدا شفیع ہیں اور بس ۔

تیرھواں خواب

نوجوان کے لباس میں عورت

مقام :- شاہ نور

تاریخ :- ۶؍ خسروی سال بُدھ (۱۲۳ محمدی ؟)

پیش از شبخون زدن بر مراتہ بر مقام شاہ نور کہ فوج سرکار احمدی بر مقام نہر دیوگری فرود آمدہ بودم کہ بتاریخ ششم ماہ خسروی بہ شب پنجشنبہ سال بُدھ سن (؟) معاملہ دیدہ شد کہ در مجلس ما مرد جوان، خوش شکل، اجنبی آمدہ نشستہ است و ما بأو استہزا می کنم، باین ترکیب کہ کسے بازن تمسخر کند و نیز در دلِ خود می گویم کہ عادت ما نیست کہ با کسے تمسخر نمائیم - درین میان جواں مسطور برخواستہ چند قدم رفتہ باز گردیدہ از زیر دستار موئے خود را بیرون کردہ گذاشت و بندِ جامہ را واکردہ سینۂ خود را عریاں کردہ، نمود -

می بنیم کہ زن است ۔ باز نام بردہ راطلبیدہ نشاندہ می گویم کہ پیش
ازیں ماکہ ترا مثل زن از قیاس دریافتہ تمسخر کہ می نمودم ۔ حالا یقین
شد کہ تو زن بودی ۔ لباس مرد پوشیدہ بودی ۔ غرض قیاس خوب
کارکرد ۔ دریں گفتگو صبح صادق شد و بیداری شد و پیش دیگر
مردم اظہار خواب و تعبیر کردم کہ انشاء اللہ تعالےٰ ایں سراتہ ہا
لباسِ مردم پوشیدہ اند، درحقیقت زن صفت ہستند ۔ بفضل
الٰہی و بہ اعانت حضرت رسالت پناہی بتاریخ ہشتم ماہ و سال
مذکور بروز پنجشنبہ شب خوں بر فوجِ کفار شد چنانچہ من خود اول
در فوج کفار تبنیہ کناں با دو سہ صد جوان جیش، واحد در فوج کفار،
تا خیمہ ہری پنڈت پھڑکہ (پھڑکیہ) رفتم و ہمہ ہا مثل زنان فوج
کفار نظام گوبخت ۔

ترجمہ

شاہ لوزیں مرہٹوں پر شب خوں مارنے سے پہلے جب سرکار
احمدی کی فوج بہ مقام نہر (؟) دیوگری اتری تھی ۶ خسروی شب
پنجشنبہ سال اُبد (۱۲۱۳ھ) کو خواب دیکھا گیا کہ ہمارے پاس ایک
حسین اجنبی نوجوان آکر بیٹھا ہے اور ہم اس سے اسی طریقہ سے
مذاق کر رہے ہیں جیسے کوئی کسی عورت سے کرتا ہے، اور دل

میں کہتا ہوں کہ ہماری عادت کسی سے مذاق کرنے کی نہیں ۔
اسی اثنا ۔ میں جوان مذکور اٹھا ' چند قدم گیا پھر واپس آکر اپنی پگڑی سے بال باہر کرکے چھوڑ دیئے اور قبا کے بند کھول کر سینہ عریاں کرکے دکھایا ۔ میں دیکھتا ہوں کہ وہ عورت ہے ۔ میں اسے بلاکر بٹھاتا اور کہتا ہوں کہ اس سے پہلے ہم نے صرف قیاس سے تجھے عورت جان کر مذاق کیا تھا ۔ اب یہ قطعی طور پر معلوم ہوگیا ہے کہ تو عورت تھی اور مردوں کا لباس پہن لیا تھا

غرض کہ قیاس نے خوب کام کیا اور میں نے دوسرے لوگوں کے سامنے خواب سناکر یہ تعبیر کی کہ انشاءاللہ تعالےٰ یہ مرہٹے جو مردوں کا لباس پہنے ہوئے ہیں ۔ درحقیقت عورتوں کے اوصاف رکھتے ہیں ۔ اللہ کے فضل اور حضرت رسالت پناہی کی مدد سے ماہ وسال مذکور کی آٹھویں تاریخ کو کفار کی فوج پر شب خوں مارا گیا ۔ چنانچہ میں خود صرف ایک جیش (بریگیڈ) ساتھ لے کر جس میں دو تین سو جوان تھے ، سزا دیتا ہوا کافروں کی فوج میں گھسا اور ہری پنڈت پھڑکیہ کے خیمہ تک پہنچ گیا ۔ اور نظام کی زن صفت کافر فوج کے مانند سب بھاگ گئے ۔

چودھواں خواب

انگریزوں کا فرار

مقام: سرنگاپٹم
تاریخ: ۸ر جعفری ۱۲۱۸ھ

بتاریخ ہشتم ماہ جعفری سال شتا ۱۲۱۸ھ (شتا ۱۲۱۸) محمد برمقام دارالسلطنت پٹن در دریا باغ معاملہ دیدہ شد کہ جائی بہ نزدیکی تراکیم اشجار جنگ بانصارہ شد و ہمہ فوج نصارہ متفرق شدہ فراری شدند و بفضل فتح فوج سرکار احمدی شد و نامرداں کفار با چند نصارہ نزدیک خانۂ کلاں رفتہ دروازہ رابستہ ماند و با مردم می گویم، چہ باید کرد۔ مردم ظاہر می سازند کہ در را باید شکست کہ تا خانہ کہ رنگین است، خراب نہ شود و ما می گویم کہ خانہ خشتی و پختہ است، لہذا در را آتش دادہ سوختہ ہمہ نصارہ را

از شلک تفنگ باید کشت ۔

دریں میان صبح و بیداری شد ۔ بفضل الٰہی ہم چنیں بوقوع خواہد آمد ۔

ترجمہ

تاریخ ۸ ، رجعفری سال شتا ۱۲۱۸ محمد ، دریا باغ واقع دارالسلطنت پٹن میں خواب دیکھا گیا کہ درختوں کے جھنڈ کے قریب نصرانیوں (انگریز) سے جنگ ہوئی اور نصرانیوں کی ساری فوج تتر بتر ہو کر بھاگ گئی اور خدا کے فضل سے سرکار احمدی کی فوج کو فتح ہوئی اور کافروں کا ناسردار چند نصرانیوں کے ساتھ ایک بڑے مکان میں گیا اور دروازہ بند کرلیا اور میں لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا کرنا چاہیئے ۔

لوگ کہتے ہیں کہ دروازے کو توڑ ڈالنا چاہیئے تاکہ مکان جس میں نقش نگار بنے ہیں خراب نہ ہو اور ہم کہتے ہیں کہ مکان اینٹوں کا بنا ہوا اور پختہ ہے اس لئے آگ لگا کر جلا دو اور جملہ نصرانیوں کو بندوقوں کی گولیوں کا نشانہ بنا کر ختم کردو ۔ اسی اثناء میں صبح اور بیداری ہوئی ۔ اللہ کے فضل سے ایسا ہی ہوگا ۔

پندرھواں خواب

تیز چاقو

مقام: دیوگری
تاریخ: ۲۴ رواسعی سال دلو مطابق ۱۲۰۰ھ

تمارتیخ بست وچہارم ماہ واسعی سالی دلو ۱۲ سنہ (۱۲۰۰ء) ہجری مقام دیوگری خواب دیدہ شدکہ کارو بسیار خوب وجوہردار ودستہ آں ازدنداں ماہی ولبتہ ازعقیق سرخ است در دست گرفتہ تعریف کردم وباچند تحفان خلعت بہ سوتے صاحب نامی مشائخ بنگلور رادادم دمیر معین الدین می گویند کہ ایں کارد بسیار بہتراست ۔مابیروں رفتہ ازسوتے صاحب زر دادہ گرفتہ بہ رومالِ خود خواہم بست ومن می گویم کہ قبضۂ شمشیر سنگ یشم بہ شما خواہم داد۔

دریں اثنا بیداری شد۔ وقت صبح بود۔

ترجمہ

۲۴ رو اسعی سال دلو (۱۲۱۳ھ) محمدی ۱۲۰۰ھ ہجری میں نے دیوگری کے مقام پر خواب دیکھا کہ ایک چاقو نہایت تیز اور جوہر دار ہے اور اس کا دستہ مچھلی کے دانت کا بنا ہے اور اس میں سرخ عقیق نصب ہیں۔

میں نے ہاتھ میں لیا اور تعریف کی اور چند تھان خلعت کے ساتھ بنگلور کے مشائخ، سوتے صاحب کو دیا اور میر معین الدین کہتے ہیں کہ یہ چاقو بہت اچھا ہے۔ ہم باہر جا کر سوتے صاحب سے روپیہ دے کر لیں گے اور اپنے رومال سے باندھیں گے اور میں کہتا ہوں کہ تلوار کا قبضہ، سنگ یشب کا بنا ہوا تمھیں دوں گا۔

اسی اثناء میں بیداری ہوئی۔ وقت صبح کا تھا۔

سولھواں خواب

بادل، سانپ، شیر اور پھول

مقام: ٹہرتلہ
تاریخ: ۲۳ رجعفری سنہ؟

بتاریخ بست و سوم ماہ جعفری روز پنجشنبہ بر مقام ٹہرتلہ آں طرف ننجن گوڑ وقت قصد جنگ نصارائے بیدین، خواب دیدہ شد کہ در خانۂ اُپشتی، وقت شب نشستہ ام و مردم می گویند کہ برف و سرما مثل ابر منجمد شدہ می آید و ازیں سرما مردم ہلاک خواہند شد۔

چنانچہ ما می گویم کہ خدا فضل خواہد کرد۔ وقتیکہ ابر سرما نزدیک رسید ما ہم در عطاق (طاق)، رفتہ نشستم و اندرونِ عطاق (طاق)، یک مار بود۔ آں را زدم و بیروں برآمدہ بنیم کہ یک شیر کلاں است۔

می گریزد۔ مابدستِ خود تفنگ گرفتہ قدرے تعقب کردہ در سنگ
لاخ و زمین سخت از (؟) تفنگ شیر راز دم دمی بنیم کہ ہماں
ابر می آید و می بنیم استادہ ۔ می بنم کہ ابر نزدیک رسیدہ
مثل باران رحمت می بارد و در باران گل موگرہ کلاں کلاں و
از دیگر گلہائے کوچک سحرائی (صحرائی)، غنچہ ہا بستہ شدہ می بارد
و ما می گویم کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ عزو شانہٗ در رحمت گلہائے
خوب خوب مرحمت فرمودہ است و می فرماید۔

دریں خوشی بودم کہ بیداری شد و صبح کردم ۔ حق تعالیٰ
فضل خود سازد۔

ترجمہ

ماہ جعفری کی ۲۳ تاریخ روز پنجشنبہ کو نجن گوڑے کے اس طرف
ٹرتلہ میں بیدین نصرانیوں ۔ (انگریزوں) سے جنگ کا قصد کرتے
وقت، یہ خواب دیکھا گیا کہ میں پچھلے گھر میں رات کے وقت بیٹھا ہوا
ہوں اور لوگ کہتے ہیں کہ برف اور سرد ہوا اس طرح آرہے ہیں جیسے
بادل جم گئے ہوں، اور اس سردی سے بہت سے لوگ ہلاک
ہو جائیں گے

اس پر ہم کہتے ہیں کہ خدا فضل کرے گا۔ جس وقت سردی لانے

والا بادل قریب آیا تو ہم بھی کمرے میں جا کر بیٹھ گئے اور کمرے کے اندر ایک سانپ تھا۔ اسے مارا اور باہر آکر دیکھا کہ ایک بڑا شیر ہے بھاگ رہا ہے۔ ہم اپنے ہاتھ میں بندوق لئے کچھ دور پیچھا کر کے پتھریلی اور سخت زمین پر بندوق سے شیر کو مارتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہی بادل آرہا ہے اور کھڑے ہو کر دیکھتے ہیں کہ بادل نزدیک پہنچا اور مثل باران رحمت کے برس رہا ہے اور بارش میں موگرے کے بڑے بڑے پھول اور دوسرے چھوٹے جنگلی پھولوں کی کلیاں برس رہی ہیں۔ اور ہم کہتے ہیں کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ عزوشانہ نے اپنی رحمت سے بہت اچھے اچھے پھول عنایت فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

اسی مسرت کے عالم میں بیداری ہوئی اور صبح۔
اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے۔

سترھواں خواب

جنگل اور شیر نما گائے

مقام: سلام آباد
تاریخ: ۷/ جعفری ۱۲۱۷؁ محمدی

بتاریخ ہفتم ماہ جعفری سال سراب ۱۲۱۷؁ (۱۲۱۷؁) محمدؐ روز سہ شنبہ بر مقام سلام آباد پیش از قصد گرفتن دیوار رام نائر بعد نماز مغرب مناجات کردہ شد کہ الٰہی در کوہ کفارانِ دار الحرب مانع سوم وسلات (صوم وصلوٰۃ) اند و آنہا را یک قلم مشرف بہ اسلام ساز کہ تا دینِ پیغمبرِ تو قوی گردد۔

وہم دراں شب در خواب وقت صبح دیدہ شد کہ از راہ تراکم اشجار رہ گذر گذشتہ لشکر سرکار احمدی فرود آمدہ است۔
در اثنائے راہ نزدیک خیمہ گاہ دیدہ شد کہ یک مادہ گاؤ معہ بچہ

مثل شیر کلاں ببری دار و صورت و دندان وغیرہ بطور شیر است و ہر دو پائے پیش، مثل گاو و ہر دو پائے عقب ندارد۔ از پا ئے ہائے پیش چیزے حرکت می کند و براحدی اذیت نہ رساند ما خوب ملاحظہ کردہ بہ لشکر رسیدہ چند مردم را تاکید کردم کہ تیار شدہ بیایند کہ تا انشاء اللہ تعالےٰ رفتہ آں مادہ گاو شیر صورت رامعہ بچہ او چو رنگ زدہ از دستِ خود پارہ پارہ می کنم۔

گفتہ اسپانِ طویلہ خاصہ دیدہ حکم فرمودم کہ دو اسپانِ طویلہ خاصہ نیلہ را زود زین بستہ تیار کردہ بیارد۔ دریں صبح صادق شد و بیدار گردیدم۔

تعبیر آں ہمہ وقت بہ خاطر گذشت کہ نصارائے کوہ مثل مادہ گاو بچہ دار بشکل شیر است بفضل الٰہی و بیمن و رعایتِ حضرت رسالت پناہی بسہل مکانِ مسطور مفتوح خواہد شد و ہمہ نصارائے بیدین قتل خواہند شد و از پائے پیش کہ حرکت می کند، بغیر چیزے، خود قصدِ جنگ خواہد کرد و پائے عقب کہ ندارد یعنی کمک او ہیچ نہ خواہد کرد و ہیچ مسلمان را از دستِ او اذیت نہ خواہد رسید۔ بعون اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ

بتاریخ ۲، جعفری سال سراب ۱۲۱۷ھ محمدی روز سہ شنبہ، رام ناتر کی دیوار پر قبضہ کرنے کے قصد سے پہلے، سلام آباد میں مغرب کی نماز کے بعد مناجات کی گئی کہ اے اللہ پہاڑی علاقہ میں کفار مانع صوم وصلوٰۃ ہیں اور ان سب کو مشرف بہ اسلام کرتا کہ تیرے پیغمبر کا دین طاقتور ہو اور اسی شب صبح کے وقت خواب میں دیکھا گیا کہ درختوں کے جھنڈ اور گھاٹ سے گذر کر، سرکار احمدی کا لشکر اترا ہے۔

راستہ میں خیمہ گاہ کے قریب دیکھا گیا کہ ایک گائے، بچہ کے ساتھ، بڑے ببری وار شیر کے مانند ہے۔ جس کی صورت اور دانت شیر جیسے ہیں اور آگے کے دونوں پیر گائے کے پیروں جیسے دونوں پچھلے پاؤں نہیں۔ سامنے کے پیروں سے کوئی شے حرکت کر رہی ہے مگر کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتی۔

ہم خوب ملاحظہ کر کے لشکر پہنچے، چند لوگوں کو تاکید کی کہ تیار ہو کر آؤ تاکہ انشاء اللہ تعالےٰ ہم جا کر اس شیر صورت گائے کو معہ بچہ کے چورنگ کر کے اپنے ہاتھ سے ٹکڑے ٹکڑے کریں۔

یہ کہہ کر طویلہ خاص کے گھوڑوں کو دیکھ کر میں نے حکم فرمایا کہ

خاصہ کے دو تربیت یافتہ گھوڑے، زین کس کر جلد تیار کر کے لائے جائیں۔

اسی اثناء میں صبح صادق ہوئی اور میں جاگ اٹھا اور اسی وقت میرے ذہن میں اس خواب کی تعبیر یہ آئی کہ ان پہاڑیوں کے نصرانی (انگریز ؟ پرتگیز؟) شیر کی شکل میں بچہ والی گائے کے مانند ہیں۔

اللہ کے فضل اور حضرت رسالت پناہی کی مہربانی اور مدد سے متذکرہ (دیوار) فتح کر لی جائے گی اور تمام بے دین نصرانی قتل کئے جائیں گے۔ اور سامنے کے پیروں میں جو حرکت ہوتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بغیر سبب کے جنگ کا ارادہ کریں گے اور پچھلے پاؤں جو نہیں ہیں اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی کوئی مدد نہ کرے گا اور کسی مسلمان کو اس کے ہاتھوں اذیت نہ پہنچے گی بعون اللہ تعالےٰ۔

اٹھارواں خواب

زمرد مثل نارنج

مقام: پٹن؟

تاریخ:- ۹ تا ۱۵ ار بہاری ۱۲۲۳ء م

بفضل الٰہی در ماہ بہاری سال شاد ۳۲۲۱ (۱۲۲۳ء) مولود محمد از نہم تا پانزدہ ہم دو معاملہ دیدہ شد۔

اول ایں کہ یک مردے آمدہ چند زمرد بہتر و برنگ قسم اول و درکلانی بے مثل قدر نارنج آوردہ بدست ما دادہ است۔ ما می گوئیم در ریاست ما ایں قدر کلاں زمرد نہ بود۔ بفضل الٰہی شامل حال است کہ ایں قدر کلاں کلاں زمرد حق تعالیٰ عنایت فرمودہ

است۔

وقتِ صبح بود۔ بیداری شد۔

ترجمہ

اللہ تعالےٰ کے فضل سے ماہ بہاری سال شاد ۱۲۳۳ھ مولود محمد لونیں اور پندرھویں تاریخ کے درمیان دو خواب دیکھے گئے۔

پہلا خواب یہ تھا کہ ایک شخص آیا ہے اور چند بڑے زمرد جو نہایت عمدہ، رنگ کے اعتبار سے اول درجہ کے بے مثل اور لیمو کے برابر تھے، لاکر ہمارے ہاتھ میں دیتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ ہماری ریاست میں اس قدر بڑے زمرد نہ تھے۔ اللہ کا فضل شامل حال ہے کہ اتنے بڑے بڑے زمرد اللہ تعالےٰ نے عنایت فرمائے ہیں۔

صبح کا وقت تھا۔ بیداری ہوئی۔

انیسواں خواب

بُت خانہ کا مینار اور آگ

مقام: پٹن؟

تاریخ: ۹ر تا ۱۵ر ماہ بہاری سال شاد ۱۲۲۳ء مولود محمد

خواب دویم ایں است کہ برکو پر د؟) یعنی بر دروازۂ بُت خانہ کہ مینارا ست برآں کفاراں برائے روشنی از چوب ہا بلند بستہ براں روشنی کردند۔ بمجرد آں روشنی خاموش شد و چوب ہا از بالا افتادند و کوپرد؟) ہم خود بہ خود افتاد چناں آواز شد کہ تمام عمارات در لغزش آمد و بندار بندہ) درگاہ الٰہی ہم سراسیمہ شدہ بیرون عمارت آمدہ می گویم کہ آدم ہا زود بروند۔ خبر بگیرند کہ نزدیک آں بُت خانہ خانۂ مردم بسیار بودند۔ از احوال آں ہا دریافت نمایند و مردم رفتہ خبر آوردہ کہ لو پر دکوپر؟) افتاد۔ ہمہ مردم نزدیکِ آں

بخیر اند در عرصہ صبح شد۔ بیدار شدم۔

ترجمہ

دوسرا خواب یہ ہے بت خانہ کے دروازہ پر جو مینار ہے اس پر کافروں نے روشنی کے لئے لمبی لمبی لکڑیاں باندھ کر روشنی کی تھی۔ یکایک روشنی گل ہوگئی اوپر سے لکڑیاں گر پڑیں اور دروازہ بھی گر پڑا اور کمان بھی خود بخود گر پڑی اور ایسی بلند آواز ہوئی جس سے تمام عمارتیں تھرانے لگیں اور بندہ درگاہ الٰہی بھی گھبرا کر مکان سے باہر آکر کہتا ہوں کہ لوگ جلد جائیں۔ خبر لیں کیونکہ اس بُت خانہ کے قریب بہت سے لوگوں کے گھر تھے۔ ان کے حالات دریافت کریں۔

اور لوگ جا کر خبر لائے ہیں کہ مینار گر پڑا ہے۔ اس کے قریب رہنے والے سب لوگ خیریت سے ہیں۔ اس عرصہ میں صبح ہوگئی۔ میں بیدار ہوا۔

بیسواں خواب

ختم سہ حرفی اور مرہٹہ چور

مقام :- پٹن ؟

تاریخ : ۲۹/جعفری شاد ۱۲۲۳ھ م ۲۸/محرم پنجشنبہ ۱۲۱۰ھ م

بتاریخ بست و نہم ماہ جعفری سال شاد ۱۲۲۱ھ (۱۲۲۳ھ)
مولود محمد مطابق بست و ہشتم ماہ محرم بروز پنجشنبہ وقت صبح
معاملہ دیدہ شد کہ باجماعت کسیر (کثیر) نماز صبح ادا نمودہ ہما (ہمہ)
ہانشستہ اند و سید علی قاضی و عبدالرحمٰن خاں مولوی می گویند کہ
در یک جلسہ ختم سہ حرفی باید خواند۔ بسیار فضیلت است و ما
قبول کردم دمی گویند کہ یک صد اسم باید خواند۔ ما می گودیم (گوئیم)، کہ
من ہم شریک ہستم۔ اما از ما دیر نشستن نمی شود۔ سوائے (برائے)
ما یک صد اسم را مقرر کنید و ما ہم شریک ایم۔ چنانچہ مقرر کردند۔
مقرر کردند (دوبار لکھا ہے) واز حرف میم شروع کردند۔

وقتیکه ختم شروع شد۔ من ہم شریک ام و سوائے ختم خوانان دیگر مردم ہماں وقت یک طرف نشستہ طعام می خورند۔

وقتیکہ برائے نماز می رفتم از (؟) یعنی پل عبور کردہ با ہمہ مردم می رفتم۔ آں زماں یک مرہٹہ (مرہٹہ) سیاہ فام و جسیم خابے (قابے) دست سو بروئے ما آمدہ۔ بمجرد دیدن او ما خنجر کشیدم و می گوئیم تو کدام است؟ بگو

آں کس می گوید کہ خود نوکر دھوندجی ام و خانہ (خان؟) سامان او بودم۔ از طلا و نقرہ آوردہ ام۔ بگیرند۔ و آہ و زاری کند۔

ما می گوئیم تو تا ادائے نماز بہ نشیں۔ بعد فراغ نماز خواہم گفت۔

چنانچہ او نشستہ بود۔ بعد فراغِ نماز غلام علی آمد و عرض کرد کہ ایں کس در خانۂ ما فرود آمدہ است و ما می گوئیم شما خبردار باشند کہ بسیار دزد است و اسپ شما گرفتہ خواہد گریخت و نیز با (بہ) او کافر می گوئیم کہ زرِ آوردہ در سرکار خداداد برسان و تو خوب دریافت کن کہ ہم چہ بد ذات را اگر بگذارم یک عالم خراب خواہد شد و دریں عرصہ بارش ہم بسیار بارید و ما ہم دریں حال بیدار شدم۔

ترجمہ

بتاریخ ۲۹ر جعفری سال شاد ۱۲۲۳ھ مولود محمد مطابق ۲۸ر محرم

بروز پنجشنبہ وقت صبح خواب دیکھا گیا کہ

ایک بڑی جماعت کے ساتھ فجر کی نماز پڑھ کر سب لوگ بیٹھے ہیں اور قاضی سید علی اور عبدالرحمٰن خاں مولوی، کہتے ہیں کہ ایک مجلس میں سہ حرفی کا ختم کیا جائے۔ اس میں بڑی برکت ہے۔

اور ہم نے قبول کیا اور کہتے ہیں ایک سو نام پڑھے جائیں۔ ہم نے کہا کہ میں بھی شریک ہوں لیکن ہم سے دیر تک نہیں بیٹھا جاتا۔ ہمارے لئے ایک "سو نام مقرر کر دیجئے اور ہم بھی شریک ہیں۔ چنانچہ مقرر کیا اور حرف، "میم" سے شروع کیا گیا۔ "ختم" پڑھنے کا آغاز ہوا تو میں بھی شریک ہوں اور ختم پڑھنے والوں کے علاوہ دوسرے لوگ اسی وقت ایک طرف بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں۔

جب میں نماز کے لئے جا رہا تھا تو پل کو پار کر کے سب لوگوں کے ساتھ جا رہا تھا۔ اسی وقت ایک مرہٹہ سردار، نہایت سیاہ فام اور بڑے ڈیل ڈول والا ننگا خالی ہاتھ ہمارے سامنے آیا۔

اس کو دیکھتے ہی ہم نے خنجر کھینچا اور کہتے ہیں کہ تو کون ہے؟ کہنہ۔

وہ شخص کہتا ہے کہ میں ڈھونڈ جی کا نوکر ہوں اور اس کا خانساماں رہا ہوں ۔ سونا چاندی لایا ہوں ۔ اسے قبول فرمائیں ۔ اس کے ساتھ ہی آہ وزاری کرتا ہے ۔

ہم کہتے ہیں کہ تو نماز ختم کرنے تک بیٹھ ۔ نماز کے بعد تجھ سے بات کروں گا ۔

چنانچہ وہ بیٹھا تھا ۔ نماز سے فراغت پانے پر غلام علی آیا اور عرض کیا کہ یہ شخص ہمارے گھر میں اُترا ہے ۔ ہم کہتے ہیں کہ تم ہوشیار رہو کہ یہ پکا چور ہے اور تمھارا گھوڑا لے کر بھاگ جائے گا ۔ اور اس کافر سے کہتا ہوں کہ جو سونا لایا ہے اسے سرکار خداداد میں داخل کر اور خوب جان لے کہ ایسے بدذات چور کو اگر چھوڑ دوں تو ساری دنیا تباہ ہوگی اور اس عرصہ میں خوب خوب پانی برس رہا ہے اور ہم بھی اسی حال میں جاگ اُٹھے ۔

اکیسواں خواب

نظام کا سفیر اور دہن بے دنداں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقام: ؟

تاریخ: ۲۵ ربانی راسخ ۱۲۲۲ محمدی

بتاریخ بست و پنجم ماہِ ربانی سال راسخ ۲۲۲۱ (سنہ ۱۲۲۲) مولود محمد بوقت چہار گھڑی روز باقی ماندہ بود کہ معاملہ دیدہ شد کہ دیوان نظام علی خاں آمدہ است و شکل او این است کہ در دہان دنداں نہ دارد و بہ ریش خزاب (خضاب) کردہ و درخواست کمک می خاہد (خواہد) و بندۂ درگاہ الٰہی این جواب می دہد کہ خوب۔ حالا شما فرود آئید۔ با مشیران مشورت کردہ جواب خواہم گفت۔

گفتہ، آں را برائے فرود آمدن بیرون قلعہ روانہ کردہ می گویم کہ با این ہا سخن دلاسا باید کرد۔ اول از طرف پونہ والا درخواست کمک

کردند و حالا ایں ہا درخواست می کنند۔

گفتہ، ایں ہارا اعتبار ندارند۔ دریں عرصہ بیدار شدم۔

ترجمہ

بتاریخ ۵ ۲ ماہ ربانی سال راسخ ۱۲۲۲ھ مولود محمد چار گھڑی دن باقی رہے، خواب دیکھا گیا کہ

نظام علی خاں کا دیوان آیا ہے اور اس کی شکل یوں ہے کہ منہ میں دانت نہیں ہیں۔ ڈاڑھی میں خضاب لگایا ہے اور مدد کی درخواست کر رہا ہے۔

اور بندۂ درگاہِ الٰہی یہ جواب دیتا ہے کہ اچھا۔ فی الحال تم اُترو۔ اپنے مشیروں سے مشورہ کرکے جواب دوں گا۔

یہ کہہ کر اسے اُترنے کے لئے قلعہ کے باہر روانہ کیا اور کہتا ہوں کہ ان لوگوں سے دلاسے کی باتیں کرنا چاہیے۔ پہلے پونہ والے کی طرف سے مدد کی درخواست کی گئی اور اب یہ لوگ درخواست کرتے ہیں۔

پھر میں نے کہا۔ ان لوگوں کا اعتبار نہیں۔

اس عرصہ میں جاگ اُٹھا۔

بائیسواں خواب

ننگی مورتیں

مقام: سرنگا پٹم؟

تاریخ: ۸ ر ذاکری بہ شب سہ شنبہ کہ روز فردائے آں چہار شنبہ باشد سال حراست سنہ ۱۲۲۱ھ (سنہ ۱۲۲۴) مولود محمد مطابق ہفتم ماہ جمادی الثانی سنہ ۲۱ (سنہ ۱۲۱۲ ہجری؟) وقت صبح معاملہ دیدہ شد۔

یک بت خانہ است کلاں و عقب آں قدرے شکستہ است و درآں چند بت کلاں کلاں نشستہ اند و مابدولت باچند مردم در بت خانہ رفتہ می بنیم و بت ہا مثل آدم می بنید و جسم آنہا حرکت می کند و مابدولت می گویم کہ تعجب است کہ چشمہائے بتاں مثل زندہ حرکت می کنند۔ چہ سبب باشد۔ گفتہ نزدیک آنہا رفتم و در

آخر صف بتاں یک دو زن بت است و ازاں یک زن از میانِ ہر دو زانوے خود ساری بر آوردہ می گوید کہ خود ہا زن ہستیم و دیگر بتاں بشکلِ مرد و بصورت مختلفہ ہستند و می گویند خود ہا از مدت یاد حق می کنم خود را پرورش باید کرد۔ و من ہم می گویم کہ خوب است۔ شما ہم چناں در یاد حق مشغول باشند۔

گفتہ حکم بہ مردم کردم کہ مکان شکستہ ایں ہا را درست کردہ بدہند۔

دریں اثنا بیدار شدم۔

ترجمہ

بتاریخ ۸؍ماہ ذاکری، منگل کی رات میں جس کی صبح کو چہار شنبہ ہوگا، سال حراست سنہ ۱۲۲۴ مولود محمد مطابق ۸؍جمادی الثانی سنہ ۱۲ھ د سنہ ۱۲۱۲ھ، صبح کے وقت خواب دیکھا گیا کہ

ایک بڑا بُت خانہ ہے اور اس کا پچھواڑہ قدرے ٹوٹا پھوٹا ہے اس بت خانہ میں چند بڑے بڑے بُت بیٹھے ہیں اور مابدولت چند

اس خواب کے بعد چند واقعات خواب نامہ میں ہیں جنھیں آخر میں درج کیا جائے گا۔

لوگوں کے ساتھ بت خانہ کے اندر جاکر دیکھتے ہیں اور اُن کے جسم حرکت کرتے ہیں اور مابدولت کہتے ہیں کہ تعجب ہے کہ ان بتوں کی آنکھیں زندوں کی طرح حرکت کرتی ہیں۔ کیا سبب ہوگا؟ کہہ کر میں ان کے نزدیک گیا۔ اور بتوں کی آخری صف میں ایک دو نسوانی بت ہیں اور ان میں سے ایک بُت نے اپنی دونوں ٹانگوں کے بیچ سے ساڑی اٹھاکر کہا کہ ہم عورتیں ہیں اور دوسرے بُت مردوں کی شکل اور مختلف دوسری صورتوں کے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم لوگ مدت سے خدا کو یاد کرتے ہیں اور ہماری پرورش کرنی چاہیے۔

اور میں بھی کہتا ہوں کہ اچھا ہے۔ تم اسی طرح خدا کی یاد میں مشغول رہو۔

یہ کہکر میں نے لوگوں کو حکم دیا کہ اس کھنڈر کو درست کر کے انھیں دے دیں۔

اسی اثناء میں جاگ اٹھا۔

تیئیسواں خواب

فیل سواری اور آموں کے گچھے

مقام :۔ سرنگا پٹم

تاریخ :۔ ۱۲ ار جعفری ۱۲۲۴ھ محمدی

بتاریخ دوازدہم ماہ جعفری سال حراست ۱۲۲۱ھ دسنہ ۱۲۲۴، مولود محمد بروز دوشنبہ وقت صبح معاملہ دیدہ شد کہ بندہ درگاہ کبریائی بر فیل سوار شدہ می رود و در باغ انبہ رفتم و بر درختان دیدم خوشہ ہائے انبہ بسیار است وہر انبہ بقدر یک دست دراز و گندہ بسیار و ہم انبہ مدور کہ بقدر نارجیل تر است۔ انبہ ہا را دیدہ بسیار خوش شدم و انبہ ہائے کلاں کلاں بسیار از درختاں چیدہ در

عماری فیل رو بروئے خود پُر کردہ ام و در درختاں می گردم و دریں اثنا بیدار شدم۔

ترجمہ

بتاریخ ۱۲ ماہ جعفری سال حراست ۱۲۲۴؁ مولود محمد روز دوشنبہ وقت صبح خواب دیکھا گیا کہ

بندۂ درگاہ کبریائی ہاتھی پر سوار ہو کر جا رہا ہے اور آم کے ایک باغ میں گیا اور درختوں پر دیکھا آموں کے بہت سے گچھے ہیں اور ہر آم ہاتھ بھر لمبا اور بہت موٹا ہے اور گول آم ناریل کے برابر ہیں۔

میں آموں کو دیکھکر بہت خوش ہوا اور درختوں سے بہت سے بڑے بڑے آم توڑ کر میں نے اپنے سامنے عماری میں بھر لئے ہیں اور درختوں کے درمیان گھوم رہا ہوں۔

اسی اثنا میں جاگ اٹھا۔

چوبیسواں خواب

فرانسیسی سپاہی

مقام :- سرنگاپٹم ؛

تاریخ :- ۱۲ بہاری سال حراست ۱۲۲۴ محمدی

بتاریخ دوازدہم ماہ بہاری سال حراست ۱۲۲۱ھ (۱۲۲۴ء،
مولود محمد بہ شب پنجشنبہ کہ فردائے آں جمع (جمعہ) باشد بندۂ درگاہ
اللہ بر وقت صبح چناں معاملہ دیدہ کہ
درحضور عرض شد کہ یک فرنگی عمدۂ فرانسیس آمدہ است و مااور
طلبیدم و فرنگی مذکور آمد۔
وقتیکہ فرنگی بحضور آمد آں زماں مابدولت در کارے مشغول بودم
ہرگاہیکہ فرنگی نزدیک مسند رسید آں زماں آں را دیدہ برخواستم

(برخاستم) و باو معانقه کردم و نشاندم و بعد ازاں خیریت دریافتم

ولنصارۂ مذبور می گوید کہ خود برائے نوکری سرکار خداداد بارہ ہزار فرنگی آمدہ ام وہمہ فرنگیاں را برکنارۂ دریا فرود آوردہ ام وہمہ ہا بسیار قوی ہیکل وتنومند وجوان ہستند۔ ہمہ ہارا برکنارۂ دریا فرود آوردہ حاضر شدہ ام و مابدولت می گویم کہ بسیار خوب شد۔ دریں جاہم بفضل الٰہی ہمہ اسبابِ جنگ تیار واہل اسلام قوم قوم مستعد جہاد ہستند۔

دریں عرصہ صبح شد و بیدار شدم۔

ترجمہ

بتاریخ ۱۲ ماہ بہاری سال حراست ۱۲۲۴ھ مولود محمد پنجشنبہ کی رات میں جس کی صبح کو جمعہ ہوگا، بندۂ درگاہ اللہ نے صبح کے وقت اس طرح خواب دیکھا کہ

حضور میں عرض کیا گیا کہ ایک فرنگی جو فرانسیسی سردار ہے، آیا ہے اور ہم نے اسے طلب کیا اور فرنگی مذکور آیا۔

جس وقت فرنگی حضور میں آیا اُس وقت مابدولت ایک کام میں مصروف تھے جب فرنگی مسند کے پاس پہنچا تب میں

اُسے دیکھکر اٹھا اور اُس سے گلے ملا اور بٹھایا اور اس کے بعد
خیریت پوچھی اور نصارٰی مذکور کہتا ہے کہ میں سرکار خداداد میں
دس ہزار فرنگی جوانوں کے ساتھ نوکری کے لئے آیا ہوں اور
جملہ فرنگیوں کو دریا کے کنارے اُتارا ہے اور سب کے سب
نہایت قوی ہیکل تنومند اور جوان ہیں۔ سب کو دریا کے کنارے
اُتار کر حاضر ہوا ہوں اور مابدولت کہتے ہیں کہ بہت اچھا ہوا۔
یہاں بھی خدا کے فضل سے جنگ کا سارا سامان تیار ہے
اور ہر قوم کے مسلمان جہاد کے لئے آمادہ ہیں۔
اسی عرصہ میں صبح ہوگئی اور میں جاگ اُٹھا۔

پچیسواں خواب

اسد علی خاں کی آمد

مقام :- سرنگا پٹم ؟

تاریخ :- ۱۴ / بہاری سال حراست سنہ ۱۲۲۴ محمدی

بتاریخ چہاردہ ہم ماہ بہاری سال حراست سنہ ۱۲۲۱ (سنہ ۱۲۲۴) مولود محمد بہ شب شنبہ معاملہ دیدہ شد۔ اسد علی خاں آمدہ عرض می کند کہ خود ملک کڑوپہ را تسخیر کردہ آمدہ ام۔ اگر حکم شود با چہار ہزار سوار نوکری می کنم وما بدولت می گویم کہ بہتر است۔ اما سوائے نوکری چہار ہزار سوار چیزے پیش کش سالیانہ بدہد۔

دریں عرصہ صبح شد۔ بیدار شدم۔

ترجمہ

بتاریخ ۱۴؍ ماہ بہاری سال حراست ۱۲۲۴ھ مولود محمد شنبہ کی رات میں خواب دیکھا گیا کہ

اسد علی خاں آکر عرض کرتا ہے کہ میں کڑپہ کو فتح کرکے آیا ہوں۔ اگر حکم ہو تو چار ہزار سواروں کے ساتھ ملازمت کروں اور مابدولت کہتے ہیں کہ اچھا ہے۔ لیکن چار ہزار سواروں کی نوکری کے علاوہ کچھ سالانہ پیش کش بھی دے۔

اسی عرصہ میں صبح ہوگئی۔ میں بیدار ہوا۔

چھبیسواں خواب

ولایت میں انگریزوں کی شکست

مقام : سرنگاپٹم

تاریخ :- ۳ رازی ۱۲۲۴ مطابق یکم شعبان ۱۲۱۱ھ

بتاریخ سوم ماہ رازی مطابق غرہ ماہ شعبان ۱۲۲۱ (۱۲۲۴) مولود محمد بروز دو شنبہ بہ شب سہ شنبہ در دارالسلطنت معاملہ وقت صبح چنیں دیدہ شد کہ رگنات (رگھو ناتھ) راؤ نامی وکیل مراتہ (مرہٹہ) کہ سابق آمدہ بود، آں کس حاضر است و می گوید خبر

نوٹ :- یکم شعبان ۱۲۱۱ کو دو شنبہ تھا جو ۳ رازی ۱۲۲۴ کے مطابق ہے۔ (تقویم ہجری و عیسوی۔ انجمن ترقی اردو) مطابق ۳۰ ر جنوری ۱۷۹۷ء۔ اس خواب کے بعد ایک صفحہ خالی ہے۔ غالباً ٹیپو اس پر کوئی خواب لکھنا چاہتا تھا جو کسی علیحدہ کاغذ پر لکھا گیا تھا اور اس کتاب میں داخل نہ ہو سکا۔

رسیدہ است انگریز در ولایت بسیار شکست یافتہ است و ملک بنگالہ خود بخود گذاشتہ می رود۔

بعد استماع تقریر او ما بدولت گفتم کہ خوب است۔ فوج استادہ و زر نیز سرکار خدا داد آوردہ خواہد شد۔ انشاءاللہ تعالے از ملک ہند نصارا را بر آوردہ خواہد شد۔

ترجمہ

بتاریخ ۳۰ ماہ رازی ۱۲۲۴ مولود محمد مطابق یکم شعبان (۱۲۱۱ھ؟) روز دو شنبہ اور سہ شنبہ کی رات دارالسلطنت میں صبح کے وقت اس طرح خواب دیکھا گیا کہ

مرہٹوں کا سفیر، رگھناتھ راؤ، جو پہلے بھی آیا تھا، حاضر ہے اور کہتا ہے۔ اطلاع آئی ہے کہ انگریزوں کو ولایت میں سخت شکست ہوئی ہے اور ملک بنگالہ کو خود بخود چھوڑ کر جا رہے ہیں

اس کی بات سننے کے بعد ما بدولت نے کہا کہ بہت اچھا ہے۔ سرکار خداداد کی طرف سے فوج تیار ہے اور روپیہ لایا جائے گا۔

انشاءاللہ تعالیٰ ہندوستان سے نصارا کو نکال دیا جائے گا۔

ستائیسواں خواب

کعبہ میں اور حجرِ اسود

مقام :- نبجن گوڑ

تاریخ :- ۲۹ ر رازی ۱۲۲۴ھ مطابق ۲۷ر شعبان ۱۲۱۱ھ

بتاریخ بست و نہم ماہ رازی مطابق بست و ہفتم شعبان ۱۲۲۱ھ (۱۲۲۴ھ) مولود محمد بر مقام نبجن گوڑ کہ برائے شکار سواری خاص متوجہ بودہ وہمہ زماں برائے تیاری قلعہ مذکور حکم فرمودہ و نام الا اباد (الہ آباد) نہادہ شدہ دراں تاریخ وقت صبح معاملہ دیدہ شد کہ

ما بدولت برائے حج رفتہ ام۔ وقتیکہ اندرون حرم کعبہ شدم یک شخصے معمر عمدہ عرب آمدہ مارا اندرونِ خانۂ کعبہ بردہ می گوید کہ چنیں نماز کنید و ما مطابقِ گفتۂ مُشارُالیہ نماز کردم و بعد ازاں می گوید حجر الاسود کہ در دیوار بست است آں را بوسہ دہید و ما آں

سنگ را بوسہ دادم و آں سنگ سیاہ در دیوار طولانی مربعہ بست
بود و ما بوقت بوسہ دادنِ سنگ بسیار خوشش، شدم و بہ ادب
بوسہ دادم و اندرون خانۂ کعبہ کہ جائے خورد است و در آں جا یک
صندوق است۔ شخص مسطور می گوید کہ ایں دستارے کہ گذاشتہ
اند ایں دستار بہ شما را از طرفِ خدا عنایت است۔ بگیرند۔ گفتہ،
از صندوق دستار بر آوردند و بدستِ ما دادند و یک طرف
(۱) و یک طرف ا گرفتہ وا کردہ دیدم کہ دستار زریں و بسیار
پرتکلف است۔ بعد لماخظہ

ہماں طور باحتیاط بستہ در صندوق گذاشتہ گرفتم و بعد
ازاں بیرون برآمدم۔

بزرگ مذکور می گویند دریں جا یک بت است و با ومسخری
کنید و سنگ زنید۔

موافق گفتہ اوشاں سنگ زدم و بعد زیارتِ دیگر بزرگان
می کنم۔ دریں عرصہ بیدار شدم۔

ترجمہ

بتاریخ ۲۹؍ ماہ رازی ۱۲۲۴ھ مولود محمد مطابق ۲۷؍ شعبان

(۲۱ربیع الاول) مقام ننجن گوڑ جب ہم سوار ہو کر شکار کے لئے گیا تھا اسی زمانہ میں قلعہ مذکور کی تیاری کا حکم فرمایا اور اللہ آباد نام رکھا گیا اور اسی تاریخ صبح کے وقت خواب دیکھا گیا کہ

ما بدولت حج کے لئے گئے ہیں۔ جب ہم حرم کعبہ کے اندر گیا تو ایک عمر رسیدہ آدمی، جو عرب کا سردار معلوم ہوتا تھا، آیا ہم کو خانہ کعبہ میں لے گیا اور کہتا ہے کہ اس طرح نماز ادا کرو اور ہم نے مشارٌ الیہ کے کہنے کے بموجب نماز ادا کی اور اس کے بعد وہ کہتا ہے کہ حجر اسود جو دیوار میں نصب ہے اُسے بوسہ دیجئے اور ہم نے اس پتھر کو بوسہ دیا اور وہ سیاہ پتھر ایک لمبی دیوار میں نصب تھا اور ہم پتھر کو بوسہ دیتے وقت نہایت خوش ہوئے اور ادب سے بوسہ دیا اور (دیکھا کہ) خانہ کعبہ کے اندر جگہ چھوٹی ہے اور وہاں ایک صندوق ہے۔

شخص مذکور کہتا ہے کہ یہ دستار جو رکھی گئی ہے، یہ دستار آپ کو خدا کی طرف سے عنایت ہوئی ہے۔ اسے آپ لے لیں۔

یہ کہا اور صندوق سے انہوں نے دستار نکالی اور ہمارے ہاتھ میں دی اور ایک طرف سے انہوں نے اور ایک طرف سے ہم نے پکڑ کر کھولا دیکھا کہ دستار زریں اور نہایت پر تکلف ہے۔ ملاحظہ کے بعد اسی

طرح احتیاط سے باندھ کر صندوق میں رکھ کر میں نے لیا اور اس کے بعد باہر آگیا۔

بزرگ مذکور کہتے ہیں کہ اس جگہ ایک بُت ہے۔ اس کے ساتھ ٹھٹھول کرو اور پتھر مارو۔

ان کے کہنے کے مطابق میں نے پتھر مارا اور اس کے بعد دوسرے بزرگوں کی زیارت کرتا ہوں

اس عرصہ میں جاگ اُٹھا۔

اٹھائیسواں خواب

ایک بالشت لمبی تازہ کھجوریں!

مقام: سرنگاپٹم

تاریخ :- ۲ر ذاکری ۱۲۲۵ محمدی مطابق ۳ر جمادی الثانی ۱۲۱۳ھ، دوشنبہ

در دارالسلطنت بتاریخ شب دوشنبہ کہ فردائے آں دوشنبہ دویم ماہ ذاکری سال سازر ۱۲۲۱ھ (۱۲۲۵) مولود محمد مطابق سوم ماہ جمادی الثانی باشد معاملہ دیدہ شد کہ

در سہ طبق نقرہ خورمائے تازہ کہ اں را رطب خوانند، آوردہ روبرو گذاشتہ اند۔ ودانہ ہائے خرما برابر یک یک وجیب ہمہ تازہ و پُراز شیر اند و می گویند کہ در باغ تیار شدہ است۔ ودریں میاں بیدار شدم۔ وقت صبح بود۔

تعبیر ایں خواب بندۂ درگاہ الٰہ ہم چنیں کرد کہ بفضل رحیم کارساز

دولت وخزانۂ ہر سہ کفار بدست خواہد آمد و بتاریخ سوم ماہ مذکور خبر آمد کہ نظام علی مرد۔

ترجمہ

دوشنبہ کی رات میں جس کی صبح کو دوشنبہ اور تاریخ ۲ر ماہ ذاکری سال ساز ۱۲۲۵؁ مولود محمد مطابق ۳ر جمادی الثانی (۱۲۱۲؁) ہوگی خواب میں دیکھا گیا کہ

چاندی کے تین طباقوں میں تازہ کھجوریں جنھیں رُطب کہتے ہیں، لاکر میرے سامنے رکھی گئی ہیں۔ اور کھجوروں کے تمام دانے ایک ایک بالشت (۹۔انچہ) لمبے ہیں۔ سب تازہ اور شیرہ سے بھرے ہوئے اور لوگ کہتے ہیں کہ باغ میں پیدا ہوئی ہیں۔

اسی اثناء میں جاگ اٹھا۔ صبح کا وقت تھا۔

تعبیر:- اس خواب کی تعبیر الحمدللہ کہ اس بندہ نے اس طرح کی ہے کہ رحیم اور کارساز خدا کے فضل سے تینوں کافروں کی دولت اور سلطنت ہاتھ آئے گی۔

ماہ مذکور کی تیسری تاریخ کو خبر آئی کہ نظام علی؎ خاں مرگیا۔

؎:- یہ صرف افواہ تھی۔ نظام علی خاں کی وفات ۶ر اگست ۱۸۰۳ء کو ہوئی۔

انتیسواں خواب

انگریزوں سے جنگ

مقام :۔ سرنگا پٹم

تاریخ :۔ ۱۸ ذاکری ۱۲۲۵ م ۱۶ جمادی الثانی ۱۲۱۲ ہجری (چہار شنبہ،

بتاریخ ہیجدہم ماہ ذاکری سال ساز ۱۲۲۵ (۱۲۲۵)

مولود محمد مطابق شانزدہم ماہ جمادی الثانی ۱۲۱۲ (۱۲۱۲ ہجری)۔

روز چہار شنبہ در دارالسلطنت معاملہ دیدہ شدہ۔

بوقت صبح درمیان سرکار خداداد و نصارہ جنگ واقع است۔

برکریوۂ بندۂ درگاہ ایستادہ است و فوج ہم برہمان کوہ استادہ

نوٹ :۔ ۱۶ جمادی الثانی ۱۲۱۲ چہار شنبہ م ۶ دسمبر ۱۷۹۷ (تقویم۔ انجمن۔ کراچی)

است۔ ہمہ مردم می گویند کہ مارا بنا بر سر کردن تفنگ حکم شود انشاءاللہ تعالیٰ نصارہ را (ز) ملک ہند بر می آریم۔

دریں عرصہ بیدار شدم۔

ترجمہ

بتاریخ ۱۸ ماہ ذاکری سال ساز ۱۲۲۵ مولود محمد مطابق ۱۶ جمادی الثانی ۱۲۱۲ ہجری بروز چہارشنبہ، دارالسلطنت میں خواب دیکھا گیا کہ

صبح کے وقت سرکار خداداد اور نصارا کے درمیان جنگ ہوئی بندۂ درگاہ ایک پہاڑی پر کھڑا ہے اور فوج بھی اسی پہاڑی پر کھڑی ہے۔

سب لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں بندوقیں چلانے کا حکم ہو۔ انشاءاللہ ہم لوگ نصارا کو ہندوستان سے باہر نکال دیں گے۔

اس عرصہ میں جاگ اٹھا۔

تیسواں خواب

مشائخ کی محفل اور بندوق

مقام :- سرنگا پٹم

تاریخ :- ۱۲ر ذاکری سال ساز ۱۲۲۵ م ۱۹ر جمادی الثانی ۱۲۱۲ھ شنبہ

بتاریخ بست و یکم ماہ ذاکری سالی ساز ۱۲۲۵ (۱۲۲۱ھ) مولو محمد مطابق نوزدہم ماہ جمادی الثانی سن یک ہزار دو صد و دوازدہ (۱۲۱۲ھ) ہجری بروز شنبہ در دار السلطنت معاملہ دیدہ شد کہ

بندہ درگاہ در مجلس بزرگان رفتہ می بیند کہ ہمہ بزرگاں پنجاہ شصت کس نشستہ اند و ہمہ ہا سلام و علیک کردند و می بینم کہ درمیاں صاحبانِ مذکور "عطاؤ اللہ" شاہ صاحب نشستہ اند و مرا طلبیدند و من روبروئے شاں نشستہ ام و می گویند کہ شما تفنگ بگیرید و من جواب

مادم کہ صاحب من مرد سپاہی ہستم۔ پیش ہر کہ تفنگ وغیرہ اسلحہ واسلحہ، کہ باشد ازانِ من است ازپیش ہمہ ہا خواہم گرفت ودریں میاں بیدار شدم۔

ترجمہ

بتاریخ ۱۸ر ماہ ذاکری سال ساز ۱۲۲۵ھ مولود محمد مطابق ۱۹ ار جمادی الثانی ۱۲۲۰ھ ہجری بروز شنبہ، دارالسلطنت میں خواب دیکھا گیا کہ

بندہ درگاہ بزرگوں کی مجلس میں جاکر دیکھتا ہے کہ تمام بزرگ جن کی تعداد پچاس ساٹھ کے قریب ہوگی، بیٹھے ہیں اور سب نے "سلام و علیک" کیا اور میں دیکھتا ہوں کہ ان صاحبوں کے درمیان "عطاء اللہ" (عطاء اللہ) شاہ صاحب بیٹھے ہیں اور مجھے بلاتے ہیں اور میں ان کے سامنے بیٹھا ہوں اور وہ کہتے ہیں کہ تم بندوق اٹھاؤ اور میں نے جواب دیا کہ صاحب! میں سپاہی ہوں جس شخص کے پاس بھی بندوق وغیرہ جیسے ہتھیار ہوں میرے ہیں۔ سب سے پہلے ہتھیار اٹھاؤں گا۔ اور اسی اثنار میں جاگ اٹھا۔

اکتیسواں خواب

دستاروں کے تحفے

مقام :- سرنگا پٹم

تاریخ :- ۲۵ رحمانی ۱۲۲۵ء جمعہ م ۲۴ ماہ رجب ۱۲۱۲ھ ہجری

بتاریخ بست وپنجم ماہ رحمانی روز جمعہ کہ شب آں شنبہ باشد ۱۲۲۱ھ (۱۲۲۵) مولود محمد معاملہ دیدہ شد۔ وقت صبح۔ یک دستار سبز محمد رسول اللہ عنایت فرمودہ اند کہ برسر بندو چنانچہ من بستم و بعدازاں حضرت بندہ نواز یک دستار عنایت فرمودند کہ برسر بند و آں ہم بستم۔ بعدازاں حضرت احمد دستار عنایت فرمودند کہ برسر بند و آں ہم بستم وبالائے کوہ یک قلعہ بہتر بود آں را من رفتہ ملاحظہ می کنم کہ دریں عرصہ بیدار شدم و درخواب تعبیر می کنم

نوٹ :- ۲۴ رجب ۱۲۱۲ جمعہ م ۱۲ جنوری ۱۷۹۸ء۔

کہ حق سبحانہٗ و تعالے و پیغمبر ما سلطنت ہفت اقلیم عنایت فرمودند
مطابق بست و چہارم ۔ ماہ رجب ۱۲۱۲ (۱۲۱۲) ہجری باشد ۔

ترجمہ

بتاریخ ۲۵ ربیع الثانی ۱۲۲۵ مولود محمد روز جمعہ جس کی رات ہفتہ کی رات ہوگی ۔ خواب دیکھا گیا کہ ۔ "صبح کے وقت محمدؐ رسول اللہ نے ایک سبز دستار مرحمت فرمائی کہ سر پر باندھ لو ۔ میں نے حسب الحکم باندھ لی اور اس کے بعد حضرت بندہ نواز نے ایک دستار عنایت فرمائی کہ سر پر باندھ لو ۔ اور وہ بھی میں نے باندھ لی ۔ اس کے بعد حضرت احمد نے دستار عنایت فرمائی کہ سر پر باندھو اور میں نے وہ بھی باندھ لی اور پہاڑی پر ایک عمدہ قلعہ تھا ۔ میں جا کر اُسے دیکھ رہا ہوں کہ اسی عرصہ میں جاگ اٹھا اور خواب ہی میں ۔ تعبیر کرتا ہوں کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ اور ہمارے پیغمبر نے ہفت اقلیم کی سلطنت عنایت فرمائی ہے ۔

مطابق ۲۴ رجب ۱۲۱۲ ہجری ۔

بتیسواں خواب

ندی اور ہاتھیوں کا پُل

مقام :۔ پٹن ؟

تاریخ :۔ ۱۲/۱ احمدی سال شاداب ۱۲۲۶ھ پنجشنبہ

بتاریخ دوازدہم بہ شب پنجشنبہ ماہ احمدی سال شاداب ۱۲۲۱ھ (۱۲۲۶ھ)، مولود محمد معاملہ دیدہ شد۔ بہ کنارہ رود ہمہ لشکر است و بندگان عالی ہم سوار اسپ ہستند و می فرمایند کہ ایں ندی طغیانی است۔ ہمہ فیلاں را طلبیدہ از یک سراسر مثل

نوٹ :۔ اس خط میں پہلی بار ٹیپو نے اپنے لئے "بندگان عالی" کے ۲۶ استعمال کئے ہیں۔

سداستادہ کردہ می فرمایند کہ از بالائے فیلاں ودر پناہ فیلاں ہمہ لشکر عبور ندی کند۔

ہمہ لشکر عبور ندی کند۔ درایں عرصہ بیداری شد۔

ترجمہ

بتاریخ ۱۲؍ احمدی سال شاداب ۱۲۶ مولود محمد شب پنجشبہ کو یہ خواب دکھا گیا کہ

سارا لشکر ندی کے کنارے پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے اور بندگانِ عالی بھی گھوڑے پر سوار ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ ندی میں طوفان آیا ہوا ہے۔ جملہ ہاتھیوں کو طلب کرکے ایک دوسرے کو ملا کر دیوار کی طرح کھڑا کیا اور فرماتے ہیں کہ ہاتھیوں کے اوپر سوار ہوکر اور ان کی پناہ میں سارا لشکر ندی کو پار کرے۔

پورا لشکر ندی پار کرتا ہے۔ اسی عرصہ میں بیداری ہوئی۔

تینتیسواں خواب

بادام اور بُت

مقام :- سرنگاپٹم

تاریخ :- یکم دینی سال شاداب ۱۲۲۶ محمدی

بتاریخ غرہ ماہ دینی سال شاداب ۱۲۲۶ مولود محمد بروز پنجشنبہ در دارالسلطنت چہار گھڑی روز باقی ماندہ چنیں معاملہ دیدہ شد کہ در بادام ختم، سالگرام کہ بت کفار است، چند داخل کردہ ختم می خوانیم، بدیں نیت کہ بتانِ کفار است ایں ہا کہ حالا مسلمان شدہ اند انشاء اللہ تعالے ہمہ کفار ہم مشرف باسلام خواہم شد و بعد خواندن ختم می گوئیم کہ حالا بتان کفار ہمہ مسلمان شدہ انداز میاں بادام ایں سنگہا را برآرید وعوض اینہا بادام داخل کنید بفضل اللہ تعالی

تعبیر این است کہ ہمہ کفار، مسلمان و ملک بدست سرکارِ خداداد خواہد آمد۔

ترجمہ

بتاریخ یکم ماہ دینی سال شاداب ۱۲۲۶ھ مولود محمد بروز پنجشنبہ چار گھڑی دن رہے دارالسلطنت میں اس طرح خواب دیکھا گیا کہ ہم "ختم" کے موقعہ پر باداموں میں، چند سالگرام (جو کافروں کا بت ہے)، شامل کرکے ختم پڑھ رہے ہیں، اس نیت کے ساتھ کہ یہ کافروں کے بت ہیں اور چونکہ اب یہ مسلمان ہو چکے ہیں اس لیے انشاء اللہ جملہ کافر بھی مشرف بہ اسلام ہو جائیں گے۔

اور "ختم" پڑھنے کے بعد کہتا ہوں کہ اب کافروں کے جملہ بت مسلمان ہو چکے ہیں ان باداموں میں سے ان پتھروں کو نکال لو اور ان کے بجائے بادام شامل کر دو۔

اس خواب کی تعبیر میرے خیال میں یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے جملہ کفار مسلمان ہو جائیں گے اور ان کا ملک سرکار خداداد کے قبضہ میں آجائے گا۔

چونتیسواں خواب

شیخ سعدی

مقام: ؟

تاریخ:- ۱۳ر خسروی ۱۳۲۶ سنہ م ۱۱ر جمادی الاول ۱۲۱۳ سنہ ہجری شب سہ شنبہ

بتاریخ سیزدہم ماہ خسروی روز دو شنبہ سہ یک ہزار و دو صد و بست و شش (۱۳۲۶ سنہ) مولود محمد مطابق یازدہم جمادی الاول ۱۲۱۳ سنہ (۱۲۱۳ سنہ)، شب چہاردہ ہم کہ فردائے آں سہ شنبہ باشد وقت صبح چنیں معاملہ دیدہ شد کہ حضرت سعدی شیرازی آمدہ اند۔ شکل صاحب موصوف ایں است کہ جسم و سر کلاں و ریش کلاں کبود و سفید است۔

ما بدولت صاحب موصوف را بسیار تعظیم و تکریم کردہ نشاندہ ام و صاحب موصوف بسیار خوش وقت اندو ما پرسیدم کہ صاحب کدام کدام (ملک) دیدہ اند؟

می فرمانید کہ ملک ہندوستاں و ملک ارکاٹ و ملک عبدالنبی خاں و ملک ز کالونپت ؟ و ملک کوکن دیدہ ام و باز شعر و ابیات می خوانند و در دولت سرا گرداگرد می گذرند و نشستہ اند کہ دریں اثنا بیدار شدم کہ صبح بود۔

ترجمہ

بتاریخ ۱۳ ماہ خسروی روز دوشنبہ ۱۳۲۶ مولود محمد مطابق ۱۱ جمادی الاول ۱۲۱۳ھ کہ چودھویں رات اور اس کی صبح کو سہ شنبہ ہوگا، صبح کے وقت اس طرح خواب دیکھا گیا کہ

"حضرت سعدی شیرازی آئے ہیں۔ صاحب موصوف کی شکل یوں ہے "بھاری بدن ہے بڑا سر ہے اور بڑی کھچڑی ڈاڑھی"۔

مابدولت نے صاحب موصوف کو بڑی تعظیم و تکریم کرکے بٹھایا ہے۔ اور صاحب موصوف بہت مسرور ہیں اور ہم نے پوچھا کہ جناب نے کون کون سے ملک دیکھے ہیں؟

فرماتے ہیں کہ میں نے ملک ہندوستان و ملک ارکاٹ و ملک عبدالنبی خاں۔ و ملک کالونپت و ملک کوکن دیکھا۔

اور اس کے بعد اشعار اور ابیات سناتے ہیں۔ اور دولت سرا میں چاروں طرف گھومتے اور بیٹھے ہیں کہ اسی اثناء میں"

جاگ اٹھا کیونکہ صبح ہو گئی تھی۔

نوٹ :- ۱۱ر جمادی الاول سنہ ۱۲۱۲ م ۱۲ر اکتوبر سنہ ۱۷۹۶ ہوتی ہے لیکن دن دوشنبہ کے بجائے یکشنبہ تھا۔ اس لئے دوشنبہ کو ۱۲ر جمادی الاول سنہ ۱۲۱۲ اور ۲۲ر اکتوبر سنہ ۱۷۹۶ ہونی چاہیے۔

(تقویم۔ انجمن)

پینتیسواں خواب

مولانا جامی

مقام: حمید آباد (؟)

تاریخ:- ۲۴ر تقی سال شاداب ۱۲۲۶ھ م ۲۲ر ذالحجہ ۱۲۱۳ھ جمعہ[1] (۲۲ر محرم ۱۲۱۳ھ)

بتاریخ بست وچہارم ماہ تقی سال شاداب روز جمعہ ۱۲۲۶ھ (۱۲۲۶ھ)، مولود محمد برمقام حمید آباد (؟) مطابق بست ودوم ذی الحجہ ۱۲۱۳ھ (۱۲۱۳ھ) ہجری وقت سہ پہر روز چنیں معاملہ دیدہ شد۔ بندہ درگاہ اللہ تعالےٰ درباغے رفتہ است ودراں جا عمارات ہا است۔ درآنجا می گویند کہ حضرت مولانا جامی آمدہ فرود شدہ اند ما پیش مولانا رفتم وپرسیدم کہ تشریف فرمودن صاحب

---

[1] یہ تاریخ درست نہیں غالباً ۲۲ر محرم ۱۲۱۳ھ ہے۔ دیکھئے اردو ترجمہ۔

بسیار بہتر صاحب موصوف می گویند کہ بنا بر دیدنِ شما آمدہ ام۔
باز ما می گویم تشریف آوردنِ آں صاحب بسیار بہتر و بجا شد۔
درزمان سلف حضرت مولانا سعدی بودند و درزمان ما حق سبحانہ
تعالیٰ عزشانہٗ مولانا جامیؔ را پیدا نمودہ پیش ما فرستادہ است۔
سعادت حاصل خواہم کرو۔
گفتہ مولائے موصوف راہمراہِ خود بدولت خانہ آوردم وہم
دراں شب وقت صبح معالمہ دیدہ شد۔

ترجمہ

بتاریخ ۲۴ ماہ تقی سال شاداب روز جمعہ ۱۲۳۶ مولود محمد
مطابق ۲۲ ذالحجہ ۱۳۱۲ ہجری۔ دن میں تیسرے پہر کو حمیدآباد میں
اس طرح خواب دیکھا گیا کہ
"بندہ درگاہ اللہ تعالےٰ ایک باغ میں گیا ہوا ہے اور وہاں کئی
عمارتیں ہیں اور وہاں کہتے ہیں کہ مولانا جامی آئے اور ٹھیرے ہوئے ہیں۔
ہم مولانا کے پاس گئے اور کہا کہ بہت اچھا ہوا جو آپ تشریف
لائے اور صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ تمھیں دیکھنے کے لئے آیا ہوں۔
پھر ہم کہتے ہیں کہ بہت اچھا اور مناسب ہوا جو آپ تشریف لائے

پرانے زمانے میں مولانا سعدی کو اور ہمارے زمانے میں حق سبحانہ تعالےٰ نے مولانا جامی کو پیدا کر کے ہمارے پاس بھیجا ہے۔ سعادت حاصل کرنی چاہیے۔

یہ کہا اور مولانائے موصوف کو اپنے ساتھ دولت خانہ میں لایا اور اسی رات صبح کے وقت ایک اور خواب دیکھا گیا۔

نوٹ:- ۲۲ر ذی الحجہ سنہ ۱۲۱۳ کو ۲۷ر مئی سنہ ۱۷۹۹ تھی حالانکہ اس وقت سلطان شہید ہو چکا تھا۔ ۲۳ر خسروی سنہ ۲۶ مطابق ۲۷ر محرم سنہ ۱۲۱۴ ہجری روز جمعہ۔ سلطان نے سہواً محرم کے بجائے ذی الحجہ لکھا ہے م ۲ر جولائی سنہ ۱۷۹۹ء۔

چھتیسواں خواب

ایک عورت اور تین کیلے

مقام :- حمید آباد ؟

تاریخ :- ۲۴ ر تقی سال شاداب سنہ ۱۲۳۶ م ۲۲ ر ذی الحجہ سنہ ۱۳۱۲ جمعہ

یک زن جوان ، خوش رو باجواہر ولباس خوب پیش ما آمدہ در دست زن مرقومہ سہ کنار پختہ کلاں مثل خیارِ بزرگ آوردہ در دستِ بندۂ درگاہ اللہ داد و ما می گویم ایں قدر کلاں کنار گاہے دیدہ نشد وازاں یک کنار خردم (خوردم) - دیدم کہ بسیار شیریں وخوشبو دار است - مایں اثناء بیدار شدم -

---

ترجمہ

اسی رات صبح کے وقت خواب دیکھا گیا کہ

ایک جوان اور حسین عورت، نہایت خوبصورت زیور اور کپڑے
پہنے ہوئے ہمارے سامنے آئی ہے۔

اس عورت کے ہاتھ میں بڑے کھیرے کے مانند تین بڑے کیلے
ہیں جنھیں اُس نے اس بندۂ درگاہ کے ہاتھ میں دے دیا۔

اور ہم کہتے ہیں کہ اس قدر بڑا کیلا کبھی نہیں دیکھا گیا۔ ان میں
سے ہم نے ایک کیلا کھایا۔ بہت میٹھا اور خوشبودار پایا۔

اسی اثناء میں جاگ اُٹھا۔

سینتیسواں خواب

دشمن کی فوجیں

مقام :- سرنگا پٹم

تاریخ :- ۱۰ر رحمانی سال شاداب سنہ ۱۲۲۶ م ۹ر شعبان سنہ ۱۲۱۳ ہجری

بتاریخ دہ ہم ماہ رحمانی سال شاداب سنہ ۶۲۲۱ (سنہ ۱۲۲۶) مولود محمد مطابق نہم شعبان سنہ ۳۱۲۱ (سنہ ۱۲۱۳) ہجری یک ہزار ودو صد وسیزدہ ہجری بہ شب چہار شنبہ کہ فردائے آں چہار شنبہ باشد، در دار السلطنت معاملہ دیدہ شد کہ اول یک فوج کفار کہ آمدہ بود آں را از طرف سرکار۔ خداداد قتل واسیر کردہ شد وہم می گویم کہ خبر رسیدہ است دیگر فوج کفار می آید۔

آں را ہم غارت باید کرد۔ چنانچہ بنا بر قتل او رواں شدہ ام۔
دریں عرصہ بیداری شد۔ وقت صبح بود۔

ترجمہ

بتاریخ ۱۰ ماہ رحمانی سال شاداب ۱۲۲۶ مولود محمد مطابق ۹ شعبان ۱۲۱۳ ہجری چہار شنبہ کی رات میں یعنی جس کی صبح کو چہار شنبہ ہوگا، دارالسلطنت میں خواب دیکھا گیا کہ پہلے کافروں کی ایک فوج آئی تھی جسے سرکار خداداد کی طرف سے قتل اور گرفتار کیا گیا۔ پھر کہتا ہوں کہ اطلاع وصول ہوئی ہے کہ کافروں کی دوسری فوج بھی آرہی ہے۔ اسے بھی غارت کرنا چاہیے۔

چنانچہ اسے قتل کرنے کے لئے روانہ ہو گیا ہوں۔ اس عرصہ میں بیداری ہوئی۔ صبح کا وقت تھا۔

نوٹ:- یہاں ٹیپو سلطان کے خود نوشتہ خواب ختم ہوئے۔ اس کتاب میں سلطان کے قلم سے سید محمد اسلم کا خواب لکھا ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بعض صاحب اثر حضرات اپنے خواب لکھکر سلطان کو بھیجتے تھے۔

خوابِ سیّد محمد اسلم

بزرگوں کی محفل

مقام :- کولار

تاریخ :- رجب ۱۲۱۳ھ ہجری ؟ پنجشنبہ

سید محمد اسلم مشائخ باشندۂ کولار بحضور عرض داشت نمودند بدیں مضمون کہ در ماہ رجب المرجب بروز پنجشنبہ فقیر نظارہ دید۔ امام جہاں بر فرش سرخ نشستہ اند۔ فقیر ہم حاضر بود دفعتاً آمدن حضرت شاہ مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ شد۔ بازوئے آں شاہ گرفتہ بیروں آورد۔ بر اسپ ابلق سوار کنانیدہ بر اسپ دیگر خود سوار شدہ شمشیر برہنہ بر دوش استادہ نمودہ۔ ہر دو سواراں رواں شدند۔ پیشتر رفتند۔ دیدن (دیدند ؟)، کہ لکھوکھا نصارہ تفنگ گرفتہ استادہ بودند یک دفعتہً از پسِ پشت آواز درخش آواز بلند شدہ ہمہ نصارہ گریختہ رفتند۔ ہر دو سواراں مقدارِ یک کروہ رفتند۔ بعدہٗ دیدم کہ سواریٔ خاص

بازگشت شده شادماں بطرف دار السلطنت درمقام دیگر فرود آمدہ۔ درآں مقام حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بر مصلی نشستہ بودند و نیز یک طفل بعمر پنج یا شش سالہ نشستہ اند۔ صفِ ہمہ اماماںِ دیں مانند مقتدیاں حاضر مجلس بودند۔

درین اثنا حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ عرض کردند کہ شاہِ سلطان ہمین است۔ حضرت فرمودند دائمٌ قائمٌ وقائمٌ دائمٌ وحضرت علی را فرمودند کہ بر علم ایشاں اسمہائے اصحاب کہف بنویسند۔ قدم بوس شدہ بیروں شدہ چہ دیدم کہ ہفت خواجگانِ خرقہ پوش می روند۔ یکے خادم را پرسیدند۔ ایں صاحبان کیستند۔ گفت ایشاں خواجہ یوسف ہمدانی و خواجہ بایزید بستامی (بسطامی ؟) و خواجہ ابوالحسن خرقانی و خواجہ بہاء الدین نقشبند و خواجہ ابو المنصور ماتریدی ان شہنشاہ آمدہ قدم بوس کردد رواں شدند۔

ترجمہ

کولار کے باشندے سید محمد اسلم نے جو وہاں کے مشائخ میں سے ہیں ایک عرض داشت بھیجی ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ ماہ رجب المرجب (۱۲۱۳ھ ہجری ؟) روز پنجشنبہ، فقیر کو حسب ذیل بشارت

ہوئی ہے کہ امام جہاں (آنحضرتؐ ؟) ایک سرخ فرش پر بیٹھے ہیں۔ یہ فقیر بھی حاضر تھا۔ اچانک حضرت شاہ مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہ کی آمد آمد ہوئی۔

آنحضرت نے ان کا بازو پکڑا، باہر لائے اور ایک ابلق گھوڑے پر سوار کیا۔ پھر دوسرے گھوڑے پر خود سوار ہوئے اور کندھے پر ننگی تلوار رکھی۔ دونوں سوار روانہ ہوتے۔ آگے بڑھ رہے تھے۔ دیکھا تو لاکھوں نصارٰ بندوقیں لئے کھڑے تھے۔

یکایک ان کے پیچھے سے ایک گرج دار آواز بلند ہوئی۔ جملہ نصارا بھاگ گئے۔

دونوں سوار تقریبًا دو میل ان کے پیچھے گئے۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ سواری خاص واپس ہوئی اور دارالسلطنت واپس آکر ایک اور مقام پر ٹھہرے۔

اس مقام پر حضرت سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ایک جانماز پر بیٹھے تھے اور ایک بچہ بھی جس کی عمر کوئی پانچ یا چھ سال ہوگی۔

جملہ اماماں دین مقتدیوں کے مانند صف باندھے مجلس میں حاضر تھے اسی اثنار میں حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہ نے (آنحضرت سے) عرض کیا کہ یہ (بچہ) ہی بادشاہ ہے۔

حضرت نے فرمایا دائمؒ" قائمؒ" و "تائمؒ" دائمؒ اور حضرت علی سے فرمایا کہ ان کے علموں پر اصحاب کہف کے نام لکھیں۔

میں قدم بوسی کر کے باہر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سات خواجگان گدڑیاں پہنے جا رہے ہیں۔ ایک شخص نے خادم (محمد اسلم) سے پوچھا کہ صاحبان کون ہیں؟

میں نے جواب دیا کہ خواجہ یوسف ہمدانی، خواجہ بایزید بستامی (بسطامی)، خواجہ ابوالحسن خرقانی، خواجہ بہاءالدین نقشبندی اور خواجہ ابوالمنصور ماتریدی ہیں۔

اس شہنشاہ کے آنے پر قدم بوس ہو کر ہٹ گئے۔

مسلمان بھوت

(کرنل کرک پیٹرک نے یہ خواب اپنے خط مورخہ ۶ راگست ۱۷۹۹ء میں لارڈ مارننگٹن کو بھیجا تھا. اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں ٹیپو نے انگریزوں کے خلاف مذہبی جذبات سے کس طرح کام لیا تھا۔ اس خواب کو شہرت دینے کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستانی باشندے خصوصًا مسلمان انگریزوں کی فوج میں بھرتی نہ ہوں' لیکن معاشی اسباب ہر قسم کے عقائد اور توہمات پر غالب آجاتے ہیں چنانچہ انگریزی فوجوں کی بڑی تعداد دیسی سپاہیوں پر مشتمل تھی جو صرف چند روپوں کی خاطر اپنے بھائیوں کے سر کاٹتے اور اپنے کٹواتے تھے۔)

میر ناسین (یٰسین۔ خ‌ق)، علی اور عبدالقدوس میر میران (۱۲ر ماہ ذاکری سال شاداب ۱۲۲۶ء مولود محمد مطابق ۲۸ر دسمبر ۱۷۹۸ء) کا بیان ہے کہ ایک شخص جو مسلمان اور پہلے نصارٰی کی فوج میں

ایڈ جوٹنٹ تھا۔ یہاں یعنی کوڑیال رمنگلور جمال آباد۔ض، آیا اور اپنی ملازمت چھوڑنے کا حسب ذیل سبب بیان کیا۔

"ایک روز جب میں کالی کٹ میں تھا۔ حضرت شیخ سید رسعید؟ ض) کے گھر گیا۔ وہاں بہت سے دوسرے مسلمان بھی تھے حضرت نے سب کے سامنے بیان کیا کہ دو مسلمان اور دو ہندو اپنے گھروں سے چنیا پٹن رمدراس) جانے کے لئے نکلے اور اس مقام پر پہنچے جہاں بیلی کو شکست ہوئی تھی۔ یکایک ایک آواز بلند ہوئی "اجنبی ٹھہر جا!"

ان لوگوں نے سوال کیا "آپ کون ہیں؟"

اس پر پھر آواز آئی۔ "خدا کے لئے ٹھہر جاؤ!"

تب وہ لوگ ٹھہر گئے اور ایک شخص نے جو منہ پر نقاب ڈالے ہوئے تھا، سامنے آکر پوچھا۔ "تم لوگ کہاں جا رہے ہو؟"

ان دونوں نے کہا۔ ہم لوگ چنیا پٹن جا رہے ہیں۔

تب اس بھوت نے کہا "میرے بچے جن کے فلاں فلاں نام ہیں اور فلاں مقام پر رہتے ہیں۔ ان کو اچھی طرح سمجھا دو کہ نصاریٰ کی نوکری نہ کریں۔ گھر میں کچھ روپیہ رکھا ہے۔ اس روپیہ سے تجارت یا زراعت کر سکتے ہیں۔ اگر چاہیں تو کسی مسلمان بادشاہ کی ملازمت کرلیں ورنہ ان پر بھی میری طرح مصیبتیں نازل ہوں گی۔

ان لوگوں نے یہ سُن کر پوچھا "آپ پر کون سی مصیبتیں نازل ہوئی ہیں ؟"

یہ سُن کر بھوت نے اپنے چہرے سے نقاب اٹھا دی۔ اس کا چہرہ سور جیسا تھا۔ پھر وہ ان لوگوں کو چند قدم آگے لے گیا اور اس کی شکل بدل گئی۔ اس نے انگریزی میں فوجی حکم دیا تو سامنے سوروں کی ایک پلٹن کھڑی ہو گئی جن سے اس نے قواعد کرائی۔

اس کے بعد اس نے پھر اپنے چہرے پر نقاب ڈال لی اور ان کے پاس جا کر اپنا پورا واقعہ اس طرح سنایا۔

میں بیلی ـــ یورپین کے تحت ایک افسر تھا۔ لڑائی میں میں نے مسلمانوں پر گولی چلا دی۔ دوسری بار پھر بندوق بھر کر نصاریٰ کی زبان میں حکم دے رہا تھا۔ عین اس وقت میرے سر پر تلوار لگی اور کلمہ شہادت کے بجائے مرتے وقت وہی حکم میری زبان پر رہ گیا۔ اسی سبب سے میری شکل سور جیسی ہو گئی ہے۔ یہ دوسرے اشخاص وہ لوگ ہیں جنھوں نے مسلمانوں پر گولیاں چلائی تھیں۔ (اور مارے گئے)

یہ کہہ کر بھوت غائب ہو گیا اور وہ لوگ آگے بڑھے۔ مدراس پہنچ کر انھوں نے، جو نام اور پتہ دیا گیا تھا اس کی مدد سے بیٹوں کا

پتہ چلایا اور مندرجہ بالا واقعات سُنائے جس کے بعد اُس کے بیٹوں نے نصارٰی کی ملازمت چھوڑ دی۔

(بٹیس ضمیمہ ۳۵)

ٹیپو سلطان

اور

فرانسیسی

ٹیپو نے اپنے چوبیسویں خواب میں لکھا ہے کہ ایک فرنگی سردار آیا اور اُس نے کہا کہ میں اپنے ساتھ دس ہزار فرانسیسی سوار لایا ہوں جو سب کے سب نہایت قوی ہیکل، تنومند اور جوان ہیں اس پر ٹیپو نے اظہار اطمینان کیا۔ اور کہا کہ یہاں بھی خدا کے فضل سے سب سامان تیار ہے اور ہر قوم کے مسلمان جنگ کے لئے آمادہ ہیں۔

خواب کی تاریخ ۲ر بہاری ؁۱۲۲۴ محمدی یعنی تقریباً ؁۱۷۹۶ عیسوی ہے۔ اس سے ٹیپو کی اس خواہش کا اندازہ ہوتا ہے کہ کاش اس کے پاس دس ہزار فرانسیسی سپاہی ہوتے اور وہ ؁۱۷۹۲ کی شکست کا انگریزوں سے انتقام لے سکتا۔

اس سے پہلے ۱۷۸۷ء میں اس نے ایک سفارت لوئی شانزدہم کے دربار میں فرانس بھیجی تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ ایک جارحانہ اور مدافعانہ معاہدہ کیا جائے۔ جس کے تحت سلطنت خداداد اور حکومت فرانس ایک دوسرے کے حلیف اور مددگار ہو کر وقت ضرورت ایک دوسرے کی مدد کریں۔

مجوزہ معاہدہ کی دوسری شرط یہ تھی کہ شاہ فرانس "دس ہزار سواران کلاہ پوش" روانہ کرے جن کے سلطنت خداداد کی کسی بندرگاہ پر پہنچنے کے بعد جملہ اخراجات خورد و نوش اور تنخواہ سامان جنگ کے ساتھ سلطنت خداداد کی جانب سے ادا کئے جائیں گے۔[۱]

سلطنت خداداد کے بانی حیدر علی کے فرانسیسیوں سے دوستانہ تعلقات اس وقت شروع ہوئے جب ۱۷۵۹ء میں محمد علی اور چندا صاحب سے کرناٹک میں جنگ ہو رہی تھی۔ محمد علی کی حمایت میں انگریز تھے اور چندا صاحب کی حمایت میں فرانسیسی۔ چنانچہ فرانسیسیوں کے مدد طلب کرنے پر حیدر علی نے اپنے برادر نسبتی سید مخدوم کو روانہ کیا لیکن اس عرصہ میں چونکہ انگریزوں نے پانڈیچری کو فتح کر لیا تھا اس لئے حیدری فوجیں لڑتی ہوئی ارکاٹ پہنچ گئیں۔

اس لڑائی سے حیدر علی کو سب سے بڑا فائدہ یہ پہنچا کہ اس

---

[۱] سلطنت خداداد۔ محمود بنگلوری ص ۲۰۹

نے مغربی طریقہ جنگ اور فن حرب کا قریب سے مطالعہ کیا، نیز مغربی اسلحہ کی افادیت کو بھی اچھی طرح سمجھ کر اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس وقت شمالی ہند اور دکن میں دیسی حکمرانوں کی شکستوں کا باعث یہ نہ تھا کہ یورپی اقوام کو ذہنی یا جسمانی حیثیت سے دیسی باشندوں پر کوئی تفوق یا برتری حاصل تھی۔ بلکہ دیسی حکمرانوں کی شکستوں کا سبب مغربی فوجوں کا ڈسپلن جدید اسلحہ اور نیا مغربی فن حرب تھا جس سے دیسی فوجوں کے افسر اور سپاہی ناواقف تھے۔

چنانچہ حکومت میسور کی زمام اقتدار ہاتھ میں لینے سے پہلے ہی حیدر علی نے اپنی فوجوں کو مغربی اصول جنگ کے مطابق تربیت دینے کے لئے فرانسیسی اور دوسری قوموں کے افسر مقرر کیے اور سپاہی بھرتی کیے۔ جو اس زمانہ میں کرایہ پر بکثرت مل جاتے تھے ان کا مقصد تنخواہ کے علاوہ لوٹ مار ہوتا تھا چنانچہ اس دور کی تاریخوں کے صفحات یورپی سپاہیوں کی لوٹ کھسوٹ کے واقعات سے بھرے پڑے ہیں۔

اس زمانہ کے حکمرانوں راجاؤں اور نوابوں کی فوجیں مختلف جتھوں پر مشتمل ہوتی تھیں۔ یہ جتھے اپنے سرداروں یا بھرتی کرنے والوں کے اشاروں پر چلتے۔ یعنی ان ہی کی مرضی سے ملازم ہوتے

اور ان ہی کی مرضی سے علیحدہ ہو جاتے، جس طرح آج کل ٹھیکیدار بڑے کاموں کے لئے مزدوروں کے گروہ بھرتی کرتے ہیں۔ یہ لوگ صرف اپنے فائدے کو دیکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر اوقات یہ کبھی ایک راجہ یا نواب کی فوج میں ہوتے اور کبھی دوسرے راجہ یا نواب کی فوج میں۔ مختصر یہ کہ جو کوئی زیادہ روپیہ دیتا یا جس کے جیتنے کے امکانات زیادہ روشن ہوتے اور مالِ غنیمت ملنے کی توقع ہوتی، یہ لوگ اس کے شریک ہو جاتے۔ چنانچہ بعض اوقات تو یہ صورت عین میدانِ جنگ میں بھی پیش آجاتی ہے۔[1]

ان لوگوں کے سامنے نہ کسی حکمراں کا مفاد ہوتا نہ کسی ملک کا۔ قومیت کا جذبہ ان میں نہ تھا مذہب البتہ کبھی کبھی ایک اہم حیثیت اختیار کر لیتا۔ لیکن ہمیشہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انگریزوں کو ہندوستان کے مختلف علاقوں اور مختلف اوقات میں میر جعفر اور میر صادق ملتے رہے اور ان کے مقبوضات میں توسیع ہوتی رہی۔ کیونکہ وزیروں امیروں اور دوسرے افسروں کا بھی یہی حال تھا جو اپنی وفاداریاں حسب موقعہ اور ضرورت منتقل کرتے رہتے تھے۔

---

[1] اورم صفحہ ۷۵، ۷۶

ان کے علاوہ ہر حکمران کے بھائی، بیٹے اور بھتیجے باپ کی موت کے منتظر رہتے۔ خصوصاً اگر حکمران اورنگ زیب کے مانند بوڑھا بھی ہو۔ خفیہ طور پر تخت حاصل کرنے کی کوششیں اور سازشیں ہوتی رہتیں۔ جن میں امرا، بھی انفرادی طور پر یا جتھے بنا کر حصہ لیتے اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ حکمران کے مرنے پر اکثر اوقات خانہ جنگیاں ہوتیں اور شکست خوردہ عزیزوں ہی کے لئے نہیں بلکہ متعلقہ امرار کے لئے بھی دار و رسن تیار رہتے۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے شاطر تاجروں نے ہندوستان پہنچنے کے تھوڑے عرصہ بعد ۱۶۶۸ء میں یہاں کے حالات کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ چنانچہ سترھویں صدی کے اواخر ہی میں مقبوضات حاصل کر کے اپنی نوآبادی قائم کرنے کی فکر میں مشغول ہو گئے[۱] لیکن بدن میں جس وقت تک قوت رہتی ہے بیماریاں پاس نہیں پھٹکتیں اور اگر اتفاقاً قریب آ بھی جائیں تو بہت جلد اور بہ آسانی بھاگ جاتی ہیں۔ چنانچہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ان تاجروں کی ابتدائی شرارتوں کو اورنگ زیب کے حکم سے سورت اور بمبئی میں باآسانی کچل دیا گیا۔

---

[۱] رنیلی آف سورت از آرنلڈ رائٹ صفہ ۲

تو انھوں نے نہایت ادب سے اور گڑگڑا کر معافی مانگی، اسد خاں وزیر اعظم کو رشوت دی اور اس طرح ملک سے ہمیشہ کے لئے نکال دیئے جانے سے بچ گئے۔

لیکن اورنگ زیب کے بعد ملک میں افراتفری پھیلی۔ خانہ جنگی اور بادشاہ گری نے مغل حکمرانوں کا وقار ختم کر دیا اور "دلی، بنگال اور دکن میں ہر ناچیز نوابی کرنے لگا" تو صورت حال بدل گئی اور جب اٹھارویں صدی کے پانچویں دہے میں نظام الملک کی گدی کے لئے ناصر جنگ اور مظفر جنگ کے درمیان جھگڑا ہوا اور کرناٹک میں چندا صاحب اور محمد علی کو مہرے بنا کر فرانسیسی اور انگریز شاطر لڑانے لگے تو ۱۷۴۶ء میں ایک نہایت اہم واقعہ پیش آیا اور وہ یہ تھا کہ دکن کی نوابی کے لئے کشمکش میں کرناٹک کے نواب انورالدین خاں نے اپنے بیٹے محفوظ خاں کو ایک بڑی فوج کے ساتھ مدراس پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا۔ جس پر اس وقت فرانسیسی قابض تھے۔ محفوظ خاں کے پاس بہت بڑی فوج تھی لیکن نہایت غیر منظم، توپیں تھیں۔ لیکن نہایت ناکارہ۔ اس کے مقابلہ میں فرانسیسی فوجیں بہت کم تھیں۔ لیکن نہایت منظم اور باقاعدہ۔ ساتھ ہی توپیں جدید ترین ساخت کی اور ایک منٹ میں پانچ چھ ضربیں مار سکتی تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ محفوظ

خاں کے سوار حملہ کرتے ہوئے جوں ہی زد پر آتے فرانسیسی توپوں نے پرخچے اڑا دیئے۔ محفوظ خاں کی زبردست فوج دیکھتے ہی دیکھتے تتر بتر ہوگئی اور سیکڑوں سپاہی لقمۂ اجل بن گئے۔

اس وقت تک یورپین قوموں پر مغل اسلحہ اور ہندوستانی سپاہیوں کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ لیکن اس جنگ میں صرف ایک فرانسیسی دستہ نے پوری فوج کو شکست دے کر یورپینوں میں خواہ وہ فرانسیسی ہوں یا انگریز، ایک ذہنی انقلاب پیدا کردیا[۱] اور جس طرح ان میں تفوق کا احساس پیدا ہوا اسی طرح ہندوستانی سپاہی احساس کمتری کا شکار ہونے لگے۔

اسی اثناء میں کلایو جیسے انگریزوں نے بنگال میں سازشوں اور میر جعفروں کی سرپرستی کر کے پلاسی کا معرکہ سر کیا اور کچھ عرصہ بعد شاہ عالم کو اپنی سرپرستی میں لے لیا۔ اسی شاہ عالم کو جس کی حکومت صرف "دلی تا پالم" رہ گئی تھی اور جس کے یہ مشہور شعر ہیں۔

صبح گر جام سے گذرتی ہے
شب دلارام سے گذرتی ہے

---

[۱] اورم صفحہ ۵،تا۰،

عاقبت کی خبر خدا جانے
اب تو آرام سے گذرتی ہے

ظاہر ہے ایسے حکمرانوں سے کشمکش اور مقابلہ کی کیا توقع کی جا سکتی تھی۔ چنانچہ ۱۷۶۵ء میں اسی "آرام اور دلا رام" سے گذارنے والے "شہنشاہ" سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے حکمرانوں نے نہ صرف بنگال کی دیوانی حاصل کی بلکہ لگے ہاتھوں دکن کی شمالی سرکاریں بھی بطور جاگیر حاصل کر لیں اور اس طرح ایسٹ انڈیا کمپنی اس علاقہ کی قانونی حق دار بن بیٹھی۔

لیکن اس وقت دکن میں حیدر علی کے تحت ایک جدید اور طاقتور سلطنت اُبھر رہی تھی، جس نے ۱۷۶۱ء میں زمام اقتدار ہاتھ میں لی۔ اور نہ صرف اپنی فوج کی تربیت مغربی اصولوں پر کی۔ بلکہ بڑی بہادری سے بیرونی دشمنوں کا مقابلہ کیا اور انھیں کئی موقعوں پر زبردست شکستیں دے کر ہندوستانی سپاہیوں کا کھویا ہوا وقار حاصل کر لیا۔

ان جنگوں میں ٹیپو بھی بڑی کم عمری سے شریک رہا تھا۔ چنانچہ غالباً اسی زمانہ میں اس کی دوستی اور تعلقات اپنی فوج کے ممتاز فرانسیسی افسروں سے بھی بڑھے جس کے باعث ۱۷۸۳ء تک میسوری

فوج کا ایک حصہ فرانسیسی افسروں اور سپاہیوں پر مشتمل رہا اور ہندوستان میں فرانسیسیوں کے تعلقات سلطنت خداداد سے کافی مستحکم رہے۔

لیکن تاریخ شاہد ہے کہ بدیسی حکمراں اور بدیسی مددگار صرف موسمی دوست ہوتے ہیں اور ان سے فائدہ کم اور نقصان ہمیشہ زیادہ پہنچا ہے۔ چنانچہ یورپی افسروں اور سپاہیوں کو اپنی فوجوں میں بھرتی کرنے پر سب سے پہلا نقصان دیسی حکمرانوں کو یہ پہنچا کہ خود ان کے افسروں اور سپاہیوں میں احساس کمتری پیدا ہوگیا اور وہ ان لوگوں کو اپنے سے زیادہ بہادر لائق اور کارگزار سمجھ کر بڑے ادب اور احترام سے پیش آنے لگے۔ اور کچھ ہی دن کے اندر ہر بزدل سے بزدل یورپین "صاحب" اور "بہادر" بن گیا۔ کیونکہ ایک تو ان یورپی ملازموں کو خواہ وہ افسر ہوں یا سپاہی۔ دیسی افسروں اور سپاہیوں سے زیادہ تنخواہیں دی جاتی تھیں۔ دوسرے ان کو بہت سی ایسی مراعات حاصل تھیں جن سے دیسی سپاہی اور افسر محروم تھے۔

علاوہ ازیں دیسی درباروں میں ان لوگوں کے لئے مخصوص قواعد اور ضوابط بنائے گئے تھے جن کے سبب سے بھی انھیں تفوق اور

برتری حاصل ہو گئی تھی - اگرچہ یہ درست ہے کہ بنگال، اودھ، پونا اور حیدرآباد کے مقابلہ میں سلطنت خداداد نے ان لوگوں کو مقامی باشندوں پر بہت زیادہ تفوق نہ دیا تھا پھر بھی جو مراعات ان لوگوں کو حاصل تھیں، دیسی سپاہیوں اور افسروں میں احساس کمتری پیدا کرنے کے لئے کافی تھیں - ابتدا میں یہ بدیسی باشندے خواہ وہ انگریز ہوں یا فرانسیسی پرتگیز ہوں یا ولندیزی مختلف درباروں میں ملازم تھے - لہذا ایک حکمران کے راز ان لوگوں کے ذریعہ دوسرے کے ہاتھ پہنچتے رہتے تھے - بعد میں انگریزوں کی معاندانہ کارروائیوں کے باعث ٹیپو نے ان سے قطع تعلق کر لیا - لیکن فرانسیسی اس کے بعد بھی مدت تک حیدرآباد، پونا اور سرنگاپٹم کے درباروں میں رہے اور کوئی تعجب نہیں کہ ان لوگوں میں سے کچھ لوگ مختلف قسم کی سازشوں میں بھی مصروف رہتے ہوں کیونکہ ان کی وفاداریاں نہ تو کسی والیٔ ملک سے وابستہ تھیں اور نہ اہلِ ملک سے - یہ اجیر تھے، کرایہ پر لڑنے والے - یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کی تاریخ میں متعدد ایسے مواقع آئے جب انھوں نے اپنے دیسی آقا کو مغربی حملہ آوروں کے مقابلہ میں عاجز اور پریشان دیکھا تو فوراً اس سے منہ موڑ کر اپنے ہم مذہب اور ہم نسل یعنی مسیحی حملہ آوروں سے مل گئے۔

اور اپنے آقا کو جس کا مدتوں نمک کھایا تھا اور جس کی مراعات سے مستفید ہوتے رہے تھے اس سے زیادہ نقصان پہنچایا جتنا حملہ آور نقصان پہنچا سکتے تھے۔

ٹیپو سلطان کو اس قسم کا سب سے پہلا تجربہ اس وقت ہوا جب منگلور کی جنگ میں اس نے انگریزی فوجوں کا قافیہ تنگ کر دیا تھا۔ قلعہ کی تین سمتوں میں ان کے استحکامات تباہ ہو چکے تھے خندق ناریل کے درختوں سے پاٹی جا رہی تھی اور قریب تھا کہ سلطان ایک عظیم الشان فتح حاصل کر کے "کمپنی بہادر" کی ہمیشہ کے لئے کمر توڑ دے اور ہندوستان میں ان کی جوع الارض کا خاتمہ ہو جائے۔

عین اس وقت فرانسیسی فوجوں کو پانڈیچری سے فرانسیسی گورنر کا حکم پہنچا کہ یورپ میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان صلح ہو گئی ہے اس لئے تم لوگ بھی جنگ بند کر دو۔ چنانچہ فوراً ہی فرانسیسی فوجیں میدان جنگ سے نہ صرف علیحدہ ہو گئیں۔ بلکہ بہت جلد ایک دوسرے کے ساتھ مل بھی گئیں۔ اور چند لمحہ پہلے کے دشمن ایک دوسرے سے گلے ملنے لگے۔ افسروں نے ساتھ کھانا کھایا اور ایک دوسرے کا جام صحت تجویز کر کے شراب کے گلاس

ٹکرانے لگے۔

ان غداروں میں وہ فرانسیسی بھی تھے جنھیں پانڈیچیری سے بھیجا گیا تھا اور جن کی حیثیت سرکاری تھی اور وہ فرانسیسی بھی جن کو فرانسیسی حکومت سے کسی قسم کا تعلق نہ تھا۔ جو صرف مہم جو تھے اور دولت کی تلاش میں ہندوستان آکر میسور کی حکومت کے ملازم ہو گئے تھے۔ ان کا یہ فعل پیٹھ میں چھرا مارنے سے کم نہ تھا ان کی اس حرکت نے ٹیپو کے منصوبوں پر پانی پھیر دیا۔ انگریزوں کی ہمتیں جو پے درپے شکستوں کے باعث پست ہو گئی تھیں پھر بلند ہو گئیں۔ فرانسیسیوں کے جنگ سے علیٰحدہ ہونے کے قبل شاید وہ ایک دور وز سے زیادہ مقابلہ میں نہ ٹک سکتے تھے۔ لیکن اب وہ پھر جنگ جاری رکھنے پر آمادہ ہو گئے اور ان ہی فرانسیسی دوستوں کے ذریعہ وقت گذاری کی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ لیکن سلطان جیتی ہوئی بازی ہارنے کے لئے تیار نہ تھا۔ اس نے معاہدہ میں سختی کی اور مجبوراً انگریزوں نے نامہ وپیام کا سلسلہ جاری کیا اور ۲ر اگست ۱۷۸۳ء کو عہدنامہ التوائے جنگ پر دستخط ہو گئے پھر بھی بہتر شرائط حاصل کرنے کے لئے ایک طرف تو فلانڈ کے ذریعہ میسور کے علاقہ میں حملے جاری رکھے گئے دوسری طرف

صلح کی گفتگو بھی ہوتی رہی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سا وقت بھی ضائع ہوا اور فلاٗنڈ کی لوٹ مار کے سبب سے سلطنت میسور کو بہت سا جانی اور مالی نقصان بھی اُٹھانا پڑا جس کے بعد ٹیپو نے ایک سخت دھمکی دی اور مجبوراً انگریزوں نے ۱۱ر مارچ ۱۷۸۴ء کو معاہدہ منگلور پر دستخط کردیے۔ اگر اس وقت سلطان کی فوجیں کافی مضبوط نہ ہوتیں تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ "بدیسی دوستوں" کی یہ غداری سلطنت خداداد کے خاتمہ کا سبب بن جاتی۔

اس موقعہ پر سلطان نے فرانسیسی افسروں سے بار بار کہا کہ تمھیں اس وقت میرا ساتھ نہ چھوڑنا چاہئے۔ لیکن انھوں نے اس کی کوئی پروانہ کی۔ ظاہر ہے کہ اس حرکت سے اسے سخت صدمہ پہنچا ہوگا۔ پھر بھی دو ڈھائی سال بعد جب پانڈیچری کے گورنر کا خط فرانسیسی فوجوں کے اخراجات کی ادائیگی کے بارے میں پہنچا تو ۲ر اگست ۱۷۸۶ء کو اس نے شاہ فرانس کو لکھا کہ

"موسیو کوسنی (COSSIGNY) سے معلوم ہوا کہ آپ نے گورنر کو حکم دیا ہے کہ سرکار خداداد کا حساب دیکھا جائے کہ اس سرکار کی جانب سے موسیو ڈوشین سفرن اور لسبی کے ماتحت فوجوں کی تنخواہ کے لئے کس قدر

رقم دی گئی ہے"۔ اس سے ہمیں سخت تعجب ہوا۔ ہم نے صرف آپ کے اور اپنے درمیان دوستی بڑھانے کے خیال سے یہ جنگ کی تھی اور اس پانچ سال کے عرصہ میں کروڑوں روپیہ اور ہزارہا جانوں کا نقصان برداشت کیا اور آپ کی جو فوج ماریشس سے آئی ہوئی تھی، اس کا خرچ بھی صرف دوستی کے لحاظ سے اپنے ذمہ لیا۔ تعجب ہے کہ اب آپ نے اس رقم کی ادائیگی کے لئے گورنر کو لکھا ہے۔ دوستی میں ایسا نہ ہونا چاہیے۔

"آپ کو معلوم ہے کہ سلطنت خداداد اس جنگ میں پانچ سال مصروف رہی لیکن اس وقت جب کہ ہم عنقریب انگریزوں کو ملک بدر کرنے والے ہی تھے، بغیر ہماری اطلاع کے آپ کے کمانڈر نے انگریزوں سے صلح کر لی۔

اگر ہم چاہتے تو اس سے پیشتر ہی جب کہ انگریزوں نے کئی بار صلح کی درخواست کی تھی، صلح کر لیتے۔ لیکن ہم نے ان درخواستوں کو صرف اس لئے رد کر دیا کہ ہم ایک دوست کو مصیبت کے وقت جنگ میں اکیلا چھوڑنا

مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس جنگ کا معاوضہ قبول کیا جائے؟[۱]

ٹیپو سلطان ایک مشرقی حکمران تھا۔ مغربی سیاست کی زبان میں سادہ لوح، جس کے معنی احمق سے بہتر نہیں ہوتے۔ وہ دوستی کی بنا، پر اپنے دوست کے دشمن کو اپنا دشمن اور دوست کے دوست کو اپنا دوست سمجھتا تھا اور اس کا شیوہ "پریشاں حالی و درماندگی" کے عالم میں دوست کا ہاتھ پکڑ کر اس کی مدد کرنا تھا۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ "دوستوں" کے غداری کرنے اور عین میدان جنگ میں دشمن سے گلے مل کر "دوست" کی پیٹھ میں چھرا مارنے سے دریغ نہ کرنے پر بھی اسے دوست سمجھا اور روپیہ دیئے جانے کے خیال کو بھی دوستی کی توہین تصور کیا۔ حالانکہ اس زمانہ میں انگریزوں اور اس کے بعد نظام اور مرہٹوں کی جنگوں کے باعث سلطنت خداداد کے خزانہ پر بہت زیادہ بار پڑ چکا تھا اور اصولاً سلطان کو حق حاصل تھا کہ جو کچھ روپیہ اس نے بے وفا فرانسیسی فوجوں پر صرف کیا تھا اسے واپس حاصل کرے۔

---

[۱] صحیفہ ٹیپو سلطان جلد دوم۔

لیکن اس قسم کے لین دین مشرقی مزاج اور اخلاق کے خلاف تھے۔ سلطان دوستی کی عزت کو اپنی عزت تصور کرتا تھا چنانچہ اس نے ایک اور خط میں، جو چند روز بعد (۱۵ اگست ۱۷۸۶ء کو) پانڈیچری کے گورنر موسیو کوسنی کے نام بھیجا گیا تھا، تحریر کیا کہ

"ہم مدت دراز سے شاہ فرانس کی عزت کو اپنی عزت کے برابر سمجھے ہوئے تھے اسی لئے گذشتہ پانچ سال میں کروڑوں روپے اور ہزارہا جانوں کا نقصان برداشت کیا تاکہ ہمارے درمیان دوستی اور محبت میں اضافہ ہو اور اب بھی اگر خدا نے چاہا تو اسی مقصد کے لئے کوشش کرنے کو تیار ہیں۔"[1]

اس طرح مشرق کے مخلص اور ایمان دار حکمران نے ایک آزمائے ہوئے "بے وفا" کو پھر آزمایا اور اس پر پھر اعتماد کرتے ہوئے پہلے تو اپنی سفارت قسطنطنیہ کو فرانس جانے کی ہدایت کی پھر اسے واپس بلا کر ایک اور سفارت جنوری ۱۷۸۷ء میں پیرس روانہ کی تاکہ دونوں حکومتوں کے درمیان ایک معاہدہ ہو جائے اور دونوں ایک

---

[1] صحیفہ ٹیپو سلطان جلد دوم ص۱۱

دوسرے کے آڑے وقت میں کام آئیں لیکن اس وقت خود فرانسیسی حکمران موت اور زیست کے دوراہے پر تھے۔ چنانچہ یہ معاہدہ نہ ہوسکا۔ پھر بھی سرنگاپٹم اور دوستانہ تعلقات قائم رہے اور سلطان کی فوجوں اور دربار میں نظام اور پیشوا کی فوجوں کے مانند فرانسیسی سپاہی اور افسر "کرایہ" پر بھرتی ہوتے رہے۔ لیکن ان کی تعداد پہلے کے مقابلہ میں بہت کم تھی۔

ٹیپو سلطان انگریزوں سے جنگ اور صلح نامہ منگلور کے بعد ابھی سنبھلنے نہ پایا تھا کہ نظام اور پیشوا کے درمیان سلطنت خداداد کو ختم کرنے کا معاہدہ ہوگیا۔ اس وقت فرانسیسیوں نے غیر جانب دارانہ پالیسی اختیار کی۔ کیونکہ یورپ میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان ۱۷۸۳ء میں معاہدہ ورسیلز ہوچکا تھا جس کے بموجب دونوں قوموں نے طے کرلیا تھا کہ دیسی حکمرانوں کی جنگ میں وہ کسی کا ساتھ نہ دیں گے لیکن ایک طرف انگریز اس کوشش میں تھے کہ نظام اور مرہٹے متحد ہوکر ٹیپو سلطان کی سلطنت کا خاتمہ کردیں کیونکہ اس وقت پورے ہندوستان میں ٹیپو سلطان کی حکومت سب سے زیادہ ترقی پسند اور سب سے زیادہ مستحکم اور مضبوط تھی۔ دوسری طرف فرانسیسیوں کی پالیسی یہ تھی کہ مقامی حکمران یعنی ٹیپو، نظام علی خاں اور پیشوا

انگریزوں کے خلاف متحد ہو جاتیں، کیونکہ اسی میں انھیں اپنا فائدہ اور توسیع مقبوضات کا موقعہ نظر آرہا تھا۔ چنانچہ انھوں نے پہلے تو مرہٹہ نظام اتحاد کو توڑنے کی کوشش کی پھر مارچ ۱۷۸۶ء میں ان تینوں حکمرانوں کو متحد ہونے کا مشورہ دیا اور نانا فرنویس کو لکھا کہ اگر پیشوا، نظام اور ٹیپو ایک دوسرے سے لڑتے رہے تو انگریز اس کشمکش اور مخالفت سے فائدہ اٹھائیں گے۔ لیکن نانا فرنویس نے ان کے مشورے کو کوئی اہمیت نہیں دی کیونکہ اس وقت ہندوستان میں وہ بہت کمزور ہو چکے تھے اور کمزوروں کی بات کو کبھی اہمیت نہیں دی جاتی۔

اس زمانہ میں فرانسیسی بھی انگریزوں کے مانند ٹیپو سے گھبراتے تھے اور یہ جانتے تھے کہ ٹیپو کو وطنی مفادات کے مقابلہ میں کسی اور کی پروا نہیں چنانچہ اسی سبب سے انھوں نے مرہٹوں سے میل ملاپ بڑھانے کی کوشش کی۔ انھیں یقین تھا کہ ٹیپو سلطان کے لئے نظام اور مرہٹوں کے اتحاد کا مقابلہ کرنا مشکل ہے اور جنگ ہونے کی صورت میں اس کا خاتمہ ہو جائے گا۔ چنانچہ نومبر ۱۷۸۳ء میں ان کی طرف سے اس خیال کا اظہار بھی کیا گیا کہ ٹیپو کے مقابلہ میں مرہٹوں سے اتحاد بہتر ہے کیونکہ ٹیپو نے حال ہی میں حکومت حاصل کی ہے اور

اسے پوری طرح استحکام نہیں حاصل ہوا ہے لیکن مرہٹوں نے فرانسیسیوں پر اعتماد نہیں کیا کیونکہ وہ انھیں ٹیپو کا دوست سمجھتے تھے اور چونکہ انگریز اس زمانہ میں ان سے زیادہ طاقتور تھے اس لیے نانا فرنویس نے انگریزوں سے اتحاد اور دوستی کو ترجیح دی خصوصاً اس لئے کہ اسے یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ انگریز معاہدہ منگلور کی جلد ہی خلاف ورزی کرنے والے ہیں۔ اس زمانہ میں انگریزوں کا ایک نہایت ہوشیار وکیل مالٹ (MALET) پیشوا کے دربار میں تھا چنانچہ جب اگست ۱۷۸۶ء میں فرانسیسیوں نے ایک خاص وکیل بھیجا تو اسی مالٹ کی کوششوں نے فرانسیسی اسکیم کو بارآور نہ ہونے دیا۔

۱۷۸۳ء میں جس وقت ٹیپو اور فرانسیسی انگریزوں سے جنگ کر رہے تھے اور معاہدہ ورسیلز کے باعث فرانسیسی عین میدان جنگ میں ٹیپو کو تنہا چھوڑ کر انگریزوں سے مل گئے تو ٹیپو کو سخت صدمہ پہنچا تھا چنانچہ اس وقت سے ٹیپو اور فرانسیسیوں کے تعلقات میں گرم جوشی کم اور بیگانگی زیادہ تھی۔ چونکہ فرانسیسی مالابار میں اپنی تجارت بڑھانا چاہتے تھے اس لئے ۱۷۸۳ء میں انھوں نے مالابار کے بعض سرداروں کو ٹیپو کے خلاف بغاوت پر اکسایا تاکہ ٹیپو سے تجارتی مراعات حاصل کر سکیں۔ اسی سلسلہ میں انھوں نے بعض سرداروں

سے اس علاقہ میں گرم مصالحہ کی تجارت کا اجارہ بھی حاصل کر لیا تھا۔

ٹیپو یوں ہی فرانسیسیوں کی بے وفائی کی بنا پر ناراض تھا۔ اب فرانسیسیوں کی یہ حرکتیں اس کی مزید ناراضگی کا باعث ہوئیں کیونکہ ایک تو ان لوگوں نے اس کے باج گذاروں کو اس کے خلاف بھڑکایا تھا دوسرے اسے خود اس علاقہ کے گرم مصالحہ کی تجارت میں دلچسپی تھی۔

چونکہ معاہدہ منگلور کے برخلاف، اس وقت انگریز وکیل پونا، حیدرآباد ناگپور اور گوالیار کے درباروں میں ٹیپو کے خلاف، سازشوں میں مصروف تھے اس لئے ٹیپو نے خبر پاکر یکم نومبر ۱۷۸۶ء کو لالی کے ذریعہ فرانسیسیوں سے کہا کہ وہ اپنے طور پر دریافت کر کے بتائیں کہ نظام سے انگریزوں کے معاہدہ کا سبب کیا ہے؟ ساتھ ہی اس نے فرانسیسیوں سے اتحاد کی تجویز بھی پیش کی لیکن فرانسیسی افسروں نے نہ صرف اس اتحاد پر توجہ نہ دی بلکہ یہ بھی جواب دیا کہ ہم نظام اور انگریزوں کے معاہدہ سے متعلق انگریزوں سے دریافت نہیں کر سکتے کہ انھوں نے نظام سے اتحاد کیوں کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس معاہدہ میں کوئی بات فرانسیسیوں کے خلاف نہیں ہے۔

اس زمانہ میں فرانسیسیوں کو سلطان سے یہ شکایت تھی کہ اس نے

صندل، کالی مرچ الائچی اور چاول کی برآمد پر پابندیاں عائد کردی ہیں لیکن اصل قصہ یہ تھا کہ سلطان نے بنگلور سے ماہی کو چاول کی برآمد اس لئے بند کردی تھی کہ اس کی اطلاعات کے بموجب ماہی سے انگریزوں کے علاقہ تلچری کو چاول پہنچا دیا جاتا تھا۔ جن کے علاقہ میں سلطان نے ان کی معاندانہ کارروائیوں کے باعث برآمد بند کر رکھی تھی۔ پھر بھی فرانسیسیوں کی درخواست پر وہ ان کی فوجی امداد کے بدلہ میں تجارتی مراعات دینے پر تیار ہوگیا جس کے بعد آغاز ۱۷۸۸ء میں فرانسیسیوں کی جانب سے حسب ذیل تجاویز بھیجی گئیں۔

۱۔ فرانسیسی، سلطان کے دشمنوں کو مدد نہ دیں گے۔

۲۔ اگر کوئی دیسی حکومت حملہ کرے تو سلطانی اور فرانسیسی جہاز ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

۳۔ فرانسیسی کمپنی سلطنت خداداد سے سالانہ مقررہ مقداروں میں، کالی مرچ، صندل، الائچی، روئی، دھاگا، اون، کپڑا، گوند اور ہاتھی دانت وغیرہ خریدے گی اور حکومت میسور کی جانب سے مناسب سہولتیں دی جائیں گی۔ اس طرح جو رقم حاصل ہوگی اسے توپوں، بندوقوں، جنگی جہازوں، ریشم، اون اور گولہ بارود کی شکل میں ادا کیا جائے گا۔ اشیاء کی قیمتیں اور شرائط

باہمی رضامندی سے طے ہوں گی۔

لیکن ان کے ساتھ ساتھ فرانسیسیوں نے بعض دوسری شرائط بھی پیش کی تھیں۔ مثلاً سلطانی بندرگاہوں میں اپنی فیکٹریاں قائم کرنا اور کھلے بازار میں مال خرید کرنا۔ چونکہ یہ تجاویز ملکی مفاد کے خلاف تھیں اور ان سے فرانسیسیوں کو اس کے ملک میں تجارتی اجارہ حاصل ہو جانے کا امکان تھا اس لئے ٹیپو نے انھیں نامنظور کر دیا۔ اس کو تجارتی معاہدہ کی نہیں بلکہ ایک جارحانہ اور مدافعانہ معاہدے کی ضرورت تھی پھر بھی انگریزوں، مرہٹوں اور نظام کی جنگی تیاریاں دیکھکر اس نے فرانسیسیوں کو منگلور سے صندل، کالی مرچ اور گیہوں وغیرہ برآمد کرنے کی اجازت دے دی، تاہم فرانسیسی مطمئن نہ ہوئے۔ وہ تو پورا بکرا ہضم کرنا چاہتے تھے چند بوٹیاں ان کی حرص و آز کی آگ نہ بجھا سکتی تھیں لیکن ٹیپو بھی جسے اپنی رعایا اور ملک کا مفاد عزیز تھا اس سے زیادہ مراعات دینے پر تیار نہ ہوا۔

البتہ اس نے سلطنت فرانس سے اتحاد کی کوششوں کو ترک نہ کیا اور پیہم ناکامیوں کے باوجود خطرے کو دیکھکر لوئی شانزدہم کو دسمبر ۱۷۹۰ء میں خط لکھا جس میں پانڈیچری سے فرانسیسی فوجیں واپس بلا لینے پر مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

"اس سے ہندوستان میں ہمارے مشترک دشمنوں یعنی انگریزوں کو تقویت پہنچے گی"۔

اس کے بعد اس نے پانڈیچری کے گورنر کو دو خط لکھے اور مدد طلب کرتے ہوئے لکھا کہ اگر پانڈیچری پر حملہ کیا گیا تو میں تمہاری مدد کروں گا۔ اس نے یہ بھی لکھا کہ اگر روپیہ کی قلت کے سبب سے فرانسیسی فوجیں پانڈیچری سے ہٹا کر ماری شش بھیجی گئی ہیں تو میں روپیہ سے بھی مدد کرنے کو تیار ہوں"۔

پھر جب انگریزوں نے ہٹ دھرمی اور بے ایمانی سے معاہدہ منگلور کی خلاف ورزی کرتے ہوئے سلطنت خداداد پر حملہ کر دیا تو سلطان انگریزوں کو مختلف محاذوں پر مسلسل شکستیں دیتا ہوا نومبر ۱۷۹۰ء میں پانڈیچری پہنچا۔ اس نے انگریزوں کو ایک بار پھر ہندوستان سے باہر نکال دینے کی کوشش کرتے ہوئے فرانسیسی گورنر سے چھ ہزار سپاہی طلب کئے اور کہا کہ انگریزوں کو ہندوستان سے نکال دینے کا بہترین موقعہ ہے تو گورنر نے جواب دیا کہ "جب تک یورپ سے منظوری نہ آجائے میں کمک نہیں دے سکتا"۔

نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان کو نہ کسی دیسی حکومت سے کوئی مدد ملی اور نہ فرانسیسیوں سے لیکن کارنوالس اپنے فریب میں کامیاب ہو گیا

اس نے نظام اور مرہٹوں کو ملا کر گھر کے چراغ سے گھر کو آگ لگا دی سلطان کو نہ صرف یہ کہ بیرونی دوستوں سے کوئی مدد نہیں ملی بلکہ جب ۱۷۹۲ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی، نظام اور مرہٹوں کی فوجیں یلغار کرتی ہوئی سرنگا پٹم پہنچ گئیں اور وطن اور آزادی وطن کے بیرونی دشمن ہی نہیں بلکہ وطن کے فرزند بھی اپنے ہی وطن کے ایک روشن چراغ کو بجھانے میں مصروف ہوئے تو (۵۷) بدیسی (یورپین)، جن میں زیادہ تر فرانسیسی اور پرتگیز تھے سلطان کا ساتھ چھوڑ کر اتحادیوں سے جا ملے۔ ان میں سے کچھ کمپنی کی فوج میں شریک ہو گئے اور کچھ نظام اور مرہٹوں کی فوجوں میں۔

ان بھاگنے والوں میں وہ فرانسیسی انجنیر، مترجم اور دست کار بھی شامل تھے جو ۱۷۸۹ء میں فرانس سے آئے تھے اور جنھیں سلطان نے گرانقدر مشاہروں پر مامور کیا تھا۔[1] اور جن کی اہل وطن سے زیادہ خاطر مدارات اور عزت کی جاتی تھی۔

ان بے وفا اور غدار "بدیسی دوستوں" میں چیف انجنیر بلوے (BELVETTE) بھی تھا جس کے دشمنوں سے مل جانے کے

---

[1] میجر ڈروم ص ۱۹۱

باعث ٹیپو کو شدید نقصان پہنچا کیونکہ اسے قلعہ سرنگاپٹم کے دفاعات کے بارے میں پوری معلومات حاصل تھیں۔

ٹیپو سلطان نے ۱۷۹۳ء میں جب انگریزوں سے صلح کی تو انگریزوں نے یہ شرط بھی رکھی تھی کہ جملہ فرانسیسی اس کے حوالہ کر دیئے جائیں لیکن سلطان نے صاف انکار کرتے ہوئے کہا تھا کہ ان کی حفاظت کرنا میرا فرض ہے اور میں انھیں کسی حال میں بھی تمھارے حوالہ کرنے پر تیار نہیں۔

لیکن ان ہی بدیسی بے وفاؤں نے اسے دھوکا دیا اور اسے بہت زیادہ نقصان پہنچایا۔ اب تک سرنگاپٹم پر جو مقابلے ہوئے تھے ان میں ٹیپو کے دو ہزار اور انگریزوں کے پندرہ سو آدمی مارے گئے تھے اور پھر بھی انگریزوں کو کامیابی کی توقع کم تھی اور مزید نقصانات کے اندیشے زیادہ تھے۔ ٹیپو اب بھی بہادری سے مقابلہ کر رہا تھا اس کے افسر اور اس کی رعایا اب بھی وفادار تھے۔ چند غدار ممکن ہے کارنوالس کے فریب میں آگئے ہوں لیکن انھیں بھی آگے بڑھ کر شرارتیں کرنے کی ہمت نہ تھی۔ ایسی حالت میں ان بدیسی دوستوں کی بے وفائی نے اس کی کمر توڑ دی کیونکہ ان میں وہ سترسالہ بڈھا خبیث چیف انجنیر BELVETTE بھی تھا اور اس کا

ترجمان LEFOLU بھی - یہ دونوں مدتوں سے حیدر علی اور ٹیپو سلطان کی ملازمت میں تھے اس کا نمک کھا رہے تھے اور سلطنت کے بہت سے ایسے رازوں سے واقف تھے جن تک بہت کم لوگوں کی رسائی ہو سکتی تھی۔

چیف انجنیر کی حیثیت سے اس کو سلطنت خداداد کی مختلف کمزوریوں کا علم تھا۔ چنانچہ اس نے اور دوسرے یورپین نمک حراموں نے کارنواِلس کو مشورہ دیا کہ قلعہ پر شمالی جانب سے حملہ کیا جائے۔ اس جانب قلعہ کی فصیل زیادہ موٹی نہ تھی خندق خشک تھی اور اس کی گہرائی اور چوڑائی بھی دوسری سمتوں کے برابر نہ تھی۔ سلطان کو ابھی اس طرف کے استحکامات کی طرف توجہ کرنے کا موقعہ نہ ملا تھا۔ ہلوے کو اس بات کا بھی علم تھا کہ اس سمت کی دفاعات زیادہ مضبوط نہیں۔ اس لئے ادھر آسانی سے حملہ کر کے قلعہ میں داخل ہوا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس کے مشورے کے مطابق اسی جانب سے حملہ ہوا اور ان یورپی نمک حراموں کی غداری کے باعث مجبور ہو کر سلطان کو ایسی صلح کرنی پڑی جس کے بعد اس کے پاس نصف سلطنت رہ گئی اور اب سلطنت خداداد ایک ایسے شخص کے مانند رہ گئی جو ایک ہاتھ اور ایک پیر سے محروم ہو۔

اس سلسلہ میں میجر باسو نے لکھا ہے کہ "اس بات پر یقین کرنے کے کافی اسباب موجود ہیں کہ کارنوالس نے ان بھاڑے کے ٹٹوؤں (یورپینوں) کو خرید لیا تھا۔ ورنہ کوئی اور وجہ نہ تھی کہ ٹیپو کے یہ یورپین ملازم اس کا ساتھ ایسے موقعہ پر چھوڑ دیتے۔ چنانچہ تھارنٹن لکھتا ہے کہ متعدد یورپینوں نے جن میں زیادہ تر فرانسیسی تھے اور ٹیپو سلطان اور اس کے باپ کی ملازمت میں رہے تھے، ملازمت چھوڑ دینے کا موقعہ پایا جس سے وہ تھک چکے تھے۔ ان میں سے ایک شخص رلبوے تھا جس کو قلعہ کے استحکامات وغیرہ سے متعلق بڑی معلومات حاصل تھیں .... ٹیپو کے یہ یورپین ملازم جو اس سے پہلے اس کی حفاظت اور مدافعت کی کوشش کرتے تھے۔ اب اپنی تمام صلاحیتوں اور معلومات کو اس کی تباہی کے لئے کام میں لانے پر تیار تھے۔"

اگر یہ کھلی غداری نہیں تو اور کیا ہے لیکن انگریز مصنف نے ان غداروں کے بارے میں اس طرح لکھا ہے جیسے یہ لوگ ٹیپو کی سختیوں کے سبب سے بیزار تھے۔ اسی ٹیپو سے جس نے خود تکلیفیں اٹھائیں لیکن اپنے ان بدیسی اور بے وفا مہمانوں پر ان کے بار بار دھوکا دینے کے باوجود کبھی آنچ نہ آنے دی۔

معلوم ہوتا ہے کہ سلطان نے اپنے بدیسی دوستوں کی اس غداری سے سبق حاصل کر کے اس کے بعد ان لوگوں پر کبھی اعتبار نہ کیا اور اگرچہ سلطنت خداداد کا خاتمہ کرنے کے لئے برطانوی حکومت اور اس کے جھوٹے اور بدعہد جانشینوں نے آخری بار سلطان پر یہ الزام لگا کر سرنگاپٹم پر حملہ کیا کہ اس نے فرانسیسی حکومت سے ساز باز کر کے فرانسیسی فوج انگریزوں کے خلاف لڑنے کے لئے بلالی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس دور میں ولزلی کے حاشیہ نشینوں اور بھاٹوں نے جو "دستاویزیں" اپنی کتابوں میں شائع کی ہیں وہ سب کی سب جعلی یا بہت بڑی حد تک جعلی اور ناقابل اعتبار ہیں۔ سلطان کے ان بدیسی نمک حراموں پر بھروسہ نہ کرنے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ۱۷۹۳ء میں جب یورپ میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان جنگ چھڑی اور ہندوستان میں فرانسیسیوں نے ٹیپو سے مدد مانگی تو ٹیپو نے ان کی درخواست کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور خاموشی سے تماشائی بنا رہا۔ اس کے علاوہ ۱۷۹۹ء میں جب لارڈ مارننگٹن ولزلی سلطنت میسور میں بقول باسو غنڈہ گردی میں مصروف تھا "فرانسیسی اس قابل ہی نہ تھے کہ ہندوستان پر حملہ کر سکیں جس کا انھیں اعزاز دیا جاتا ہے۔"

اسی سلسلہ میں مِل کا یہ بیان بھی نہایت اہم ہے کہ "جب ٹیپو سلطان کے کاغذات پڑھے گئے تو کچھ ایسی مراسلت بھی ملی جو اس کے اور فرانسیسیوں کے درمیان ہوئی تھی ۔ اسے دیکھکر لارڈ ولزلی نے بڑی مسرت کا اظہار کیا"۔

گویا ان کاغذات کے بغیر اسے اس بات کا اندیشہ تھا کہ جنگ کے اُن اسباب سے جو بتائے گئے تھے، وہ لوگ مطمئن نہ ہوں گے جن کی طرف کے اظہار پسندیدگی کا وہ خواہشمند تھا"۔

اگرچہ مِل نے اس مراسلت کی معصومیت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن کیا ہم اس کی اصلیت پر شبہ کرنے میں حق بجانب نہ ہوں گے اور کیا ہمارا یہ خیال درست نہ ہوگا کہ یہ کاغذات جن میں فرانس سے جارحانہ اور مدافعانہ اتحاد کے بارے میں لکھا ہوا تھا، جعلی تھے؟"

اسی سلسلہ میں یہ اطلاع موجب دلچسپی ہوگی کہ اس زمانہ میں مدراس کا گورنر اُسی "لارڈ" کلایو کا بیٹا تھا جس نے جعلی دستاویز بناکر بنگال میں امی چند کو فریب دیا تھا اور جسے اس کی ان "اعلیٰ خدمات" کے باعث برطانوی حکومت نے لارڈ کے خطاب سے نوازا تھا۔

اس کے علاوہ خود لارڈ مارننگٹن (ولزلی)، فرانسیسی زبان اچھی طرح

جانتا تھا اس نے ایک فرانسیسی عورت کو بطور داشتہ رکھ چھوڑا تھا اور انہی لوگوں نے یہ "دستاویزیں" تیار کر کے ایک نامنصفانہ حملے کو جائز اور درست ثابت کرنے کی کوشش کی۔

اور یہی نہیں بلکہ سقوط سرنگاپٹم پر (۴ر مئی ۱۷۹۹ء) سلطان کی سلطنت میں (۱۲۰) فرانسیسی ملے۔ ان میں کچھ تاجر تھے اور کچھ صناع جنہیں سلطان نے اپنے کارخانوں میں ملازم رکھا تھا۔ یہ سلطان کی عقلمندی اور دانائی کا ثبوت ہے۔ اس نے

آزمودہ را آزمودن جہل است

پر عمل کیا تھا۔ اُس نے ۱۷۹۲ء میں اُن بدیسی غداروں کی غداری سے سبق لیا تھا جو عین میدان جنگ میں اس کا ساتھ چھوڑ کر دشمن سے جا ملے تھے۔ اب اسے یقین ہو چکا تھا کہ کسی بدیسی دوست پر اعتماد کرنا حماقت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے خط مورخہ ۱۸ر دسمبر ۱۷۹۸ء میں لارڈ مارننگٹن (ولزلی) کو فرانسیسیوں کے بارے میں بڑی تلخی کے ساتھ لکھا تھا کہ یہ لوگ "مکار، بے ایمان اور انسان دشمن" ہیں[۱]۔ اور اس کے یہ الفاظ خود اس بات کا سب سے بڑا

---

[۱] سلطان کی اس تلخ نوائی کا سبب فرانسیسیوں کی نہ صرف وہ (باقی اگلے صفحہ پر)

ثبوت ہیں کہ فرانسیسیوں سے سازش کا الزام لگا کر سلطنت خداداد پر جو حملہ کیا گیا تھا اس کی کسی صورت میں بھی تائید نہیں کی جا سکتی اور اس قزاقانہ حملہ سے متعلق جتنی "دستاویزیں" اس دور کی انگریزی "تاریخوں" میں بار بار شایع کی گئی ہیں۔ ان کی کوئی اصلیت نہیں اور یہ سب کی سب جعلی اور فریب پر مبنی ہیں[1]

بقیہ حاشیہ ۱:- بے وفائیاں ہیں جو ان لوگوں نے سلطان کے ساتھ کیں بلکہ وہ بے وفائیاں بھی ہیں جو ان لوگوں سے حیدر علی کے زمانہ میں سرزد ہوئی تھیں۔ مثال کے طور پر معاہدہ کے باوجود انھوں نے حیدر علی کے کرناٹک پر حملہ کے وقت ۱۷۸۰ء میں مدد نہیں کی۔ پھر (وندوسی)، وندی واش) میں جب حیدری فوجیں انگریزی فوجوں کے مدمقابل تھیں، فرانسیسی کمانڈر نے لڑنے سے انکار کر دیا تھا حالانکہ اس وقت متحدہ فوجیں بآسانی انگریزی فوج کا قلع قمع کر سکتی تھیں۔ اسی طرح کڈلور کے معرکہ میں انگریزوں کو شکستیں ہوتیں لیکن فرانسیسی کمانڈر بسی نے حملہ نہ کیا جس کے باعث پہلے ہیو جز اور اس کے بعد اسٹوارٹ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے

[1] میجر باسو ہندوستان میں مسیحی سلطنت کا عروج

ٹیپو سلطان مرہٹے اور نظام

ٹیپو سلطان کی تلوار نے ہر موقع پر دشمنوں کو
شکستیں دیں۔ لیکن دشمن کے قلم نے اس کی تلوار کے
ٹکڑے کر دئے۔ چنانچہ انگریزوں اور مرہٹوں سے
مقابلوں میں فتوحات اور معاہدوں میں "شکستیں"
اس دعویٰ کا ثبوت ہیں۔

اورنگ زیب کی عمر کے آخری پچیس سال دکن میں مرہٹہ ترک تازیوں کا سدباب کرنے میں گذرے لیکن چونکہ مرہٹوں میں فتوحات کا جذبہ پیدا ہو چکا تھا اس لئے اسے کچلا نہ جا سکا۔ مغل سلاطین کی خانہ جنگی نے اس جذبہ کو اور پھلنے پھولنے کا موقعہ دیا جس کے باعث ان کی یلغاریں صرف دکن تک محدود نہ رہیں اور انھوں نے شمالی ہند میں بھی چھاپے مارنے شروع کئے یہاں تک کہ خود مغل شہنشاہ ان کی سرپرستی میں آگیا۔

اب وہ ہندوستان بھر میں جدھر چاہتے جاتے، لوٹ مار کرتے اور مقامی حکمرانوں سے چوتھ سردیس مکھی اور نہ جانے کس کس نام سے خراج

وصول کرتے اور کوئی حکومت ایسی مضبوط اور مستحکم نہ تھی جو ان کا مقابلہ کرتی اور ان کی ترک تازیوں کو روک سکتی۔

اس زمانہ میں دکن کی صوبیداری نظام الملک آصف جاہ کے خاندان میں تھی۔ لیکن مغل سلاطین کی خانہ جنگی کے مانند اس خاندان میں بھی خانہ جنگی شروع ہوگئی جس کے باعث دکن کے صوبیدار کا رہا سہا بھرم ختم ہو گیا۔ اس وقت مرہٹوں اور نظام کے علاوہ دو مغربی قومیں بھی آہستہ آہستہ سر اٹھا رہی تھیں۔ یہ قومیں نہ صرف نئے علوم و فنون بلکہ نئے مغربی اسلحہ سے بھی لیس تھیں اور اپنے ساتھ وہ میکیاولی کی سیاست بھی لائی تھیں جس سے مشرقی حکمران بیگانہ تھے اور جس نے ان "سادہ دل بندوں" سے آزادی چھین کر ان کے گلوں میں دو سو سال کے لئے غلامی کا جوا ڈال دیا۔

حسنِ اتفاق سے اسی زمانہ میں ایک نئی سلطنت وجود میں آئی سلطنت خداداد میسور — جس کا بانی حیدر علی تھا۔ یہ نئی سلطنت بہت جلد پروان چڑھنے اور مرہٹوں، انگریزوں اور نظام کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکنے لگی اور چونکہ اس زمانہ میں مرہٹوں کا طوطی بول رہا تھا اس لئے حیدر علی کی سب سے پہلی ٹکر بھی ان ہی لوگوں سے ہوئی۔

حیدر علی کے حصول اقتدار سے قبل مرہٹوں نے میسور کے راجہ پر کئی بار حملہ کیا اور لوٹ مار کر کے اس سے من مانی شرائط قبول کرائی تھیں۔ لیکن ۱۷۵۷ء کے بعد جب میسور کے دربار میں حیدر علی کا اثر کافی بڑھ چکا تھا، انھیں مشکلات پیش آنے لگیں کیونکہ حیدر علی نے ۱۷۵۹ء کے معاہدہ کو میسور کی آزادی اور خودداری پر ایک ضرب تصور کر کے راجہ کو اس کی تعمیل سے روک دیا۔ جس پر مرہٹوں نے راجہ کے درباریوں سے حیدر علی کے خلاف سازشیں شروع کر دیں اور حیدر علی ان کا مقابلہ کرتے ہوئے آخر کار ۱۷۶۱ء میں میسور کا خود مختار حکمران بن بیٹھا جس کے بعد مرہٹوں اور میسور کے درمیان جنگوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوا جو اپریل ۱۷۶۴ سے جولائی ۱۷۷۲ء تک جاری رہا۔ اگرچہ ان لڑائیوں میں حیدر علی کو کئی بار شکستیں ہوئیں پھر بھی وہ اپنی بہادری اور سیاسی سوجھ بوجھ کے باعث اپنی جگہ پر پہاڑ کے مانند ڈٹا رہا۔

عین اسی زمانہ میں ۱۸ نومبر ۱۷۷۲ء کو مادھو راؤ پیشوا کا انتقال ہو گیا اور مرہٹہ سلطنت بھی خانہ جنگی کا شکار ہو گئی۔ دہلی کے مغل سلاطین کے مانند مرہٹوں کے پیشوا بھی کٹ پتلیوں کی طرح آتے ہی رخصت ہونے لگے۔ چنانچہ مادھو راؤ کے بعد اس کا بھائی نراتن راؤ

جانشین ہو کر نو ماہ کے اندر ہی مار ڈالا گیا تو اس کا چچا رگھوناتھ راؤ پیشوا بنا۔ لیکن نانا فرنویس کی پارٹی نے اسے نکال دیا اور مادھو راؤ کے شیر خوار بچے مادھو راؤ نرائن کو جانشین کیا جو باپ کے مرنے کے بعد پیدا ہوا تھا یہ موقعہ دیکھ کر ایسٹ انڈیا کمپنی کی "بیماری" نے سر اٹھایا اور فوراً ہی سازشیں شروع ہو گئیں۔ کیونکہ کمپنی کے تاجر صوبہ بمبئی میں سالسٹ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ مخالف پارٹی نے نانا فرنویس کی سرکردگی میں انگریزوں سے جنگ شروع کر دی۔

حیدر علی ایک زیرک اور دانش مند حکمراں کی حیثیت سے گرد و پیش کے حالات کا مطالعہ کر رہا تھا چنانچہ اس نے سنہ ۱۷۷۴ء میں رگھوناتھ راؤ سے کلیان درگ میں ایک معاہدہ کر لیا جس کے بموجب اسے دریائے کرشنا کے داہنے بازو پر مرہٹہ علاقہ پر قبضہ کر لینے کا اختیار حاصل ہو گیا۔ اس کے بدلے میں اس نے رگھوناتھ راؤ کو پیشوا تسلیم کر لیا اور بہت جلد نہ صرف میسور کا چھنا ہوا علاقہ واپس حاصل کر لیا بلکہ دریائے کرشنا کے داہنے بازو پر واقع مرہٹہ علاقہ بھی جس پر ابتدا میں نانا فرنویس نے غضبناک ہو کر شدید مخالفت کی۔ لیکن بعد میں حالات کی نزاکت دیکھ کر خاموشی اختیار کر لی جس پر سنہ ۱۷۸۰ء میں حیدر علی اور نانا فرنویس کے درمیان معاہدۂ اتحاد ہو گیا۔

اس معاہدہ کے بموجب طے پایا کہ حیدر علی کی جانب سے پیشوا کو بارہ لاکھ روپیہ سالانہ بطور نعل بہا دیا جائے گا اور انگریزوں کے خلاف جنگ میں مرہٹوں کو مدد دی جائے گی ۔ اس کے بدلہ میں دریائے کرشنا کے جنوب میں مرہٹہ علاقہ پر حیدر علی کی سیادت تسلیم کر لی گئی اور دونوں حکومتوں نے وعدہ کیا کہ ایک دوسرے کی مرضی کے بغیر انگریزوں سے صلح نہ کریں گے۔

اس میں شک نہیں کہ یہ معاہدہ دونوں حکومتوں کے لئے مفید تھا اور اس کے ذریعہ انگریز تاجروں کی جوع الارض کو روکا جا سکتا تھا جس کے باعث انھوں نے ہندوستان کے مختلف حصوں میں اپنی سیادت اور بالادستی قائم کرلی تھی لیکن بدقسمتی سے نانا فرنویس نے معاہدہ کی پابندی نہ کی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نانا فرنویس وقتی طور پر یک سوئی چاہتا تھا چنانچہ جس وقت تک انگریزوں سے جنگ جاری رہی اس نے حیدر علی سے دوستی ظاہر کی ۔ لیکن حیدر علی کے انتقال پر ٹیپو سلطان کو اس کی تخت نشینی پر مبارکباد دیتے ہوئے دریائے کرشنا کے جنوب میں جو علاقہ حیدر علی نے فتح کیا تھا اس کا نیز دو سال کے نعل بہا اور چوتھ کا مطالبہ کرتے ہوئے دھمکی دی کہ اگر ہمارے مطالبات نہ مانے گئے تو انگریزوں سے جارحانہ اتحاد کرکے

میسور پر حملہ کر دیا جائے گا۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا کہ اگر ہمارے مطالبات پورے کر دو تو انگریزوں سے کئے ہوئے معاہدہ کو جس کی ابھی توثیق نہیں ہوئی ہے، ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جائے گا۔

سلطان نے غضبناک ہو کر مرٹہ وکیل سے کہا

والد مرحوم نے پائیں گھاٹ کی سہ سالہ جنگ میں سارا خزانہ اور تین سال کی آمدنی صرف کردی۔ اگرچہ یہ سب تم لوگوں (نظام اور پیشوا) کے ایما۔ اور مشورے سے ہوا تھا لیکن تم نے کوئی مدد نہ دی۔ معاہدہ کے بموجب تمھارا فرض تھا کہ مدد بھیجتے۔ پھر بھی خدا کے فضل اور ہمارے ہتھیاروں کی برتری کے باعث ہمیں مدد مانگنے پر مجبور نہ ہونا پڑا۔ اعلیٰ حضرت مرحوم (حیدر علی) کی وفات پر ایاز نے غداری کی اور تمام قلعے اور قصبے انگریزوں کے حوالہ کر کے سلطنت کو ختم کر دینے کی کوشش کی پھر بھی خدا کے فضل سے وہ تمام علاقہ باکسی دقت کے فتح کر لیا گیا اور ہماری فوجوں نے دشمن کو تباہ کر دیا۔ یہ تمام باتیں ساری دنیا کو معلوم ہیں۔ اس لئے اپنے آقاؤں سے کہو کہ ہم نعل بہا کی رقم ادا کر دیں گے لیکن ہمیں اعلیٰ حضرت مرحوم سے کچھ توپیں اور

بندوقیں ورثہ میں ملی ہیں جو وقت پر کام بھی دے سکتی
ہیں ۔ مملکت کا انتظام کرنے کے بعد سلطنت خداداد کے
بخشیوں کو حکم دیا جائے گا کہ مروجہ رقم تمھیں بھیج دیں" [۱]

اس کے بعد سلطان نے اپنے وکیل نور محمد خاں کے ذریعہ پیشوا کو
کہلا بھیجا کہ ہم نے مرہٹوں کی جانب سے انگریزوں سے جو جنگیں لڑی
ہیں ان میں ہمیں کافی جانی اور مالی نقصانات ہوئے ہیں تمھیں
معاہدہ (۱۷۸۴ء) کے بموجب سلطنت خداداد سے مشورہ کئے بغیر
انگریزوں سے صلح نہ کرنی چاہئے تھی ۔ اب بھی وقت نہیں گیا ہے
اور معاہدہ کی توثیق نہ کرتے ہوئے انگریزوں سے جنگ کی
جا سکتی ہے

لیکن نانا فرنویس نے ٹیپو کی بات نہ مانی ۔ انگریز بار بار سلطان
کے خلاف مدد مانگ رہے تھے اور نانا فرنویس کا خیال تھا کہ ابھی
ٹیپو سلطان کی حکومت مستحکم نہیں ہوئی اور یہی موقعہ ہے جب
دھونس ڈال کر اپنے مطالبات تسلیم کرائے جا سکتے ہیں ۔ اس نے
سندھیا کو لکھا کہ بارش کے بعد ہولکر کو ساتھ لے کر سلطان کے خلاف

---

[۱] نشان حیدری ترجمہ، اُلمس ص۹۰

جنگ کی جائے ۔ ساتھ ہی انگریزوں سے بھی اتحاد کے پینگ بڑھانے شروع کیے ۔ چنانچہ ۲۸ راکتوبر سنہ ۱۷۸۱ء کو پشوا کی جانب سے مہدجی سندھیا اور کمپنی کی طرف سے ڈیوڈ اینڈرسن نے ایک معاہدہ پر دستخط کر دیئے۔

لیکن اس معاہدہ کا کوئی خاص نتیجہ نہ نکلا کیونکہ بہت جلد سلطان نے انگریزوں کو دندان شکن شکستیں دے کر انھیں معاہدہ منگلور (سنہ ۱۷۸۴ء) پر مجبور کر دیا جس پر نانا فرنویس بہت غضبناک ہوا ساتھ ہی اسے بڑی مایوسی بھی ہوئی ۔ کیونکہ اس نے ہری پنت پھڑکیہ کے تحت اس سے قبل ہی ایک فوج میسور کے خلاف روانہ کر دی تھی اور اسے توقع تھی ۔ کہ انگریزوں کی مدد سے مرہٹہ علاقے میسور سے چھین لیے جا سکیں گے ۔ اس کے علاوہ وہ نظام کی طرح مرہٹوں کو ٹیپو سلطان کا بھی مربی تصور کرتا تھا اور چاہتا تھا کہ دونوں جنگ آزما فریقوں کے درمیان ثالث بن کر اپنے وقار میں اضافہ کرے ۔

لیکن ٹیپو سلطان نے مرہٹوں کے اس تفوق کو تسلیم نہ کرتے ہوئے معاہدہ سلبائی کو تسلیم کرنے سے انکار کیا اور مرہٹوں کو ثالثی کا موقعہ دیئے بغیر ہی براہ راست انگریزوں سے معاہدہ کر لیا ۔ مرہٹوں

کا خیال تھا کہ انگریزوں سے جنگ کے بعد ٹیپو سلطان کمزور ہو جائے گا لیکن معاہدہ منگلور نے سلطان کے وقار اور اقتدار میں کمی کے بجائے اضافہ کیا۔ دشمن نے گھٹنوں کے بل جھک کر اس سے صلح کی تھی۔ اس کے پاس ایک وسیع سلطنت تھی۔ خزانہ معمور تھا۔ نیز فوج منظم اور باقاعدہ تھی لیکن نانا فرنویس کو اس کا صحیح اندازہ نہ ہو سکا اور اس نے حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں اور نظام علی خاں سے معاہدہ کرنے کے لئے اپنے وکیل بھیجے۔ یہ شخص نہایت متلون مزاج تھا اور چونکہ خود اس میں قوت اور صلاحیت نہ تھی اس لئے اپنے سے زیادہ طاقتور اور باشعور حکمرانوں یعنی حیدر علی اور ٹیپو سلطان سے حسد کرتا تھا۔ جنھوں نے اس کا کچھ علاقہ بھی چھین لیا تھا۔ یہی سبب ہے کہ انگریز یا مرہٹے جب چاہتے اسے ملا کر اس سے کٹ پتلی کی طرح کام لیتے اور جب چاہتے دودھ کی مکھی کے مانند نکال کر پھینک دیتے۔

سلطنت خداداد سے نظام علی خاں کی مخالفت کا ایک اور سبب یہ بھی تھا کہ بحیثیت صوبیدار دکن وہ میسور کو اپنا باج گذار سمجھتا تھا لیکن اب اس کی حیثیت بھی شاہ عالم کی سی تھی جس کے احکام "واجب التعظیم" رہ گئے تھے "واجب التعمیل" نہ تھے۔

اب وہ ایک کمزور صوبیدار تھا اور چونکہ طاقتور کبھی کمزور کی

فرماں بردار ی نہیں کرتے اس لئے حیدر علی نے بھی نظام کو اپنا آقا تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا اور کرنول، اکڑپہ اور کئی دوسرے علاقوں کو جو حیدر آباد کے ماتحت تھے اپنے زیر سیادت لا کر اپنی مملکت کی سرحدیں نظام کی سرحد تک پہنچا دی تھیں۔

چونکہ اس زمانہ میں انگریزوں کو شرمناک شکستیں دینے کے باعث ٹیپو کا وقار بہت بڑھ گیا تھا اور اس نے اپنے ہتھیاروں کا لوہا مغربی فن حرب کی ماہر گوری قوموں سے بھی منوا لیا تھا۔ اس لئے نظام علی خاں کے دل میں نفرت اور حسد کی آگ اور زیادہ بھڑک اٹھی اور خوف نے اسے نانا فرنویس کی تجویز فوراً مان لینے پر آمادہ کر دیا خصوصاً اس لئے کہ نانا فرنویس نے اُسے یہ سبز باغ بھی دکھایا تھا کہ اگر نظام علی خاں ٹیپو کے خلاف مرہٹوں کے ساتھ شریک ہو کر میسور پر حملہ کرے تو اس کا کھویا ہوا علاقہ واپس مل سکتا ہے اور اس طرح اس کے علاقہ پر دشمن کے حملہ کا بھی ہمیشہ کے لئے سدباب ہو سکتا ہے۔

اگرچہ اپنے وکیل کرشنا راؤ بلال کو نظام کے پاس بھیجتے وقت نانا فرنویس نے ظاہر یہ کیا تھا کہ بلال نظام سے چوتھ اور سردیس مکھی وصول کرنے جا رہا ہے لیکن درحقیقت اسے ایک جارحانہ

معاہدہ کے لئے گفتگو کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ نظام نے فوراً ہی اس کی تجویز سے اتفاق کرلیا اور طے پایا کہ جلد ہی کسی موزوں مقام پر مل کر مرہٹوں اور نظام کے درمیان جو اختلافات ہیں انھیں دور کرکے میسور پر حملہ کے منصوبے بنائے جائیں۔ گفتگو کے لئے میدان ہموار ہو جانے پر جون ۱۷۸۴ء میں نظام علی خاں اور نانا فرنویس یادگیر میں ملے۔ لیکن نظام نے بیجاپور اور احمد نگر کی واپسی کا مطالبہ کیا جن پر مرہٹوں نے قبضہ کرلیا تھا نانا فرنویس اس پر راضی نہ ہوا اور صرف یہ طے پایا کہ آئندہ سال نظام اور مرہٹے مل کر میسور پر حملہ کریں اور اپنے اپنے علاقے واپس حاصل کرکے سلطان کی باقی سلطنت آپس میں مساوی طور پر تقسیم کرلیں۔ اس کے بعد آغاز جولائی ۱۷۸۴ء میں دونوں فریق اپنے اپنے مستقر کو روانہ ہو گئے۔ لیکن اسی اثناء میں نظام نے ٹیپو سلطان سے مطالبہ کیا کہ وہ کرناٹک بین پالگھاٹ کی دیوانی کا زر پیشکش روانہ کرے۔

سلطان کو نظام اور مرہٹوں کی گفتگو اور معاہدہ کا علم ہو چکا تھا اس لئے اس نے جواب میں بیجاپور کی صوبیداری پر اپنا حق جتایا۔ اب نظام کو خوف ہوا کہ شاید اس بہانہ سے سلطان اس کے علاقہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے اس نے ایک طرف تو نانا فرنویس سے مدد

مانگی اور دوسری طرف سلطان کو دھوکہ دینے کے لئے اس کے پاس اپنا وکیل بھیجا تاکہ باتوں باتوں میں وقت گذار کر جنگی تیاریاں مکمل کرلی جائیں۔

نانا فرنویس اول تو اس وقت جنگ کے لئے تیار نہ تھا دوسرے اسے ان سازشوں کا بھی مقابلہ کرنا تھا جو مادھو راؤ نرائن کو گدی سے اتار کر رگھوناتھ راؤ کے بیٹے باجی راؤ کو پیشوا کی گدی پر بٹھانے کے لئے کی جارہی تھیں لیکن نرگند کے معاملہ نے اسے جنگ میں کود پڑنے پر مجبور کردیا۔

اس میں شک نہیں کہ نرگند کا علاقہ پیشوا کے ماتحت تھا۔ لیکن ۱۷۷۸ء میں حیدر علی اور مرہٹوں کے درمیان جنگ ہوئی تو حیدر علی نے وہاں کے دلیسائی کو شکست دے کر نرگند پر قبضہ کرلیا تھا اور بعد میں ڈیسائی (ونکٹ راؤ) نے خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا تو اس نے ونکٹ راؤ کو بحال کردیا اور ۱۷۸۰ء کے معاہدہ میں نانا فرنویس نے بھی اس کی توثیق کردی تھی۔

اس کے باوجود ونکٹ راؤ اور اس کا نالائق وزیر کالوپنت خفیہ طور پر مرہٹہ سرداروں سے مراسلت کرتے اور پیشوا کو اپنا حقیقی سردار تصور کرتے رہے چنانچہ حیدر علی کے انتقال پر کالوپنت نے پیشوا کے درباریوں کو اکسایا کہ حیدر علی کے زمانہ میں جو علاقے مرہٹوں سے

چھن گئے تھے انھیں ٹیپو سلطان سے واپس لیا جائے لیکن داخلی پیچیدگیوں کے باعث موقعہ سے فائدہ نہ اٹھایا جا سکا۔ اور مجبوراً ونکٹ راؤ اور کالو پنت نے انگریزوں سے معاملہ کرنا چاہا تو انھوں نے بھی، جو پیہم شکستوں کے باعث پریشان ہو کر ٹیپو سے صلح کی گفتگو کر رہے تھے، ان کی درخواست کو نظر انداز کر دیا۔

اب ونکٹ راؤ اور کالو پنت نے دوسری شرارتیں شروع کیں چنانچہ نہ صرف خود سلطان کے احکام سے سرتابی کی بلکہ مدن پنی کے زمیندار کو ملا کر ٹیپو کے ایک قلعہ پر حملہ کیا اور ٹیپو کی رعایا میں سے چند آدمی قتل کر دیئے۔ چونکہ ان لوگوں کے تعلقات پونا کے نہایت اہم طاقت ور اور با اثر خاندانوں سے تھے اس لئے سلطان کو خراج بھی نہیں ادا کیا اور سلطنت خداداد کے بارے میں پیشوا کی حکومت کو ہر قسم کی معلومات بھی فراہم کرتے رہے۔

ٹیپو سلطان کو ان تمام شرارتوں کا علم تھا اس لئے جوں ہی اسے انگریزوں کی جنگ سے فرصت ملی اس نے نرگند کے دلیپائی سے دو سالہ خراج طلب کیا اور اپنے وکیلوں کو نانا فرنویس کے پاس بھیجا تاکہ مرہٹوں کو نرگند کے معاملہ میں مداخلت سے روکا جا سکے لیکن چونکہ ونکٹ راؤ کی قرابت پونا کے نہایت مقتدر رہٹوردھن خاندان سے تھی اس لئے

نانا فرنویس مداخلت سے اجتناب نہ کر سکا اور اس نے سلطان کو لکھا کہ جو خراج اس نے وِنکٹ راؤ سے طلب کیا ہے اس کی مقدار اس خراج سے کہیں زیادہ ہے جو مرہٹوں اور حیدر علی کے زمانہ میں نرگند سے وصول کیا جاتا تھا۔

سلطان نے اس کے جواب میں لکھا کہ ونکٹ راؤ میری رعایا ہے اور مجھے حق حاصل ہے کہ اپنی رعایا سے جس قدر چاہوں خراج وصول کروں۔ حکومت پونا کو میرے معاملات میں مداخلت کا حق نہیں اگر کوئی زمیندار جو ہماری رعایا میں ہو۔ جیسے نرگند کا دیسائی۔ اور اپنی بداعمالی کی سزا نہ پائے تو ہمارا اقتدار کیونکر قائم رہے گا۔ ساتھ ہی اُس نے یہ بھی لکھا کہ اگر لوٹ مار کی تلافی کر دی جائے اور بقایا خراج ادا کر دیا جائے تو دیسائی مذکور کو معاف کر دیا جائے گا۔

لیکن نانا فرنویس نے سلطان کی اس تجویز کو بھی رد کر دیا تو سلطان نے نرگند کے حالات کی تحقیقات کے لئے سید غفار کو بھیجا جس نے اطلاع دی کہ ونکٹ راؤ سلطان کے خلاف کارروائیوں میں مصروف ہے اور پرشرام بھاؤ جو اس کا عزیز اور دوست ہے اسے بغاوت پر اکسا رہا ہے۔

سلطان نے یہ خبر پاتے ہی برہان الدین کو روانہ کیا جو یلغار کرتا ہوا

جنوری ۱۷۸۵ء میں نرگند جا پہنچا اور ونکٹ راؤ کو سلطان کا پیغام دیا کہ اگر اطاعت کرلو تو جاں بخشی کی جائے گی اور جاگیر بھی واپس مل جائے گی لیکن کالو پنت نے مرہٹہ امداد کی توقع میں نہ صرف اطاعت سے انکار کیا بلکہ قلعہ سے باہر نکل کر حملہ بھی کیا لیکن شکست کھائی اور قلعہ میں محصور ہوگیا۔ اس کے بعد ان لوگوں نے سلطانی فوج پر بار بار چھاپے مارے جس سے برہان الدین کو کافی نقصانات اٹھانے پڑے لیکن فروری ۱۷۸۵ء میں اس نے قلعہ سے ملحقہ قصبہ پر قبضہ کرلیا۔

پونا کے الجھے ہوئے حالات کے باعث نانا فرنویس ابھی تک لڑائی کو ٹال رہا تھا لیکن اب مرہٹہ سرداروں نے اس پر دباؤ ڈالا اور اس نے پرشرام بھاؤ کو لکھا کہ فوراً ونکٹ راؤ کی مدد کو جاؤ ساتھ ہی اس نے گنیش راؤ بہرے کو بھی نرگند جانے کا حکم دیا۔

برہان الدین کو مرہٹہ فوجوں کی آمد کا علم ہوا تو اس نے محاصرہ میں شدت کی لیکن نرگند کا قلعہ بہت مضبوط اور ایک بلند پہاڑی پر واقع تھا۔ چھ ماہ کی رسد موجود تھی اور محصورین بڑی بہادری سے مقابلہ کرکے حملہ آوروں کو نقصانات پہنچا رہے تھے۔ اسی اثناء میں ٹیپو نے محاصرہ اٹھا لینے کا حکم بھیجا کیونکہ وہ دیسی حکومتوں یعنی مرہٹوں اور نظام سے دوستانہ تعلقات رکھنا چاہتا تھا۔ ٹیپو کے وکیلوں نے بھی نانا فرنویس

کو یہی بات سمجھائی لیکن اُس نے محاصرہ اٹھانے کو ٹیپو کی کمزوری پر محمول کیا۔ پھر بھی اُس نے بھاؤ کو لکھا کہ بارش ختم ہونے تک میسوری فوجوں سے جنگ نہ کرو۔ ونکٹ راؤ اور کالو پنت کے اہل وعیال کو نرگند سے منتقل کرکے رام ورگ میں قیام کرو۔

مگر کالو پنت نے اس مشورے کو قبول نہ کیا اور کہا کہ اس طرح اہل قلعہ کی ہمتیں ٹوٹ جائیں گی۔ بھاؤ نے بھی اس سے اتفاق کیا اور نانا فرنویس کے مشورے اور حکم کو نظر انداز کرکے شہرت اور ناموری کی توقع میں میسوری فوج پر حملہ کر دیا لیکن اس میں شکست ہوئی اور پسپا ہونا پڑا۔

نانا فرنویس کو حالات معلوم ہوئے تو بہت ناراض ہوا لیکن شکست کا ازالہ کرنے کے لئے اُس نے تکوجی ہولکر کو بھیجا تاکہ بھاؤ کی مدد کرے اور مرہٹوں کے گرتے ہوئے وقار کو سنبھالے۔ اس کے بعد وہ خود جنگ کی تیاریوں میں مشغول ہو گیا۔ اگرچہ ساتھ ساتھ ٹیپو کے وکیلوں سے صلح کی بات چیت کرتا رہا اور اس امر پر رضامندی ظاہر کی کہ اگر سلطان دو سال کا لغل بہاستائیس روز کے اندر ادا کر دے تو نرگند کے معاملہ میں پیشوا کی جانب سے کوئی مداخلت نہ کی جائے گی۔

لیکن حقیقت میں نانا کا دل صاف نہ تھا۔ وہ فریب دے کر سلطانی وکیلوں سے روپیہ وصول کرنا چاہتا تھا اور اس کا خیال تھا کہ بارش ختم

ہونے تک عارضی معاہدہ کے ذریعہ روپیہ حاصل کرے اور اس کے بعد سلطان کے خلاف مہم شروع کرے لیکن سلطان اس کی چال میں نہ آیا کیونکہ اس کے جاسوسوں نے اطلاع دے دی تھی کہ ایک طرف نونا فرنویس سلطانی وکیلوں کی خاطرمدارات کر رہا ہے دوسری طرف سلطان کے خلاف جارحانہ معاہدہ کی کوششوں میں مصروف ہے۔

سلطان کے لئے نرگند کا مسئلہ بڑی اہمیت رکھتا تھا۔کیونکہ اول تو وہاں کے دیسائی نے بغاوت کرکے سلطان کی رعایا کو نقصان پہنچایا تھا اور سلطنت کے وقار اور ضبط ونظم کی خاطر اسے سزا دینی ضروری تھی۔دوسرے یہ قلعہ مرہٹہ میسور سرحد پر واقع اور اپنے استحکام کے باعث نہایت اہم تھا۔سلطان کا خیال تھا کہ بارش ختم ہونے سے پہلے اس کا فیصلہ ہو جائے۔لیکن مرہٹے وقت گذار کر بارش کے بعد جنگ کرنا چاہتے تھے۔چنانچہ وقت کی نزاکت دیکھتے ہوئے سلطان نے برہان الدین کی مدد کے لئے قمرالدین کو روانہ کر دیا اور دونوں نے متحد ہو کر چند ہی روز میں مرہٹوں کو پسپا کر دیا۔لیکن دونوں سرداروں کے درمیان چشمک کے باعث محاصرہ میں دیر ہوئی تو سلطان نے دونوں کے لئے ایک مجلس مشاورت قائم کر دی اور حکم دیا کہ جملہ کارروائیاں اسی مجلس کے مشورے سے کی جائیں۔

اب محاصرہ میں سختی کی گئی تو اواخر جولائی ۱۷۸۵ء میں محصورین کی حالت نہایت خراب گئی اور مرہٹوں کی مدد نہ پہنچی تو کالوپنت نے مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دیئے۔ جملہ محصورین کو جانے کی اجازت دی گئی لیکن کالوپنت اور وینکٹ راؤ کو پہلے نرگاہم اور اس کے بعد قلعہ کپل ورگ میں قید کر دیا گیا۔ چونکہ اب مرہٹہ میسور جنگ شروع ہو چکی تھی اس لئے میسوری فوجوں نے نومبر دسمبر میں ان تمام مقامات پر قبضہ کر لیا، جہاں کے دلیپائیوں اور زمینداروں نے بغاوتیں کی تھیں۔

نرگند کے سقوط اور مرہٹوں کی شکست سے نانا فرنویس کو بہت صدمہ پہنچا پھر بھی وہ آئندہ بارش میں لڑنے کی تیاریاں کرتا رہا۔ اس نے انگریزوں سے اتحاد کی کوشش کی اور بلال کو پھر نظام کے پاس بھیجا تاکہ میسور پر حملہ کے لئے دوبارہ گفتگو کی جائے۔

مرہٹہ سرداروں نے نانا فرنویس کی آواز پر لبیک کہا کیونکہ ایک تو وہ اپنی قومی شکست کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ دوسرے انھیں بہت سا مال غنیمت ملنے کی توقع تھی۔ چنانچہ مادھوجی بھونسلے آیا پھر بیماری کے باعث بیٹے کو فوج کے ساتھ چھوڑ کر یہ وعدہ کر کے واپس گیا کہ مزید کمک بھیجی جائے گی۔

اسی طرح پرشرام بھاؤ اور ہولکر نے بھی آمادگی ظاہر کی مگر

نظام علی خاں نے جنگی اخراجات کے لئے پچیس لاکھ روپیہ طلب کئے نیز بیجاپور اور احمد نگر کی واپسی کا مطالبہ کیا اور پیشوا کے وکیل کرشنا راؤ بلال نے یہ سوچ کر کہ نانا فرنویس اتفاق کرے گا مرہٹوں کی طرف سے اپنی ذمہ داری پر نظام کی شرائط قبول کرلیں۔ نومبر ۱۷۸۵ء میں نظام علی خاں نانا فرنویس سے ملاقات کے لئے روانہ ہوا جو دسمبر ۱۷۸۵ء میں پونا سے روانہ ہو کر پنڈھر پور میں مرہٹہ سپہ سالار ہری پنت پھڑکیہ اور پرشرام بھاؤ سے مل کر یادگیر میں نظام علی خاں سے ملا ان لوگوں میں تقریباً ڈیڑھ ماہ تک گفتگوئیں رہیں۔ لیکن آج ایک بات پر اتفاق ہوتا تو دوسرے دن اس کے خلاف کہا جاتا۔ آخرکار جون ۱۷۸۶ء کے معاہدہ سے ملتا جلتا معاہدہ ہو گیا اور طے پایا کہ فوراً ہی میسور پر حملہ کردیا جاتے اور دونوں سلطنتیں سلطان سے اپنا اپنا علاقہ چھین لینے کے بعد باقی علاقہ مساوی طور پر آپس میں تقسیم کرلیں۔ احمد نگر اور بیجاپور کے بارے میں نانا فرنویس کے جوابات مبہم اور غیر اطمینان بخش رہے۔

چونکہ پونا میں کم عمر پیشوا کے خلاف سازشیں ہو رہی تھیں جس کے باعث نانا فرنویس پریشان تھا اور زیادہ دن باہر نہیں رہنا چاہتا تھا اس لئے وسط اپریل میں گفتگو کی تکمیل کے بعد اس نے بیماری کا بہانہ کر کے پونا واپس جانا چاہا جس پر اتحادیوں نے سخت احتجاج

کرتے ہوئے الزام لگایا کہ اسے اس مہم سے کوئی دلچسپی نہیں اسی لئے جانا چاہتا ہے۔ نظام نے دھمکی دی کہ اگر نانا فرنویس گیا تو میں بھی چلا جاؤں گا۔ مادھوجی بھونسلے اور پرشرام بھاؤ بھی بگڑ کر جانے کو تیار ہو گئے۔ مجبوراً نانا فرنویس نے روانگی ملتوی کردی لیکن سب کی کوششوں کے باوجود نظام علی خاں ناراض ہو کر ۲۵ اپریل ۱۷۸۶ء کو اپنی فوجیں تہور جنگ کے زیر کمان چھوڑ کر حیدر آباد چلا گیا۔ جس کے بعد اتحادی فوجوں نے ٹیپو کی شمالی سرحد میں بدامی پر یلغار کی اور کئی جھڑپیں ہوئیں جن میں مرہٹوں کو کثیر نقصانات اٹھانے پڑے۔ لیکن پانی کی رسد بند ہو جانے کے خطرے سے پریشان ہو کر قلعدار نے ۱۲ مئی کو اطاعت کرلی جس کے بعد نانا فرنویس، ہری پنت کو سپہ سالار بنا کر پونا چلا گیا۔ مادھوجی بھونسلے نے بھی اپنے بیٹے کھنڈوجی کو جانشین بنایا اور دسہرہ منانے کے لئے ناگپور گیا پرشرام بھاؤ نے تاسگاؤں کی راہ لی کیونکہ اسے بیٹے کی زنار بندی کرانی تھی

اس کے بعد ہری پنت جون ۱۷۸۶ء میں گجندر گڈھ کی طرف بڑھا جہاں کے قلعدار نے رشوت لے کر ہتھیار ڈال دیئے۔ لیکن مرہٹوں کی دوسری فوج کو جو کتور کے علاقہ میں برہان الدین کا مقابلہ کر رہی تھی سخت مشکلات کا سامنا ہوا۔ اس لئے پونا سے ہولکر کو بھیجا گیا جس

نے قلعہ کے سوا باقی تمام ضلع پر قبضہ کرلیا اور چونکہ مرہٹہ فوج کافی طاقتور تھی اس لیے برہان الدین نے دفاعی جنگ اختیار کی۔

اس وقت مرہٹوں نے قلعہ کتور پر بھی حملہ کیا۔ لیکن فتح نہ کرسکے تو گنیش پنت بہرے کو شاہ نور بھیجا گیا جہاں کے نواب عبدالحکیم خاں نے سلطان کے خلاف مرہٹوں سے مدد مانگی تھی۔

حیدر علی نے شاہ نور کو فتح کرکے ۱۷۷۹ء میں اپنے اور نواب عبدالحکیم خاں کے خاندانوں کو ازدواجی رشتوں میں منسلک کردیا تھا اور نواب کے ساتھ چند خاص رعایتیں بھی کی تھیں مثلاً سالانہ خراج کی رقم نصف کردی تھی اور وہ علاقہ بھی دے دیا تھا جسے مرہٹوں نے نواب سے چھین لیا تھا مگر ساتھ ہی حکم دیا تھا کہ وہ اپنی جاگیر میں اپنے خرچ سے میسوری فوج کی مدد کے لیے دو ہزار پٹھان سوار ملازم رکھے۔

نواب نے ابتدا میں اس حکم کی تعمیل کی لیکن کمپنی اور میسور کی لڑائی میں جو سپاہی مارے گئے تھے ان کے بجائے نئے سپاہی مامور نہ کیے۔ چنانچہ صلح نامہ منگلور کے موقعہ پر نواب کے پاس دو سو سے زیادہ سوار نہ تھے۔ سلطان نے نواب کے نمائندے طلب کرکے حساب فہمی چاہی اور خراج کا مطالبہ کیا جو بیس لاکھ روپیہ نکلا۔ نواب نے نصف

کے قریب رقم ادا کی اور باقی کے بارے میں غدر کیا کیونکہ مرہٹوں نے اس کی ہمت بڑھا کر اسے ادائیگی سے روک دیا اور وعدہ کیا تھا کہ اگر سلطان نے حملہ کیا تو ہماری طرف سے مدد دی جائے گی۔

سلطان نے اپنے مہاجنوں کو رقم وصول کرنے کے لئے بھیجا تو ہولکر اور بہرے شاہ نور کی طرف بڑھے اور چند چھوٹے مہاجنوں کو گرفتار کر کے ان سے دو لاکھ روپیہ وصول کیا۔ برہان الدین نے جو موقعہ کی تاک میں تھا حملہ کیا۔ لیکن طاقتور مرہٹہ اور پٹھان فوج کے باعث پسپا ہونا پڑا جس کے بعد مرہٹہ فوجوں نے اور بھی کئی مقامات پر قبضہ کر لیا۔ اسی اثنار میں بیدنور سے بدر الزماں خاں کے تحت کچھ اور میسوری فوج آگئی لیکن ان کی مجموعی قوت اتنی نہ تھی کہ مرہٹہ فوجوں سے مقابلہ کرسکیں۔ جو نہ صرف تعداد میں بھی بہت زیادہ تھیں۔ بلکہ انھیں مقامی دلیائیوں اور زمینداروں سے بھی کثیر مدد مل رہی تھی۔

چونکہ حالات خطرناک تھے اس لئے میسوری فوجوں نے میدانوں میں مقابلہ کے بجائے مرہٹہ فوجوں پر چھاپے مارنے شروع کئے۔ سلطان اس وقت کورگ میں تھا جہاں اسے مرہٹہ نظام اتحاد کا علم ہوا۔ اس نے یکم جنوری ۱۷۸۶ء کو سرنگا پٹم پہنچ کر نظام اور پیشوا اتحاد کو توڑنے کی کوشش کی چنانچہ ٹوکوجی ہولکر کو پانچ لاکھ روپیہ اور تحفے بھیجے

کہ وہ غیر جانب دار ہو جائے پھر نانا فرنویس کے پاس تین لاکھ روپیہ کے جواہرات اور بارہ ہاتھی بھیجے۔ سلطان کے وکلا محمد غیاث اور نور محمد نے نانا فرنویس سے ملاقات کی اور اس سے مخالفت کا سبب پوچھا اور کہا کہ حیدر علی نے نوجوان پیشوا کی اس وقت حمایت کی تھی جب انگریز اور رگھوناتھ راؤ اسے پونا سے نکالنے پر تلے ہوئے تھے اور اگرچہ میسور کی طرف سے سلطان کے زمانے میں بھی مرحوم نواب کی پالیسی پر عمل کیا گیا اور دوستی قائم رکھی گئی تھی پھر بھی مرہٹوں نے انگریزوں سے معاہدہ کرکے ۱۷۸۰ء کے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور کمپنی اور میسور کی جنگ میں نہ صرف میسور کو مدد نہیں دی بلکہ اب الٹا میسور پر حملہ کیا جا رہا ہے۔

نانا فرنویس نے شکایت کی کہ سلطان نے کئی سال سے خراج نہیں ادا کیا ہے۔ اگر سلطان یہ رقم ادا کر دے تو جنگ بند کر دی جائے گی لیکن محمد غیاث نے مطالبہ کیا کہ پہلے جنگ بند کرو اس کے بعد رقم ادا کر دی جائے گی۔

چونکہ نانا کی نیت صاف نہ تھی اور وہ روپیہ وصول کرکے بھی جنگ کرنا چاہتا تھا اس لئے معاملات طے نہ ہو سکے۔ ادھر سلطان کے جاسوس اسے مفصل کیفیتیں دے رہے تھے اس لئے لواخر مارچ

۱۷۸۶ء میں اپنی سلطنت کی حفاظت کے لئے بنگلور سے کوچ کیا اور ایک بار پھر صلح کی کوشش کی ۔ اپنے وکیل، مادھوجی بھونسلے اور ہری پنت پھڑکیہ کے پاس بھیجے ۔ لیکن اس کوشش میں بھی اسے ناکامی ہوئی تو آہستہ آہستہ راستے میں فوجیں جمع کرتا ہوا سرحد کی طرف بڑھا اس کا منصوبہ تھا کہ جنگ ایسے وقت میں کی جائے جب دریائے تنگ بھدرا طغیانی پر ہو اور مرہٹہ فوجوں کو جنوبی علاقہ میں سیلاب کے باعث رسد نہ پہنچ سکے ۔

اتحادی فوجوں کو توقع تھی کہ سلطان ،برہان الدین کی مدد کے لئے آئے گا لیکن ان کے بالکل خلاف توقع سلطان تیزی سے یلغار کرتا ہوا ادھونی کے سامنے جا پہنچا جہاں نظام علی خاں کے بھائی بسالت جنگ کا بیٹا مہابت جنگ حاکم تھا۔اس وقت ٹیپو نے ایک زبردست جنگی چال چلی اس نے سوچا تھا کہ اگر ادھونی پر حملہ کردیا جائے تو دشمن کی توجہ فوراً اس طرف ہوجائے گی ۔اس طرح برہان الدین پر جو دباؤ پڑ رہا ہے اس میں کمی ہوگی اور دشمن اُس علاقہ میں مزید پیش قدمی نہ کر سکے گا۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ ادھونی کو اس لئے بھی بڑی اہمیت ہے کہ وہاں نظام کے بھائی اور بھتیجے کے اہل و عیال مقیم ہیں۔

سلطان کا خیال درست ثابت ہوا اور مہابت جنگ نے گھبرا کر

ایک طرف تو نظام کو لکھا اور دوسری طرف مرہٹوں سے مدد مانگی کہ جلد سے جلد ادھر آکر ہمارے خاندان کی عزت بچاؤ ورنہ دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہو جائیں گے۔ ساتھ ہی اس نے اپنے دیوان اسد علی خاں کو سلطان کے پاس بھیجا اور درخواست کی کہ وہ ادھونی پر حملہ نہ کرے۔ اس کے بدلے میں اس نے ایک بڑی رقم بھی دینے کا وعدہ کیا۔

سلطان نے جواب دیا کہ

مجھے تم لوگوں سے کچھ دشمنی نہیں مگر چونکہ نظام علی خاں نے بلاوجہ ہم سے چھیڑ چھاڑ شروع کی ہے اور مرہٹوں سے اتفاق کر کے سلطنت خداداد کی تباہی پر کمر باندھی ہے اس لئے میں اس کا بدلہ لینا چاہتا ہوں ..... اب بھی وقت ہے کہ نظام الملک ہم سے صلح صفائی کرے اور سلطنتوں کی فوجیں متفق اور متحد ہو کر پونا پر چڑھائی کریں[1]۔

اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے وکیل حیدر آباد بھیجے اور ایک خط کے ذریعہ نظام علی خاں کو توجہ دلائی کہ سلطنت خداداد اور سلطنت نظام دونوں اسلامی حکومتیں ہیں انھیں اسلام اور مسلمانوں کی

---

[1] نشان حیدری از حسین خاں کرمانی ترجمہ مائلس ص

بھلائی کے لئے متحد ہونا چاہیئے مگر نظام علی خاں باوجود مخفی طور پر سمجھائے جانے کے مرہٹوں کی یلغار کو اپنے ملک سے دور رکھنے کے لئے ان کی دوستی کو مصلحت کا تقاضا سمجھتے ہیں۔ اگر وہ میری طاقت کو اپنی طاقت سمجھتے اور میری اور ان کی طاقتیں متحد ہو جائیں تو مرہٹوں کی کیا مجال تھی کہ وہ اپنے ملک سے ایک قدم باہر نکالنے کا حوصلہ کر سکتے لیکن اس کا بڑا سبب انگریزوں کی عقلمندی ہے جو نظام حیدرآباد کو مجھ سے ملنے نہیں دیتی اور وہ نظام کو مرہٹوں سے متفق کر کے میرے خلاف فوج کشی پر ابھارتے رہتے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی اس نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ نظام اور ٹیپو کے خاندانوں میں ازدواجی رشتوں کے ذریعہ اتحاد ہو لیکن اس کوشش کا بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا اور نظام کے خاندان نے "حیدر نائک" کے خاندان سے رشتہ کو اپنی "اعلی خاندانی" کی توہین سمجھ کر اس تجویز کو رد کر دیا۔[1]

اس زمانہ میں اس نے شاہ عالم کے علاوہ بہت سے صاحب اثر امراء اور مشائخ کے پاس بھی نظام الملک کے رویہ کے خلاف خط بھیجے اور درخواست کی تھی کہ اس کی فتح اور کامرانی کے لئے دُعا کریں۔ اس

---

[1] نشان حیدری از حسین علی خاں کرمانی ترجمہ الماس ص

نے اسی زمانہ میں اعلان جہاد کیا اور فتح المجاہدین کے نسخے تقسیم کرائے اور اس طرح مسلمان حکمرانوں کو انگریزوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار اور مرہٹوں کی چیرہ دستی کی طرف توجہ دلائی ساتھ ہی ۱۸ ستمبر ۱۷۸۶ء کو مشیر الملک وزیر اعظم حیدر آباد کو بھی ایک خط میں لکھا کہ یہ امر حیرت انگیز ہے کہ

نظام الملک میرے خلاف حکام پونا (مرہٹوں) سے دوستی بڑھا رہے ہیں۔ یہ امر ان عہدناموں کے خلاف ہے جو میرے اور ان کے درمیان ہو چکے ہیں۔ چند روز پہلے میں نے افتخار خاں کو اسی غرض سے روانہ کیا تھا کہ مملکت خداداد اور مملکت نظام الملک کے درمیان باہمی دوستی کو ترقی حاصل ہو اور ساتھ ہی وہ ذرائع بھی اختیار کئے جائیں جن سے مرہٹے بھی اس اتحاد سے فائدہ اٹھا سکیں ......

مجھے امید ہے کہ نواب نظام الملک جو ایک مدبر سیاست داں اور لائق حکمراں ہیں میری اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے کوشش کریں گے کہ میرے اور مرہٹوں کے درمیان چند معاملات میں جو نفاق پیدا ہو گیا ہے اس کو اپنے اثر و رسوخ سے دور کرتے ہوئے تینوں ہمسایہ

سلطنتوں کے اتحاد اور بہبودی کے لئے کوشش فرمائیں گے تاکہ یہ تینوں طاقتیں ایک دوسرے کی معاون ہوکر ترقی کر سکیں لہ۔

اس طرح ٹیپو سلطان نے دیسی حکومتوں کے درمیان اتحاد اور اتفاق کے لئے اپنی طرف سے پوری کوششیں کیں لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا اور جنگ جاری رہی۔

ہری پنت کو ادھونی پر حملہ کی اطلاع اس وقت ملی جب وہ گجندر گڈھ پر قبضہ کر چکا تھا۔ اسے جاسوسوں کی رپورٹوں سے توقع تھی کہ ٹیپو سلطان، برہان الدین کی مدد کے لئے اسی طرف آنے والا ہے۔ لیکن سلطان کے یکایک ادھونی جا پہنچنے سے ایک بڑا مسئلہ پیدا ہوگیا اور اس نے ایک بڑی فوج ادھونی کو بچانے کے لئے روانہ کی دوسری طرف سے نظام علی خاں نے اپنے بھائی مغل علی خاں کو بھتیجے کی کمک کے لئے بھیجا اور تہور جنگ کو بھی لکھا کہ مہابت جنگ اور اہل و عیال کو بچانے کے لئے فوراً ادھونی پہنچے۔

اس طرح بیک وقت تقریباً ساٹھ ہزار سپاہی ادھونی کی

لہ کرک پیٹرک:۔ صحیفہ ٹیپو سلطان مرتبہ محمود منگلوری جلد دوم صفحہ ۴۶

طرف بڑھے لیکن سلطان نے ان کے پہنچنے سے پہلے ہی ۱۴ر جون کو قلعہ ادھونی سے ملحقہ قصبہ پر قبضہ کر کے قلعہ کا محاصرہ شروع کر دیا تھا چونکہ دیواریں نہایت مضبوط تھیں اس لئے گولہ باری کا اثر نہ ہوا۔ تب اس نے سرنگ کھدوا کر قلعہ کی فصیل کو اڑا دینا چاہا لیکن اس عرصہ میں اتحادی فوجیں یلغار کرتی ہوئی آپہنچیں تو سلطان نے محاصرہ اٹھا کر ایک بلند مقام پر پڑاؤ ڈالا اور اس کے بعد فوقتاً فوقتاً جھڑپیں ہوتی رہیں۔

بہرحال ادھونی کو وقتی طور پر محاصرہ سے نجات مل گئی مگر ادھونی کی جنگ کے باعث اتحادیوں کے سامنے نئے مسائل کھڑے ہو گئے تھے۔ مثلاً رسد کا مسئلہ روز بروز خطرناک ہو رہا تھا کیونکہ اتحادی فوجوں نے تنگ بھدرا کے جنوب میں رسد کے لئے کوئی مرکز نہ بنایا تھا اور تنگ بھدرا اور کرشنا کے درمیانی علاقہ کی رسد پر انحصار نہیں کیا جا سکتا تھا کیونکہ اس علاقہ کا بڑا حصہ ابھی تک سلطان کے قبضہ میں تھا۔ اس کے علاوہ بارش کے باعث تنگ بھدرا میں پانی بڑھ رہا تھا جس کے باعث مواصلاتی نظام میں خلل پیدا ہو رہا تھا۔

اب ہری پنت کو خوف ہوا کہ ایسا نہ ہو اتحادی فوجیں گھر جائیں چنانچہ ۲ر جولائی کو اتحادیوں نے ادھونی خالی کر دیا اور واپس ہونے لگے جس پر ٹیپو نے پیچھا کیا۔ لیکن یہ لوگ بچ کر نکل گئے۔ صرف کچھ مویشی

اور سامان ہاتھ لگا اور چونکہ دریا میں طغیانی آگئی تھی اس لئے پیچھا نہ کیا جا سکا۔

ادھونی کے تخلیہ کو نہ پرشرام بھاؤ نے پسند کیا اور نہ پونا میں کمپنی کے وکیل مالٹ (MALET) نے جس نے کہا کہ "اتحادی سپہ سالاروں نے اس قدر اہم قلعہ کو ٹیپو کے قبضہ میں دے کر بڑی بزدلی دکھائی ہے"

اس کا مقصد ٹیپو کے خلاف مرہٹوں کو جوش دلانا تھا کیونکہ اس طرح قلعہ چھوڑ جانا کوئی نئی بات نہیں اور ٹیپو کی خداداد حربی صلاحیتوں کا سبق کئی بار کمپنی کے بہادر انگریز سپہ سالار بھی سیکھ چکے تھے جنھوں نے یا تو فرار ہو کر جان بچائی تھی یا گرفتار ہو کر قید کیے گئے تھے۔

ادھونی کا تخلیہ ہونے کے بعد مہابت جنگ اور مغل علی خاں حیدر آباد گئے۔ باقی مرہٹہ فوج اور نظام کی فوجیں، تہور جنگ کے تحت ہری پنت کے پاس گجندر گڈھ پہنچیں۔ ٹیپو نے ادھونی پر قبضہ کرنے میں دیر نہ کی۔ اور ان توپوں اور گولہ بارود پر قبضہ کر لیا جسے اتحادی گھبراہٹ میں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔

سلطان نے پہلے تو اس قلعہ کے استحکامات کو تباہ کیا پھر سارا

سامان گوتی بھیج کر ادھونی میں قطب الدین خاں کو تعینات کیا اور باغی پالیگاروں کو کچلنے کے بعد وسط اگست سے بیس اگست تک اس کی فوج نے بیدنور سے آئی ہوئی کشتیوں کے ذریعہ تنگ بھدرا کو عبور کیا جس کے بعد تنگ بھدرا اور وردا ندی کے سنگم پر ایک بلند مقام پڑاؤ کے لئے منتخب کیا اور دشمن کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔

ہری پنت کے وہم وگمان میں نہ تھا کہ اس بارش اور طوفان میں جب کہ دریا چڑھا ہوا تھا سلطان تنگ بھدرا کو پار کر سکے گا۔ نواب شاہ نور نے متنبہ بھی کیا لیکن اس نے سوچا کہ سلطان اتنا بڑا خطرہ نہیں مول لے سکتا اس لئے وہ دھارواڑ کے علاقہ میں مصروف رہ کر گجندر گڈھ سے بہادر بنڈہ کی طرف بڑھا عین اس وقت اسے ٹیپو کے دریا پار کرنے کی خبر ملی اور اس نے ۵ ار اگست کو ایک چھاپہ مار فوج بھیجی۔ اتفاقاً بہادر بنڈہ کے قلعہ دار نے غداری کر کے قلعہ حوالہ کر دیا تو اس نے رگھوناتھ راؤ پٹوردھن کو کپل کا محاصرہ کرنے کے لئے چھوڑا اور خود آگے بڑھا لیکن اس کی فوج ٹیپو کو نہ روک سکی۔ البتہ جھڑپیں ہونے لگیں۔

ٹیپو نے کئی بار شبخوں مارنے کے منصوبے بنائے لیکن ہر مرتبہ مرہٹوں کو خبر مل گئی اس وقت ٹوکوجی ہولکر اور پٹوردھن کے آجانے پر ہری

پنت کے پاس ایک لاکھ فوج ہو گئی تھی لیکن رسد کی قلت کے ساتھ ساتھ بیماریاں بھی پھیلنے لگیں اور ہری پنت گھبرا کر شاہ نور کی طرف چلا گیا

ٹیپو نے نہایت ہوشیاری سے تنگ بھدرا کے کنارے ہی کنارے پیش قدمی کی اور شاہ نور کے قریب آغاز ستمبر میں مرہٹوں پر دو حملے کئے جن میں کامیابی ہوئی لیکن فیصلہ کن نہ تھی۔ اس کے بعد سلطان نے ۱۵ ستمبر کو شاہ نور سے پانچ میل دور ایک مناسب مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ جہاں بدرالزماں اور برہان الدین حاضر ہوئے۔

اس وقت ٹیپو نے ایک چال چلی اور وہ یہ کہ کئی روز تک روزانہ مرہٹہ فوجوں کے سامنے اس طرح فوجی مظاہرہ کیا جیسے ان پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ لیکن حملہ کرنے کے بجائے صرف بیرونی چوکیوں پر جھڑپوں کے بعد واپس چلا گیا۔ یکم اکتوبر کو اس نے پھر ایک ایسا ہی مظاہرہ کیا تو مرہٹوں نے خیال کیا کہ آج بھی حسب معمول جھڑپ کے بعد واپس چلا جائے گا۔ لیکن ٹیپو نے فوج کو چار حصوں میں تقسیم کر کے ایک کو مہا مرزا خاں کے تحت دیا تاکہ دریا کو پار کر کے مرہٹہ فوج کے عقب سے حملہ کرے۔ دوسرے حصہ کو میمنہ پر حملہ کے لئے برہان الدین کے سپرد کیا۔ تیسرے حصہ پر میر معین الدین کو مقرر کیا اور مرہٹہ قلب پر حملہ

کرنے کے لئے چوتھے حصہ کی کمان اپنے ذمہ لی۔

اس وقت سلطان شاہ نور سے دو میل پر تھا۔ خوش قسمتی سے بارش بھی ہونے لگی اور سلطانی فوجیں یلغار کرتی ہوئی دشمن کی طلایہ گرد فوج کے سر پر پہنچ گیئں جس کے بعد سخت حملہ کر کے دشمنوں کو ختم کر دیا گیا۔ باقی گرفتار کر لئے گئے۔ اس کے بعد دشمن کے پڑاؤ کے بالکل قریب پہنچ کر توپ سرکی گئی۔ یہ دوسری فوجوں کے لئے اشارہ تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ انھیں بھی فوراً حملہ شروع کر دینا چاہیے لیکن تینوں فوجوں نے جواب نہ دیا تو ٹیپو نے خیال کیا کہ شاید کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آگیا ہے لیکن وہ پھر بھی آگے بڑھتا گیا اور صبح ہوتے بالکل دشمن کے قریب پہنچ کر ایک اور توپ سرکی جس کے جواب میں ایک توپ کی آواز سنائی دی جس کا مطلب یہ تھا کہ دو فوجیں ابھی تک کسی نامعلوم مقام پر ہیں اور ان تک آواز نہیں پہنچی ہے

پھر بھی ٹیپو نے یہ سوچ کر کہ ایسا نہ ہو موقعہ ہاتھ سے نکل جائے "اللہ یار" کا نعرہ لگا کر حملہ کر دیا۔ اور دشمن کے کیمپ میں گھس گیا۔ اسی اثنا میں دوسری فوجوں کے سرداروں نے بھی اپنے پہنچنے کی اطلاع دی۔ ٹیپو کے پاس اس وقت صرف تین سو سپاہی تھے اور ایک توپ لیکن باقی فوج بھی جلد ہی آپہنچی اور مرہٹوں نے اول تو بقول ٹیپو

"چیلوں کوؤں کے مانند" بھاگنا شروع کیا پھر نو بجے دن کے قریب "مچھروں اور مکھیوں" کے مانند یلغار کی۔ اس وقت سلطان نے بھاری توپ خانہ کو حملہ کرنے سے روک دیا اور حکم دیا کہ صرف قریب آنے والوں پر ہلکی توپوں سے حملہ کیا جائے۔

مرہٹوں نے یہ سمجھا کہ ٹیپو کے پاس اس وقت صرف ہلکی توپیں ہیں اور جیسا کہ سلطان نے خیال کیا تھا، انھوں نے آگے بڑھ کر حملہ کیا لیکن جیسے ہی بھاری توپوں کی زد پر آئے انھوں نے آگ اگلنا شروع کر دی" اور دشمن کثیر نقصانات اٹھا کر فرار ہونے کے بعد تقریباً چھ کوس پر اُترا[1]

اس فتح کے بعد سلطان نے دو روز ٹھہر کر دشمن کی نقل و حرکت سے متعلق حالات دریافت کئے اور جب معلوم ہوا کہ دشمن نے شاہ نور کے قریب دریا کے کنارے پڑاؤ ڈالا ہے تو عید ذی الحجہ منانے کے لئے ٹھہر کر دوسرے دن آگے بڑھا اور اپنے میسرے کو شاہ نور کی طرف جانے کا حکم دیا۔

ہری پنت گذشتہ شکست سے اس قدر گھبرایا ہوا تھا کہ سلطانی

---

[1] کرک پیٹرک ۔ صحیفہ ٹیپو سلطان مرتبہ محمود بنگلوری ص۲۹۳-۹۴

لشکر کے کوچ کی خبر سنتے ہی اس نے شاہ نور سے اپنی فوج ہٹالی اور چھ کوس ہٹ کر پڑاؤ ڈالا۔ مرہٹوں نے نواب شاہ نور کا سارا سامان لوٹ لیا اور اس کے خاندان کی عورتوں کو میرج بھیج دیا۔

اس موقعہ پر سلطان نے اپنے جاسوسوں کے افسر کو ٹکوجی ہولکر کے پاس ایک خط کے ساتھ بھیجا جس میں لکھا تھا کہ جنگ میں ہزارہا مخلوق مارے جانے سے بہتر ہے کہ دونوں فوجوں کے سردار میدان جنگ میں تنہا مقابلہ کریں اور اس طرح جنگ کا فیصلہ ہو جائے لیکن جس طرح محاصرہ منگلور کے زمانہ میں میکلوڈ کو سلطان کی دعوت مبارزت قبول کرنے کی ہمت نہ ہوئی تھی غالباً اسی طرح مرہٹہ سپہ سالار نے بھی دست بدست جنگ سے انکار کر دیا۔

ٹیپو نے آسانی سے شاہ نور پر قبضہ کر لیا جہاں یکم محرم ۱۲۰۱ھ (۲۴ر اکتوبر ۱۷۸۶ء) تک رہا۔ پھر بنکاپور جا کر ایام عزا گذارے اور ۱۳ر نومبر کو کوچ کر کے مرہٹوں کے پڑاؤ کے سامنے جا پہنچا۔

ہری پنت نے سلطان کو اس قدر قریب پا کر وہاں سے بھی کوچ کیا تو سلطان نے ۲ر دسمبر کو مرہٹہ فوج پر ایک زبردست حملہ کر کے شدید ابتری پیدا کر دی۔ جس میں اگرچہ ہری پنت کے نقصانات کم ہوئے تھے لیکن بھونسلے اور نظام کی فوجوں کو بہت شدید مالی اور جانی

نقصانات اٹھانے پڑے اور ان کا سارا مال واسباب چھن گیا۔ نیز مرہٹہ سرداروں کی عورتیں بھی گرفتار ہوگئیں۔ لیکن سلطان نے ان عورتوں اور دوسرے قیدیوں کو بڑے اعزاز و احترام کے ساتھ یہ کہہ کر رخصت کر دیا کہ اپنے شوہروں سے کہو کہ سلطان جنگ پسند نہیں کرتا۔ وہ امن اور صلح چاہتا ہے۔ اس لئے انھیں چاہیئے کہ سلطان سے صلح کرلیں۔

اسی اثنا میں ٹیپو نے شاہ نور کے علاوہ کنچن گڈھ، بنکا پور اور دوسرے علاقوں پر بھی قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد بہادر بنڈہ کا محاصرہ کیا جو آٹھ دن کے اندر فتح ہوگیا۔ اور دشمن کی فوج پر جو پہلے ہی سے رسد کی قلت اور بیماریوں کے باعث پریشان ہو رہی تھی، پے درپے حملے شروع ہوگئے ان حملوں میں مرہٹوں سے زیادہ نظام کی فوجوں کو نقصانات اٹھانے پڑے کیونکہ ان کے پاس لاؤلشکر بھی زیادہ تھا اور وہ اپنی حفاظت پر زیادہ توجہ بھی نہ دے سکتے تھے۔

ان حالات نے اتحادی فوجوں کو سخت پریشان کر دیا۔ ان میں ابتری پھیل گئی۔ ان کے سرداروں کی عورتوں نے جنھیں سلطان نے باعزت طریقہ سے رخصت کیا تھا۔ اپنے شوہروں کو غیرت دلائی اور صلح پر مجبور کیا چنانچہ تکوجی ہولکر نے پیشوا کی نالائقی بیان کرتے ہوئے لکھا کہ آپ نے اس نالائق اور ناشائستہ فرزند (پیشوا) پر رحم کریں اور

اپنے کسی معتمد کو بھیجیں تاکہ شرائط صلح کی جا سکیں"[1]

سلطان نے فوراً ہی بدرالزماں خاں، علی رضا اور دوسرے افسروں کو بھیجا جن سے مرہٹہ سرداروں نے کہا کہ

ہمارا آقا آپ کے فرزند کے بجائے ہے۔ ہم نے جو کچھ برائیاں کیں وہ صرف ہماری جانب سے ہوئی ہیں لہٰذا معاف کر دی جائیں۔ آپ کے بادشاہ کو چاہیئے کہ ہمارے آقا کی مٹھائی کے لئے کچھ رقم اور ایک دو گاؤں دے دے ... یہ مطالبہ اس قدر قلیل ہے جتنا کہ ایک فرزند اپنے باپ سے کر سکتا ہے ..... دراصل نظام علی خاں کی فتنہ انگیزی اس جنگ کا باعث ہوئی ہے"[2]

مرہٹہ سرداروں کو سلطان کے حملہ کا اندیشہ تھا۔ وہ بے حد سراسیمہ و پریشان تھے اس لئے انہوں نے بڑی آہ و زاری کر کے بدرالزماں اور علی رضا سے کہا کہ سلطان سے طمانیت کا خط منگوا دیں چنانچہ ان کی درخواست پر سلطان نے اطمینان بخش جواب بھیج دیا اور صبح کو کنک گرمی

---

[1] تحریرات سلطانی۔ کرک پیٹرک۔ صحیفہ ٹیپو سلطان جلد دوم ص۸۳

[2] تحریرات سلطانی۔ کرک پیٹرک۔ صحیفہ ٹیپو سلطان جلد دوم ص۸۳

سے کیمپ اٹھا کر تین کوس پر اپنا پڑاؤ ڈالا۔ سلطان کی جو تحریریں کرک پیٹرک کو دستیاب ہوئی تھیں۔ ان میں سلطان نے لکھا ہے کہ شروع میں میرا ارادہ مرہٹوں کے خلاف جنگ کا نہ تھا۔ لیکن جب وہ میرے ملک کے اندر گھس آئے تو میں نے ضروری سمجھا کہ ان کی اتنی سرزنش کروں کہ وہ صلح پر آمادہ ہو جائیں۔

چنانچہ اسی جذبہ کے تحت سلطان نے نانا فرنویس کو نرگند کے معاملہ میں مداخلت سے روکا تھا۔ لیکن اب اس نے مالٹ کی سازشوں کا اندازہ کیا جو پونا میں انگریزوں کا یہ رزیڈنٹ کر رہا تھا۔ ستمبر ۱۷۸۶ء میں اس نے کارنوالس کی جنگی تیاریوں پر نظر ڈالی تو اپنے وکیل نور محمد کے ذریعہ ہری پنڈت پھرکیہ کو لکھا کہ نرگند کا معاملہ اتنا زیادہ اہم نہیں جس کے لئے جنگ کی جائے اور سلطنت خداداد اور مرہٹوں کے درمیان اتحاد ہی میں دونوں کے لئے بہتری ہے۔

اسی مضمون کا ایک خط پونا بھی روانہ کیا گیا۔ ٹوکوجی ہولکر اور گنگا دھر راؤ راستے کے ذریعہ بھی نومبر میں اسی قسم کی مراسلت کی گئی۔

نانا فرنویس کو اس وقت تک انگریزوں سے مدد کی امید تھی اور وہ سلطان کے خلاف مدد کرنا بھی چاہتے تھے۔ لیکن پٹس انڈیا ایکٹ کے مطابق عاید شدہ پابندی اور خود کمپنی کے اندرونی خلفشار اور مالی پریشانیوں

نے اس وقت کارنواس کو مجبور کر دیا تھا جس کے باعث انگریزوں نے مرہٹوں سے پرانے معاہدوں کو نئے معنی دے کر ٹال دیا۔ مجبوراً نانا فرنویس نے ہری پنت کو سلطان سے صلح کی شرائط طے کرنے کی اجازت دے دی اور حسب ذیل تجاویز پیش کی گئیں۔

۱۔ سلطان مرہٹوں کو اڑتالیس لاکھ روپیہ پیش کش ادا کرے اور ۱۷۸۱ء کے معاہدہ کے بموجب بارہ لاکھ روپیہ سالانہ ادا کرنے کا وعدہ کرے

۲۔ ونکٹ راؤ اور کالو پنت کو رہا کرے۔

۳۔ ادھونی نظام کو واپس دے۔ بدامی اور گجندر گڑھ پیشوا کو دے اور مرہٹوں کا وہ علاقہ واپس کرے جو مادھو راؤ پیشوا کے زمانے میں ان کا تھا۔

۴۔ شاہ نور عبدالحکیم خاں کو واپس کرے۔

سلطان ادھونی، کتور اور نرگند، ان کے حاکموں کو واپس دینے کے لئے تیار تھا۔ لیکن شاہ نور عبدالحکیم خاں کو دینے پر تیار نہ تھا کیونکہ وہاں کا نواب اس کا باج گذار تھا اور اس نے سلطان کا روپیہ بھی ادا نہیں کیا تھا۔

سلطان نے مرہٹوں کا وہ علاقہ بھی واپس کرنے سے انکار کیا جو حیدر علی نے فتح کیا تھا۔ البتہ پیش کش کی ساری رقم اور بارہ لاکھ روپیہ سالانہ دینے کے لئے تیار تھا۔

اسی طرح اس نے اس امر پر بھی رضامندی ظاہر کی کہ اگر وہ تمام علاقہ جس پر بشمول گجندرگڈھ مرہٹوں نے قبضہ کیا تھا واپس کردیا جائے اور سلطان کے ساتھ ایک جارحانہ اور مدافعانہ معاہدہ کرلیا جائے تو سلطان جملہ شرائط پر عمل کرتے ہوئے بدامی مرہٹوں کو واپس کردے گا۔

کافی بحث وتمحیص اور چند ترمیموں کے بعد یہ معاہدہ ہوا کہ نظام علی خاں پنڈت مادھوراؤ پردھان اور اسداللہی سرکار اس بات کا موثق عہد کرتے ہیں کہ تینوں فریق اپنے خاص علاقوں میں حکمرانی کریں گے اور بالکل اتحاد واتفاق سے رہیں گے اور یہ کہ اگر کوئی چوتھی طاقت ان اتحادیوں میں سے کسی ایک پر حملہ کرے تو اس حملہ کا جواب دیں گے۔ چاہے اس وقت ان تینوں میں کچھ بھی اختلاف کیوں نہ ہو وہ اس اختلاف کو نظر انداز کردیں گے[۱]۔

مرہٹوں نے اس وقت تک جنگ میں شدید نقصانات اٹھائے تھے اور ان کا بُرا حال تھا۔ انگریزوں سے مدد ملنے کی امید نہ رہی تھی۔ نظام کی فوجیں جنگ میں زیادہ دلچسپی نہ لے رہی تھیں اور کوئی بات ان کی موافقت میں نظر نہ آرہی تھی اس لئے ہری پنت

---

[۱] کرک پیٹرک؛ صحیفہ ٹیپو سلطان جلد دوم ص ۸۵-۸۶

نے ٹیپو سلطان کے نام کے ساتھ "بادشاہ" کا لفظ استعمال کرنے کے علاوہ ہر تجویز مان لی لیکن بعد میں ہولکر کی کوشش سے "نواب ٹیپو سلطان فتح علی خاں" سے مخاطبت پر راضی ہوگیا۔ چنانچہ اپریل ۱۷۸۷ء میں یہ معاہدہ ہوگیا اور سلطان نے وعدہ کیا کہ جن علاقوں پر جنگ میں میسوری فوج نے قبضہ کرلیا ہے انھیں واپس کردیا جائے گا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سلطان نے یہ جنگ بزور شمشیر جیتی تھی اور اپنی بہترین حربی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تھا لیکن یہ حقیقت ہے کہ سیاسی طور پر اس کی فتح شکست میں بدل گئی کیونکہ شرائط صلح فاتح کے لئے مضر اور شکست خوردوں کے لئے مفید تھیں۔ سلطان کو نہ تاوان جنگ ملا اور نہ مزید علاقہ۔ برخلاف اس کے اسے ایک بڑی رقم بطور خراج دینی پڑی اور کتور، بدامی اور نرگند جس کے لئے جنگ ہوئی تھی، مرہٹوں کو حوالے کرنے پڑے۔ اگرچہ آمدنی کے اعتبار سے اسے کوئی نقصان نہیں ہوا کیونکہ سلطان نے کنک گوڑی اناگندی اور شاہ نور کے حاکموں کو برطرف کرکے ان کے علاقوں کا سلطنت میسور سے الحاق کرلیا تھا پھر بھی مرہٹوں کو جو علاقہ دیا گیا تھا اس سے اس کی سلطنت میں کمی ہوگئی۔ اس کے علاوہ کتور، بدامی اور نرگند سلطنت میسور کی سرحد پر

واقع اور نہایت اہم مقامات تھے جہاں سے مرہٹے بآسانی حملہ کر سکتے تھے۔

غالباً ٹیپو سلطان اپنی توقعات کے باوجود یہ نقصان برداشت کرنے کے لئے اس لئے تیار ہو گیا کہ اس طرح معاہدہ کرکے اسے توقع تھی کہ انگریزوں کو جن کی طرف سے اسے خطرہ محسوس ہو رہا تھا دیسی حکمرانوں سے منقطع کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ کیونکہ اسے اس امر کا پورا احساس تھا کہ اگرچہ وہ انگریزوں سے تنہا مقابلہ کرکے انھیں شکست دے سکتا ہے لیکن اگر انگریزوں اور مرہٹوں کے درمیان اتحاد ہو جائے تو یہ امر اس کی سلطنت کے لئے خطرناک ہوگا۔

اس کا خیال تھا کہ مرہٹوں اور نظام سے اتحاد کے ذریعہ اس کے نقصانات کی تلافی ہو جائے گی لیکن حقیقت میں اس معاہدہ سے اسے بہت زیادہ نقصان ہوا کیونکہ مرہٹوں نے بہت جلد حسب سابق اس معاہدہ کو بھی بالائے طاق رکھا اور ٹیپو سلطان کو شکست دینے کے معاملہ میں انگریزوں کے شریک وسہیم ہو گئے۔

نظام نے بھی اپنی سابقہ تلون مزاجی پر عمل کیا اور بہت جلد انگریزوں کا حلیف بن گیا۔ اور سلطنت خداداد پر حملے کی تیاریاں ہونے لگیں۔

یہ جنگیں دکن کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ ان میں ٹیپو نے اپنی بہترین صلاحیتوں کا مظاہرہ کر کے انگریزوں کے مانند، مرہٹہ سرداروں کو بھی پریشان کر دیا تھا۔ اس نے ایسے موقعوں پر طوفانی دریاؤں کو پار کیا جب اتحادیوں کے وہم و گمان میں بھی یہ خیال نہ آ سکتا تھا کہ سلطان اچانک ان دریاؤں کو پار کر کے ان کے سر پر پہنچ جائے گا اس نے بار بار شبخون مار کر انہیں پریشان کیا اور ایسی چالیں چلیں جن سے ان کے لئے سنبھلنا دشوار ہو گیا۔

اس کے علاوہ اس نے ہمیشہ دریا کے کنارے کنارے کوچ کیا کیونکہ یہ حصہ عموماً دوسرے علاقوں سے قدرے بلند ہوتا ہے اس طرح اس کی فوجیں آسانی سے نشیبی علاقہ میں دشمن پر نظر رکھ کر اچانک چھاپے مار سکتی تھیں۔ مرہٹہ سواروں کو حملہ کرتے وقت بڑی مشکلات پیش آئیں۔ لیکن سلطان کی پیدل فوج بڑی آسانی سے لڑتی اور دشمن کو نقصانات پہنچا سکتی تھی۔

ان جنگوں پر غور کرنے سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ سلطان لڑائی کے لئے میدان جنگ کا خود ہی انتخاب کرتا تھا۔ پہل ہمیشہ اس کے ہاتھ میں رہتی اور دشمن کو جارحانہ کارروائی کا موقعہ نہیں ملتا تھا اس کی

رسد بھی بآسانی پہنچتی رہتی تھی۔ برخلاف اس کے نظام اور مرہٹوں کی فوجوں کو رسد حاصل کرنے میں بڑی دقتیں پیش آرہی تھیں۔ سلطان کے چھاپہ مار دستے دور دراز سے آنے والے قافلوں پر چھاپے مارتے اور لوٹ لیتے تھے۔

سلطان کی کامیابی کا ایک اور سبب یہ تھا کہ اس کی فوجیں نہایت منظم اور تربیت یافتہ تھیں۔ ہر کام اصول اور ضابطہ کے مطابق ہوتا سلطان کے احکام آخری احکام تھے اگرچہ کوئی حکم مجلسِ مشورت منعقد کیے بغیر نہ دیا جاتا تھا۔

اس کے برخلاف نظام اور مرہٹوں کی فوجیں نہایت غیر منظم تھیں، ان کی تربیت بھی مغربی طرز کے مطابق نہیں ہوئی تھی اور ان میں سلطان جیسا کوئی آزمودہ کار اور ذہین سپہ سالار بھی نہ تھا۔ ان کے سرداروں میں شدید اختلافات تھے اور ایک دوسرے سے رشک اور حسد میں مبتلا تھے۔ ہر سردار اپنے آپ کو دوسرے سے برتر اور بہتر تصور کرتا تھا جس کے باعث اکثر اختلاف رہتا۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان نے ہولکر کو خرید لیا تھا۔ چنانچہ اس کے پنڈاروں نے کئی بار بھاگتی ہوئی مرہٹہ فوجوں کا سامان موقعہ پا کر لوٹ لیا تھا۔

ایک اور چیز جس کے باعث ٹیپو سلطان کی فوجوں کو دشمن کی فوجوں

پر تفوق حاصل تھا۔ اس کا نہایت منظم اور اعلیٰ توپ خانہ تھا۔ اس کے توپچی نہایت اچھے اور تربیت یافتہ نشانہ باز تھے۔ ساتھ ہی اس کے بے قاعدہ سواروں (قزاقوں) نے غازی خاں اور ابراہیم خاں کے تحت بڑی کارگزاری دکھائی اور چھاپے مار مار کر مرہٹہ فوجوں کا قافیہ تنگ کر دیا جس کے باعث وہ صلح پر تیار ہو گئے۔[۱]

---

[۱] محب الحسن خاں: تاریخ ٹیپو سلطان صفحات ۱۱۸ - ۱۲۰

سلطنت خداداد اور انگریز

محکوموں پر اقتدار قائم کرنے اور قائم رکھنے کے لئے ان کا نظام تعلیم بدل کر ادب اور تاریخ کے ذریعہ احساس کمتری پیدا کیا جاتا اور دل و دماغ بدل دیئے جاتے ہیں۔ محکوموں کا شعور مفلوج کر دیا جاتا ہے اور اس کے بعد "استاد ازل" جو کچھ فرماتے ہیں وہی محکوم بھی "طوطی" کی طرح دہرانے لگتے ہیں۔

اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ اٹھارویں اور انیسویں صدی میں ہندوستان کے انگریز حکمرانوں کے مانند، جو ٹیپو سلطان کے ہاتھوں پیہم شکستوں کے باعث بے حد غضبناک تھے، مولوی اسمٰعیل میرٹھی ایسے لائق لوگوں نے بھی اپنے کتوں کے نام "ٹیپو" رکھے چنانچہ اسی عنوان سے ان کی

کلیات میں ایک نظم موجود ہے۔

اگرچہ برطانوی دور کے برطانوی "مورخوں" نے طالب علموں کے دلوں میں یہ بات بٹھا دی کہ مٹھی بھر انگریز ہزاروں دیسی باشندوں کو شکست دے کر بھگا دیتے تھے۔ لیکن واقعہ کچھ اور ہی ہے اور آئندہ صفحات اس کے گواہ ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر نظام اور مرہٹے ہاتھوں میں چراغ لے کر اس گھر کو آگ نہ لگاتے تو ۱۷۶۰ء کے بعد ہماری تاریخ وہ تاریخ نہ ہوتی، جو آج ہے۔

مغل سلطنت کے زوال اور تباہی کے متعدد اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اورنگ زیب نے دکن کی اسلامی سلطنتوں کو ختم کر دیا جو مرہٹوں کو آگے بڑھنے سے روکے ہوئے تھیں۔

یہ دعوی اگرچہ درست ہے لیکن مختلف دوسرے اسباب میں شہنشاہ کے بڑھاپے کو بھی مغل سلطنت کی تباہی کے اسباب میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ اورنگ زیب نے اپنے بزرگوں کے مقابلہ میں سب سے بڑی عمر پائی لیکن اس کی طویل عمری کے ساتھ ساتھ اس کے فرزندوں کی جوانیاں تخت نشینی کی آرزو اور انتظار میں بڑھاپے اور مایوسی کی طرف بڑھتی رہیں، جس کا نتیجہ مرگ پدر کی دعائیں اور

بغاوتیں تھیں۔

بوڑھے شہنشاہ کی نوے سال کی عمر میں وفات پر اس کے بوڑھے بیٹے، معظم، اعظم اور کام بخش، خاندانی روایات کے مطابق تخت طاؤس کے لئے خانہ جنگی اور برادر کشی میں مشغول ہو گئے اور جب پنیسٹھ سال کے بوڑھے محمد معظم بہادر شاہ نے بھائیوں کا خاتمہ کر کے تخت پر قدم رکھا تو خون میں روانی تھی اور نہ جوش۔ ہاتھ پیروں کی قوت جواب دے چکی تھی اور دل و دماغ پر غنودگی طاری تھی سلطنت کو وسعت دینا تو کجا اسے سنبھالنا بھی اس کے بس کی بات نہ تھی کیونکہ اس عمر میں تلوار کے بجائے ہاتھ میں عصائے پیری آجاتا ہے اور انسان دو پیروں کے بجائے تین پیروں پر چلنے لگتا ہے جن میں سے اگر مصنوعی پیر چھین لیا جائے تو باقی دونوں پیر لڑکھڑا جاتے ہیں اور وہ چلنے یا دوڑنے کے بجائے گر پڑتا یا زمین پر بیٹھ کر آسمان کی طرف دیکھتا، جوانی کو یاد کرتا اور زندگی سے نجات کی دعائیں مانگتا ہے۔

اورنگ زیب کے یہ جانشین اکبر اور اُس کے جانشینوں کے مانند نہ تو اولوالعزم تھے اور نہ سلطنت کو سنبھالنے کی اہلیت رکھتے تھے عیش و عشرت کے دلدادہ تھے اور دوسروں کے دستِ نگر چنانچہ کٹ پتلیوں کے مانند تخت پر بٹھائے اور اتارے جاتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ

دکن میں مرہٹوں نے جن کے تمام قلعے اورنگ زیب نے ایک ایک کر کے فتح کرلئے تھے، موقعہ پلٹتے ہی سر اٹھایا انھیں اگرچہ وقتی طور پر شکست ہوئی تھی لیکن قومی آزادی کی روح بیدار ہوچکی تھی جسے قوم کو غلامی کی ذلت اور نکبت سے چھڑائے بغیر سکون نہیں ملتا اور اسے کچلنا طاقتور سے طاقتور حکومت کے لئے بھی ناممکن ہوجاتا ہے۔ دولت اسلحہ سپاہی اور اقتدار ہر شے اس کے مقابلہ میں ناکارہ ثابت ہوتی ہے اور قوم آزاد ہوکر ہی دم لیتی ہے، خواہ اس کشمکش میں چند سال صرف ہوں یا چند قرن۔

مغل خاندان کی خانہ جنگی اور افراتفری کے زمانہ میں مرہٹوں نے پچاس سال کے اندر دکن میں ایک طاقتور سلطنت قائم کرلی اب ان کی ترکتازیاں دکن ہی تک محدود نہ تھیں بلکہ ان کے جتھے ہر علاقہ سے چوتھ سردیس مکھی اور طرح طرح کے ٹیکس وصول کررہے تھے۔ اور انھیں پورے ہندوستان پر سلطنت کرنے کے خواب نظر آرہے تھے۔ لیکن شخصی حکومتوں کی "تعمیر" میں "خرابی کی صورت مضمر" رہتی ہے چنانچہ دوسری سلطنتوں کی تباہی کے مانند مرہٹہ سلطنت کے عروج وزوال کی داستان بھی اس امر کا ثبوت ہے کہ گھر کو گھر ہی کے چراغ سے آگ لگتی ہے اور باہر کے دشمن آباد گھر کو بہت کم برباد کرنے میں کامیاب

ہوتے ہیں، اگر گھر کے بھیدی چراغ ہاتھ میں لے کر انھیں راستے نہ دکھائیں اورنگ زیب کی وفات پر محمد شاہ کی تخت نشینی تک، بارہ سال کی مدت میں گیارہ "شہنشاہ" تخت طاؤس پر جلوہ گر ہوئے اور مارے گئے یا قید کیے گئے[۱]

نام حکمراں	عمر بوقتِ تخت نشینی	مدتِ حکومت	سنِ جلوس
۱۔ محمد اعظم ابن اورنگ زیب[۲]	—	چند ماہ	سنہ ۱۷۰۷ء
۲۔ کام بخش ابن اورنگ زیب	—	چند ماہ	سنہ ۱۷۰۷ء
۳۔ محمد معظم بہادر شاہ ابن اورنگ زیب	۶۵ سال ۵ ماہ	۵ سال ایک ماہ	سنہ ۱۷۰۷ء
۴۔ رفیع الشان ابن بہادر شاہ	۵۱ سال ۳ ماہ ۲۷ یوم	ایک ماہ ایک یوم	سنہ ۱۷۱۲ء
۵۔ خجستہ اختر جہاں شاہ	—	۱۴ یوم	سنہ ۱۷۱۲ء
۶۔ معز الدین جہاندار شاہ بہادر شاہ	۵۱ سال ۵ ماہ دس یوم	۹ ماہ ۲۲ یوم	سنہ ۱۷۱۲ء
۷۔ فرخ سیر بن رفیع الشان	۲۹ سال ۵ ماہ ۵ یوم	۶ سال ۳ ماہ چند یوم	سنہ ۱۷۱۳ء

[۱] مسلمان شاہی خاندان اور اُن کے سلسلے از لین پول مترجمہ مولوی محمد عبدالرحمن صفحہ ۳۵۸

[۲] مرقع سلاطین معروف بہ آثار المتاخرین صفحات ۲۳ - ۲۵

نام حکمران	عمر بوقت تخت نشینی	مدت حکومت	سن جلوس
۸- رفیع الدرجات بن رفیع الشان	۲۹ سال ۱۰ ماہ ۲ یوم	۳ ماہ ۱۷ یوم	سنہ ۱۷۱۹ء
۹- رفیع الدولہ بن رفیع الشان	۲۸ سال ۵ ماہ ۱۵ یوم	۳ ماہ ۲۷ یوم	سنہ ۱۷۱۹ء
۱۰- نیکو سیر —	—	چند روز	سنہ ۱۷۱۹ء
۱۱- ابراہیم —	—	چند روز	سنہ ۱۷۲۰ء
۱۲- محمد شاہ ابن خجستہ اختر	۱۸ سال	—	سنہ ۱۷۱۹ء

اس زمانے میں ہر شہزادے کے دل میں تخت طاؤس پر بیٹھ کر پورے ہندوستان پر اکبر اور عالمگیر کی مانند حکومت کرنے کی آرزو تھی۔ محلاتی اور درباری سازشیں شباب پر تھیں اور کٹ پتلیوں کا تماشہ ہو رہا تھا۔ محمد معظم بہادر شاہ بھائی بھتیجوں کا خاتمہ کر کے تخت پر بیٹھے تو ٦۵ سال سے زیادہ عمر تھی۔ ہاتھوں میں جنبش نہ تھی، آنکھوں کا بھی دم نکل رہا تھا۔ ساغر و مینا کو ہاتھوں سے اٹھا لینے تک کی قوت نہ تھی دیکھ دیکھ کر خوش ہو لیتے۔ پھر بھی یہ نہ چاہتے تھے کہ ان کی زندگی میں ان کا بیٹا یا کوئی دوسرا عزیز تخت پر بیٹھ کر اس ڈوبتی ہوئی ناؤ کو سہارا دے اور ڈوبنے والے کو بچالے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پانچ سال کے اندر ہی ان کی

وفات تک مغل سلطنت کی رہی سہی ساکھ بھی ختم ہو گئی۔ امراء جسے چاہتے تخت پر بٹھاتے اور جب چاہتے اتار دیتے۔ دربار میں ایرانی اور ہندوستانی امراء کے درمیان کشمکش پہلے سے زیادہ بڑھ گئی۔ بدیسیوں کا احساس برتری اور مربیانہ سلوک رنگ لایا۔ کشمکش زیادہ بڑھی تو نادرشاہ افشار اور احمد شاہ ابدالی بار بار دلی بلائے گئے اور بقول میر "یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا"۔

سلطنت جس کی بنیادیں یوں ہی ہل چکی تھیں۔ چند ہی روز میں پارہ پارہ ہو گئی۔ حصول سلطنت اور اقتدار کی کشمکش میں ہمیشہ تلوار ہی نے فیصلہ کیا ہے اور سب سے اچھی تلوار چلانے والوں ہی کے نام پر خطبے پڑھے گئے ہیں اس لئے دہلی کو کمزور پاکر لکھنؤ، مرشد آباد، پونا اور حیدرآباد میں حصول اقتدار کی کوششیں سازشیں اور تیاریاں ہونے لگیں جو میر جس علاقہ میں متعین تھا وہاں کا حاکم بن بیٹھا اب یہ لوگ نام کے لئے شہنشاہ دہلی کے ماتحت تھے لیکن حکم اپنا چلاتے تھے۔ دہلی کے حکمراں اپنے ناموں کے ساتھ "عالمگیر اور شاہجہاں" کے الفاظ سن کر خوش رہتے۔ لیکن ان کے فرمان اور احکام "واجب التعمیل" نہ تھے صرف "واجب التعظیم" رہ گئے تھے۔

دل خراب ہوتا ہے تو تمام اعضاء میں اختلال اور پریشانی پیدا ہو جاتی

ہے چنانچہ مرکز کی مانند صوبہ دار دکن، نواب نظام الملک آصف جاہ کے خاندان میں بھی ناصر جنگ اور مظفر جنگ یعنی ماموں بھانجے خانہ جنگی میں مصروف ہو گئے۔ تو دو بدیسی تجارتی کمپنیوں کے شاطر تاجروں نے اس جنگ کو تجارتی نقطۂ نظر سے دیکھا اور اپنی فوجیں کرایہ پر لڑنے کے لئے پیش کردیں اس طرح تھوڑے ہی عرصہ میں مقامی حکمرانوں اور ان کے امراء سے دوستی اور مساوات کا درجہ حاصل کرکے دولت حاصل کی اور پھر چھوٹے چھوٹے علاقے بہت جلد کوڑھ کے دھبوں کے مانند تیزی سے بڑھنے لگے۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ بعد سازشوں اور فریب کے ذریعہ ۱۷۵۷ء میں پلاسی کا معرکہ سر کرلیا گیا۔ جس کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی۔ جان کمپنی کے بجائے "کمپنی بہادر" کے نام سے یاد کی جانے لگی اور اس نے بھی دہلی کے سید برادران کے مانند بنگال میں "نواب گری" شروع کردی۔

اسی زمانہ میں انگلستان میں صنعتی انقلاب شروع ہوا لیکن حقیقت یہ ہے کہ انگلستان کا صنعتی انقلاب اس دولت کا مرہون منت تھا جو ہندوستان کی لوٹ کھسوٹ کے ذریعہ انگلستان کو "انگریز نوابوں" کے ذریعہ حاصل ہوئی تھی۔ چنانچہ "نیا ہندوستان" کے مصنف کا بیان ہے کہ

۱۷۵۰ء میں سوتی کپڑوں کے لئے انگلستان میں اسی قسم کی مشینیں استعمال کی جاتی تھیں جیسی کہ ہندوستان میں ...... ۱۷۵۷ء میں پلاسی کی جنگ ہوئی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہندوستان اور انگلستان کے درمیان بند ٹوٹ گیا۔ ہندوستان کی دولت سمندری طوفان کی طرح انگلستان میں آنے لگی۔ اس کے فوراً بعد انگلستان میں کئی بڑی بڑی ایجادیں ہوئیں جن سے صنعتی انقلاب کی ابتدا ہوئی .... اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان ایجادوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے سماجی حالات سازگار تھے۔ اس سے پہلے جو ایجادیں ہوئی تھیں ان سے خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھایا جا سکا۔ (صفحات ۱۶۷-۱۶۸)

اسی مصنف نے آگے چل کر برطانیہ کی صنعتی تاریخ کے ماہر ڈاکٹر کننگھم کا ایک اقتباس دیا ہے جس میں ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں کہ :-

"جب قیمتی آلات بنائے جاتے ہیں یا ایسے طریقے معلوم کئے جاتے ہیں جن میں لاگت بہت آتی ہے تو اس کے لئے بڑے سرمایہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ کوئی آدمی خواہ وہ کتنا

ہی ذہین اور محنتی کیوں نہ ہو ایسی چیز پر اس وقت تک
محنت نہیں کرے گا جب تک اس کو کافی سرمایہ نہ مل
سکتا ہو اور وہ جو چیز بنائے اس کے لئے منڈی ہو صہ ۱۴۹

چنانچہ اس وقت انگلستان کو اپنے صنعتی فروغ کے لئے
ہندوستان سے سرمایہ بھی مل گیا اور مال کی کھپت کے لئے ایک
بہت بڑا بازار بھی جس پر ہندوستان کی صنعتیں کچل کر اور یہاں کے
صناعوں کے انگوٹھے کاٹ کر قبضہ کیا گیا۔

یہ وہی دور تھا جب اورنگ زیب کے نالائق اور ناکارہ جانشینوں
کے باعث ملک میں افراتفری پھیل گئی تھی اور سلطنتیں بقول غالب
"خاتم جمشید" بنی ہوئی "دست بدست" منتقل ہو رہی تھیں دکن میں
مرہٹے اور نظام اور ان کے پیچھے پیچھے فرانسیسی اور انگریز تاجر گیدڑوں کی
طرح پس خوردہ اور پس ماندہ شکار کے لئے منڈلا رہے تھے ۔ خوان یغما
کسی خاص شخص کے لئے نہیں، سب کے لئے ہوتا ہے ۔نظام اور
مرہٹے خوان میں پہلے ہی ہاتھ مار چکے تھے ۔فرانسیسی اور انگریز گرے
پڑے نوالوں کی خیر منا رہے تھے، چھوٹے چھوٹے سردار نواب کہلاتے
اور ترکتازیاں دکھانے میں مصروف تھے ۔

اس وقت نوجوان حیدر علی نے جوان ترکتازوں میں بلاشبہ

سب سے زیادہ بہادر، ہوشمند اور دور اندیش تھا، سب سے پہلے اپنے بہادرانہ کارناموں سے وقعت اور شہرت حاصل کی۔ پھر صوبیدار دکن نواب نظام علی خاں کے بھائی نواب بسالت جنگ کو جو دریائے کرشنا کے جنوب میں حکمراں تھا مرہٹوں کے خلاف مدد دے کر ایک معاہدہ کیا کہ وہ حیدر علی کو صوبہ سرا کا صوبیدار بنانے کے لئے شہنشاہ دہلی سے سفارش کرے چنانچہ کچھ عرصہ بعد شہنشاہ دہلی کا "سعیر حیدر علی کے نام فرمانِ صوبیداری" صوبہ سرا کے آیا اور اس کے ساتھ شہنشاہ کی جانب سے سپر شمشیر مرصع کار پالکی جواہر نگار ماہی مراتب اور نقارہ۔ و نشان معہ خطاب "نواب" عنایت ہوئے۔

(سلطنت خدا داد ص۶۰)

اس طرح اگرچہ حیدر علی نے دکن میں اپنی قانونی حیثیت مستحکم کرلی۔ لیکن آگے بڑھنے والوں کے راستے میں رکاوٹوں کے پہاڑ کھڑے کر دیئے جاتے ہیں۔ چنانچہ حیدر علی اور اس کے بعد اس کے ٹیپو بیٹے ٹیپو سلطان کو بیک وقت نظام، پیشوا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارندوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔

کامیابی اور ناکامی توام ہیں۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دور کے حکمرانوں میں کوئی حکومت سلطنت خداداد کی مد مقابل نہ تھی۔ حیدر علی

نے ابتداء میں برطانوی کمپنی پر اعتماد کیا۔ لیکن انگریزوں کی پیہم سازشوں اور وعدہ شکنیوں کے باعث اسے انگریزوں پر اعتماد نہ رہا۔ اس نے محسوس کیا کہ اٹھارویں صدی میں تیروں اور تلواروں سے بندوقوں اور توپوں کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ نیز لاکھوں بے قاعدہ اور غیر منظم سپاہیوں کے غول چند ہزار باقاعدہ اور منظم فوجوں کے سامنے نہیں ٹک سکتے۔ اس لئے اس نے برطانوی فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے فرانسیسیوں کو اپنی فوج میں بھرتی کیا۔ تاکہ ایک مغربی قوم کا مقابلہ دوسری مغربی قوم کے ذریعہ کیا جائے اور دشمن کو اسی کے ہتھیاروں سے شکست دی جائے۔ ساتھ ہی اس نے ملک میں مغربی اصول پر اسلحہ سازی کے کارخانے قائم کئے اور اپنی فوج کو ان ہی اسلحہ سے لیس کر کے مشرقی اور مغربی دونوں قسم کے فنون حرب سے کام لیا۔ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ "پردیسی کسی کے میت نہیں ہوتے"۔ چنانچہ ابراہیم لودھی کے خلاف بابر کو دعوت دینے والوں کو مغلوں کا جوا کندھوں پر رکھنا پڑا اور مغل سلطنت کے زوال پر نادر شاہ کو دعوت دے کر بلانے والے بھی لٹنے سے نہ بچے اور کبھی عزت کی نظر سے نہ دیکھے گئے۔ دکن کی تینوں دیسی سلطنتیں حیدر آباد، پونا اور میسور۔۔۔ انہی "پردیسی دستوں"۔ انگریزوں اور فرانسیسیوں کی فریب کاریوں کا شکار ہوئیں۔

ان بدیسی دوستوں میں انگریزوں نے ۱۶۰۸ء ہی میں فیصلہ کرلیا تھا کہ انھیں ہندوستان میں علاقہ حاصل کر کے اس تنو مند گائے کے دودھ اور اس کے بیٹوں کے خون سے اپنی قوم کی پرورش کرنا ہے۔ اورنگ زیب کی وفات تک انھوں نے جب کبھی سر اٹھایا انھیں بری طرح کچل دیا گیا اور انھیں خادم سے مخدوم بننے کی جرأت نہ ہوتی لیکن جسم کمزور ہوتا ہے تو ہر قسم کی بیماریاں چاروں طرف سے آ کر لپٹ جاتی ہیں چنانچہ اٹھارویں صدی میں مغل سلطنت کے کمزور ہو جانے پر ان بیماریوں نے سر اٹھایا اور تجارت سے ملک گیری کی طرف توجہ کی تاکہ حسب مرضی لوٹ کھسوٹ کے ذریعہ جیبیں بھریں۔ اب انھوں نے ساحل سے آگے بڑھ کر اندرون ملک قدم بڑھانے شروع کر دیئے۔ چنانچہ وہ ۱۷۸۲ء میں حیدر علی کے انتقال پر حسب ذیل مقامات حاصل کر چکے تھے۔

۱۔ شہر مدراس اور ساحلی اراضی ۵ میل طویل اور ایک میل عریض ۱۶۳۹ء میں

۲۔ جزیرہ بمبئی ۱۶۶۴ء ر ۱۶۶۶ء

۳۔ قلعہ سینٹ ڈیوڈ (ساحل کرناٹک) ۱۶۹۱ء

۴۔ کلکتہ ۱۶۹۶ء

۵- کرناٹک میں جاگیر — سنہ ۱۷۵۰ء تا سنہ ۱۷۶۳ء

۶- چوبیس پرگنہ (بنگال) — سنہ ۱۷۵۷ء

۷- چاٹگاؤں، بردوان، میدنی پور — سنہ ۱۷۶۱ء

۸- بنگالہ و بہار و چہار سرکار شمالی — سنہ ۱۷۶۵ء [1]

۹- سالسٹ کا علاقہ (بمبئی) — سنہ ۱۷۸۱ء

ان میں ابتدائی چار مقامات پر انگریزوں کی تجارتی کوٹھیاں تھیں باقی علاقے آہستہ آہستہ سازشوں کے ذریعے حاصل کیے گئے۔ دیسی حکمرانوں اور خصوصاً حیدر علی اور ٹیپو سلطان نے ان علاقوں کو چیل سینڈ (ناگ پھنی) کے مانند بڑھتے ہوئے دیکھا تو مقابلہ کے لئے مستعد ہو گئے۔ لیکن نظام اور پیشوا نے جن کے ذہنوں میں کوئی قومی اور وطنی تصور نہ تھا اور جن کی نظریں دوربین نہ تھیں بدیسی کمپنیوں کے تاجروں کی چالوں کو اچھی طرح نہ سمجھا اور انھوں نے برطانوی کمپنی سے مل کر اس حکومت کا خاتمہ کیا جو بلا شبہ اس دور کی سب سے زیادہ ترقی پسند حکومت تھی۔

لیکن حیدر علی کی زندگی میں انگریزوں کو باوجود مسلسل کوششوں

---

[1] کارنامہ حیدری صفحہ ۳۶

کے دکن میں کامیابی نہ ہوئی۔ یہی وجہ تھی کہ ٹیپو سلطان کے زمانے میں کمپنی کی برطانوی حکومت سلطنت خداداد کو ختم کرنے کے درپے ہوگئی کیونکہ ٹیپو سلطان کے ہاتھوں بھی اسے پیہم شکستوں کا سامنا کرنا پڑا تھا اور اس کی سلطنت میں مزید توسیع ہوگئی تھی۔ بلاشبہ اس حکومت کا خاتمہ ہندوستان کی آزادی کا خاتمہ تھا چنانچہ جب ۱۷۹۲ء میں کمپنی نظام اور مرہٹوں کی متحدہ فوجوں کے سامنے ٹیپو سلطان کو مجبوراً اُن کے حسب مرضی معاہدہ کرنا پڑا تو کمپنی نے مالابار، کوئمبتور، ڈنڈی گل سیلم، بارہ محل اور کورگ وغیرہ کے علاقے ہتھیا لئے اور نصف سلطنت چھین لینے کے بعد جب ۱۷۹۹ء میں نظام علی خاں کی فوجوں کے ذریعہ ٹیپو سلطان کو شہید کیا گیا تو پچیس برس کے اندر ہندوستان کا بہت بڑا علاقہ برطانوی کمپنی کے زیر نگین ہوگیا[۱]۔ اس کے بعد جو تاریخیں لکھی گئیں اور طالب علموں کے نصاب میں داخل کر کے پڑھائی گئیں، ان میں انگریزوں کی بہادری کی داستانیں اس طرح لکھی گئیں جنہیں پڑھ کر احساس کمتری پیدا ہوتا اور بچے کلائو اور ہسٹنگز جیسے فریبی اور ننگ

---

[۱] ا۔ رہیل کھنڈ، فرخ آباد، الٰہ آباد، کانپور، گورکھپور، اعظم گڈھ وغیرہ پر قبضہ ۱۸۰۱ء میں

باقی صفحہ ۳۵۶ پر

انسانیت حکمرانوں کو مافوق الفطرت ہستیاں تصور کرنے لگے۔ ان کتابوں کے ذریعہ محکوموں کو یہ باور کرایا گیا۔ کہ برطانوی عہدے داروں نے ہندوستان کو فریب کاریوں، عہد شکنیوں، اور "لڑاؤ اور حکومت کرو" کے

۲- صوبہ کرناٹک   سنہ ۱۸۰۱ء

۳- دہلی، آگرہ، ہریانہ، سہارنپور، میرٹھ، علی گڈھ، اٹاوہ، بندیل کھنڈ کٹک

۴- بالاسور، جگن ناتھ وغیرہ پر قبضہ   سنہ ۱۸۰۳ء

۵ پیشوا، گائکواڑ، گجرات کا علاقہ، نیپال کے علاقے، دریائے ستلج اور جمنا، گڑھوال اور کماؤں کا درمیانی علاقہ   سنہ ۱۸۱۵ء

۶- کانڈی (سیلون)   سنہ ۱۸۱۵ء

۷- انجر اور مانڈوی وغیرہ (کچھ میں)   سنہ ۱۸۱۶ء

۸- پونہ اور تمام ملک پیشوا، خاندیش ساگر اور دیگر علاقہ صوبہ مالوہ اجمیر راجپوتانہ میں سنبھلپور۔ سرگوجہ   سنہ ۱۸۱۶ء

۹- برما مقبوضہ علاقے، آسام، کاچھار منی پور، تنا سرم اور مرتبان وغیرہ   سنہ ۱۸۲۵ء

(کارنامہ حیدری ص ۳۷)

ذریعہ نہیں بلکہ بزور شمشیر فتح کیا ہے اور چونکہ دیسی باشندے، ہندو ہوں یا مسلمان، نہ جسمانی صلاحیت رکھتے تھے اور نہ دماغی اس لئے گنتی کے چند برطانوی سپاہی بڑی سے بڑی دیسی فوجوں کو شکست دے کر اطاعت پر مجبور کر دیتے تھے۔ لیکن حقیقت کچھ اور تھی جس کا ثبوت حیدر علی اور ٹیپو سلطان کی برطانوی فوجوں سے وہ جنگیں ہیں جن میں انگریزوں کو متعدد مرتبہ شکستیں ہوئیں اور ان کے دلوں پر ایسی دھاک بیٹھ گئی تھی کہ اب اگر کسی وقت ان کی للچائی ہوئی نظریں سلطنت خداداد کے لہلہاتے ہوئے کھیتوں اور خوش حال شہروں کی طرف اٹھتیں تو خود ہی خوف سے کانپنے لگتے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کی گذشتہ دو سو سال کی تاریخ میں یہ دونوں باپ بیٹے وہ تنہا حکمراں ہیں جنھوں نے برطانوی فوجوں کو اتنی شکستیں دی تھیں جتنی شاید ہندوستان کے جملہ حکمرانوں نے مجموعی طور پر نہیں دیں۔

انھوں نے نہ صرف کمپنی کے بہترین سپہ سالاروں کو شکست فاش کا منہ دکھایا بلکہ ان کے متعدد سپہ سالاروں کو پوری پوری فوجوں کے ساتھ گرفتار کر لیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف ان کی فوجیں اور اسلحہ دشمن سے مقابلہ کے لئے موزوں اور برتر تھے۔ بلکہ ان کا طریقہ جنگ اور حربی اصول بھی فوقیت رکھتے تھے۔

ان مسلسل شکستوں کے باعث کمپنی کے برطانوی حکمران جھنجھلا گئے تھے اور انھیں یقین ہو گیا کہ وہ تنہا سلطنت میسور کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ چنانچہ اسی لئے انھوں نے نظام، مرہٹوں اور خود ٹیپو سلطان کے ماتحتوں سے سازشیں شروع کر دیں اور اس طرح جو مقصد یہ بدیسی دشمن تیغ و تفنگ سے حاصل نہ کر سکتے تھے وہی مقصد انھوں نے برادران یوسف ـــ نظام اور پیشوا ـــ کے ذریعہ حاصل کر لیا اور پھر خود برادران یوسف کا بھی خاتمہ کر دیا۔

اس وقت دکن میں حکومت میسور کے سب سے زیادہ مخالف مرہٹے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ انھیں میسور سے خراج وصول کرنے کا حق ہے جو انھوں نے حیدر علی کے اقتدار حاصل کرنے سے پہلے میسور کے راجہ سے بزور شمشیر منوایا تھا۔ لیکن حیدر علی نے ان کی محکومیت کو نہ برداشت کر کے مرہٹہ حملہ آوروں کا بار بار مقابلہ کیا۔ ان جنگوں میں شکستیں بھی ہوئیں اور کامیابیاں بھی۔ لیکن مرہٹے نہ تو دور نظر تھے اور نہ انتظامی صلاحیت رکھتے تھے۔ ان کی فوجیں ٹڈی دل کا رسالہ تھیں۔ وہ چھاپے تو مار سکتے تھے۔ لیکن میدانوں میں ڈٹ کر جنگ نہ کر سکتے تھے۔ فتوحات حاصل کر لینا ان کے لئے مشکل نہ تھا لیکن مقبوضات پر

قبضہ برقرار رکھنا اور اچھا انتظام کرنا اوران کے بس کی بات نہ تھی۔

ان کے برخلاف ایسٹ انڈیا کمپنی کے تاجر تجارت میں نفع ونقصان کے اصول سے خوب واقف تھے اور انھوں نے محسوس کرلیا تھا کہ اگر میسور کو ختم کردیا جائے تو نظام اور مرہٹے خود بخود پکے پھل کی طرح ان کی گود میں گر پڑیں گے۔ چنانچہ جب وقت انھوں نے محسوس کیا کہ مرہٹوں سے جنگ کے باعث میسور کی حکومت کمزور ہوگئی ہے اور یہی موقعہ ہے جب اس ابھرتے ہوئے خطرے کو ہمیشہ کے لئے ختم کیا جا سکتا ہے تو انھوں نے ۱۷۶۶ء میں محمد علی (نواب کرناٹک) اور نظام الملک کی فوجوں کو ساتھ لے کر جنرل اسمتھ کے تحت میسور پر حملہ کردیا۔ اگرچہ اس جنگ میں پشوا اور سندھیا وغیرہ ان کے ساتھ نہ تھے پھر بھی ایک مرہٹہ سردار دس ہزار سپاہیوں کے ساتھ شریک تھا۔

اتحادی فوجیں پورے سازوسامان کے ساتھ مشرقی سمت سے بالاگھاٹ کی طرف بڑھیں اور مغربی سمت میں بمبئی سے فوج روانہ کی گئی جو ساحل منگلور پر اتری۔ مقصد یہ تھا کہ بیدنور پر قبضہ کرلیا جائے جو نہایت زرخیز اور سیر حاصل علاقہ تھا۔

حیدر علی نے اطلاع پاتے ہی ٹیپو سلطان کو مقابلہ کے لئے روانہ کیا اور پھر خود بھی مدد کے لئے جا پہنچا۔ اس عرصہ میں شہزادہ ٹیپو سلطان نے

غازی خاں کے ساتھ پہنچ کر کوڑیال بندر (منگلور) کا محاصرہ شروع کر دیا اور پھر حیدر علی کے پہنچتے ہی اپنے رسالہ کو ساتھ لے کر اس قدر شدید حملہ کیا کہ کمپنی کی فوجوں نے جن کی قیادت میجر گارڈن اور کپتان واٹس کر رہے تھے۔ گھبرا کر سراسیمگی کی حالت میں سارا سامان قلعہ میں چھوڑا، بھاگ کر جہازوں میں پناہ لی اور وہاں سے راہ فرار اختیار کی۔ اس طرح انگریز مالابار سے نکال دیئے گئے۔

اس طرح مغربی محاذ پر فتح پانے کے بعد میسوری فوجیں مشرقی محاذ کی طرف پہنچیں جہاں انگریزوں نے میدان خالی پاکر بالا گھاٹ پر قبضہ کر لیا تھا۔ حیدر علی نے ٹیپو سلطان کو جس کی عمر اس وقت پندرہ سولہ سال[1] سے زیادہ

---

[1] مختلف مورخوں نے جن کا ماخذ میر حسین علی خاں کرمانی کی "نشان حیدری" ہے ٹیپو سلطان کی تاریخ پیدائش ۱۱۶۳ھ ہجری بتائی ہے۔ کسی نے دن کے بارے میں اختلاف کیا ہے اور کسی نے انگریزی سن اور تاریخ میں۔ محمود بنگلوری نے لکھا ہے کہ دیون ہلی میں جہاں سلطان پیدا ہوا تھا، ایک کتبہ ہے جس پر ۱۷۵۱ء کندہ ہے۔ اس کے برخلاف بورنگ نے سلطان کا سن پیدائش ۱۷۵۳ء لکھا ہے۔ میں نے سلطان کی تاریخ پیدائش ابجد کے حساب سے نکالی تو ۱۱۶۶ھ حاصل ہوئی۔ "فتح علی ٹیپو سلطان" فتح ۴۸۸، علی = ۱۱۰، ٹیپو = ۴۱۸، سلطان = ۱۵۰ جملہ ۱۱۶۶۔ کرمانی نے اکثر سن غلط لکھے ہیں۔ کیا عجب کہ سلطان کا تاریخی نام "فتح علی ٹیپو سلطان" ہو۔ کارنامہ حیدری اگرچہ سلطان کے بیٹے نے چھپوائی تھی لیکن یہ کارنامہ کسی بیٹے کے لئے باعث فخر نہیں ہو سکتا۔

نہ تھی، اس کے اتالیق غازی خاں کی نگرانی میں جنرل اسمتھ کے مقابلہ میں بھیجا جس نے کئی مقامات پر جھڑپوں میں برطانوی فوجوں کو شکستیں دیں اور ان کا مال و اسباب چھین لیا اور ترّی پاتور اور وانمباڑی کے قلعے فتح کر لئے۔

چونکہ حیدر علی نے ہوسکوٹہ پر حملہ کیا تھا اس لئے جنرل اسمتھ نے چاہا کہ وہاں پہنچ کر مدافعت کرے لیکن ٹیپو سلطان نے اسے راستہ ہی میں روک لیا۔ اس عرصہ میں ہوسکوٹہ پر میسوری فوجوں نے حملہ کر کے قبضہ کر لیا اور ٹیپو سلطان نے کمپنی کی فوجوں کے لئے بنگلور کی طرف جانے کا راستہ بند کر دیا۔

حیدری فوج کمیں گاہ میں انگریزی فوجوں کی منتظر تھی چنانچہ جیسے ہی یہ فوجیں زد پر آئیں، ایک شدید حملہ کیا گیا جس میں جنرل سمتھ کو شکست ہوئی اور اگرچہ وہ فرار ہو کر کولار پہنچنے میں کامیاب ہو گیا پھر بھی وہ قافلہ جو فوج کے لئے رسد لا رہا تھا حملہ کر کے لوٹ لیا گیا۔

حالات اس قدر نازک ہو گئے تھے اور تباہی اتنی یقینی نظر آ رہی تھی کہ اتحادیوں نے ایک ایک کر کے بھاگنا شروع کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے مرہٹہ سردار حیدر علی سے صلح کر کے رخصت ہوا۔

پھر نظام الملک نے پریشان ہو کر معاہدہ کیا جس کی ایک شرط یہ

بھی تھی کہ آئندہ نظام الملک اور حیدر علی ایک دوسرے کے دوست اور حلیف رہیں گے۔

کمپنی کے کارندوں نے حالات کو پلٹا کھاتے اس طرح دیکھا تو پریشان ہو کر ایک فوج کرنل وُڈ کے تحت بنگلور پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کی۔ لیکن حیدر علی نے اس فوج کو آگے بڑھنے کا موقعہ دیئے بغیر ہی کرناٹک پر حملہ کر دیا۔ اور اس کے حکم سے وسط جون ۱۷۶۷ء میں شہزادہ ٹیپو سلطان مدراس کی طرف بڑھا انگریزوں کو اور پریشانی ہوئی اور ان کی فوجیں بالا گھاٹ خالی کر کے پائیں گھاٹ چلی گئیں۔

جنرل اسمتھ کو اس جنگ میں مسلسل ناکامیاں ہوئی تھیں جس کی بنا پر کمپنی کے کارندوں کو اندازہ ہوا کہ حیدر علی اور اس کی بہادر تربیت یافتہ فوجوں سے مقابلہ کرنا جنرل اسمتھ کے بس کی بات نہیں - چنانچہ انھوں نے جنرل اسمتھ کو میدان جنگ سے واپس بلا لیا اور فوجوں کی کمان کرنل وڈ کے سپرد کی گئی لیکن اس عرصہ میں ٹیپو سلطان کی فوجیں یلغار کرتی ہوئی قلعہ سینٹ جارج تک جا پہنچیں اور گولہ باری شروع کر دی۔ اسی اثنار میں ایک گولہ عین اس مقام پر جا کر گرا جہاں "والاجاہ" محمد علی خاں نواب کرناٹک اور مدراس کا گورنر بیٹھے مشورے کر رہے تھے۔

اس گولہ کے گرنے سے گورنر پر اس قدر وحشت اور ہیبت طاری ہوئی کہ اس نے سراسیمہ اور پریشان ہوکر، جس حالت میں بیٹھا تھا اسی حالت میں بھاگتے ہوئے جہاز میں جاکر پناہ لی۔

اب مدراس پر قبضہ کرلینا کوئی مشکل بات نہ تھی لیکن عین اس وقت انگریزوں نے ایک جعلی فرمان تیار کرکے حیدر علی کی جانب سے ٹیپو سلطان کو بھیجا جس میں حکم دیا گیا تھا کہ تم اس کو دیکھتے ہی ترنا ملی چلے آو۔

سلطان نے جونہی فرمان دیکھا حسب تحریر ترنا ملی روانہ ہوگیا۔ اس طرح انگریزوں کی جان بچی اور کرنل وڈ بنگلور کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن حیدری فوجوں نے راستہ ہی میں روک لیا اور شکست فاش دے کر اس کی توپیں اور جملہ ساز و سامان چھین لیا۔

اگرچہ اس وقت کرنل وڈ کی پوری فوج محاصرہ میں آگئی تھی اور قریب تھا کہ پوری طرح صفایا ہو جائے لیکن اتفاق سے اسی وقت فٹز جیرالڈ مدد کے لئے پہنچ گیا اور اس طرح کمپنی کی فوج کافی نقصانات اٹھاکر پسپا ہوئی جس کے بعد جنرل اسمتھ کے مانند کرنل وڈ کو بھی واپس بلا لیا گیا۔

حکومت مدراس کی پریشانیوں میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا۔ کیونکہ

غنیم اس کے گھر میں گھس کر مسلسل شکستیں دے رہا تھا اس لئے کافی غور و خوض اور مشوروں کے بعد کرنل لینگ کو مقابلہ کے لئے روانہ کیا گیا۔ لیکن کمپنی کی فوجوں کی حالت روز بروز سقیم ہو رہی تھی یہاں تک کہ نومبر ۱۷۶۸ء میں میسوری فوجوں نے ضلع کومبتور میں داخل ہوکر کرور پر قبضہ کرلیا اور ایرود کی طرف بڑھتے ہوئے کیپٹن نکسن کو شکست فاش دی۔

اس جنگ میں انگریزی فوج کا مشکل ہی سے کوئی سپاہی ہوگا جو زخمی نہ ہوا ہو۔ اس کے بعد ہی وانمباڑی میں ایک اور فوج کو شکست دے کر افسروں اور سپاہیوں کو گرفتار کرلیا گیا تو حکومت مدراس نے پریشان ہوکر صلح کا پیغام بھیجا جس پر جواب میں حیدر علی نے کہا کہ اب میں مدراس پہنچ کر ہی بات چیت کروں گا۔ چنانچہ ساڑھے تین دن میں آندھی اور طوفان کے مانند یلغار کرتے ہوئے ایک سو میل سے زیادہ فاصلہ طے کرکے میسوری فوجیں مدراس کے سامنے جا پہنچیں اس وقت جب کہ دشمن بالکل بے بس اور مجبور تھا اور حیدر علی جو شرطیں چاہتا کمپنی کے کارندوں سے منوا سکتا تھا، اس نے روایتی مشرقی مروت اور نرمی سے کام لیا اور بجائے ہمیشہ کے لئے کچل دینے کے، اس امر پر رضا مند ہوگیا کہ جانبین ایک دوسرے کے قیدی واپس کردیں اور آئندہ

ایک دوسرے کے دوست اور حلیف بن کر ایک دوسرے کی مدد کریں

اس کے ساتھ ہی یہ بھی طے پایا کہ والا جاہ نواب محمد علی کا علاقہ کروڑ جسے حیدر علی نے فتح کر لیا تھا آئندہ حکومت میسور کے قبضہ میں رہے اور ایسٹ انڈیا کمپنی سالانہ چھ لاکھ روپیہ حیدر علی کو بطور خراج ادا کرے۔

مولف سلطنت خداداد کا بیان ہے کہ" حیدر علی کے حکم سے قلعہ سینٹ جارج میں ایک تختی نصب کی گئی تھی جس میں گورنر مدراس اور ممبران کونسل کو حیدر علی کے سامنے گھٹنوں کے بل جھکا ہوا دکھایا گیا تھا اور حیدر علی ایک ممبر کی ہاتھی کی سونڈ جیسی ناک پکڑ کر گھسیٹ رہے تھے اس میں سے اشرفیاں گر رہی تھیں۔ میجر اسمتھ کے ہاتھ میں صلح نامہ تھا اور وہ اپنی تلوار توڑ رہا تھا"۔

اس طرح میسور سے انگریزوں کی پہلی جنگ کا خاتمہ تقریباً ڈھائی

لے اگرچہ محمود بنگلوری نے ص۹۲ پر سر الفرڈ لائل کا حوالہ دیا ہے۔ لیکن یہ بیان اس کی تاریخ میں موجود نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرحوم سے حوالہ دینے میں سہو ہو گیا دراصل سب سے پہلے اس کارٹون کا ذکر موسیو ڈی لاٹور نے اپنی کتاب حیدر علی سلطان میں کیا ہے جس کا میں ترجمہ کر چکا ہوں۔ مت

سال کی لڑائیوں کے بعد ۱۷۶۹ء میں ہوا - اس معاہدہ کی ایک دلچسپ خصوصیت یہ ہے کہ کمپنی کے افسروں سے معاہدہ کے بجائے یہ معاہدہ نواب حیدر علی اور شاہ انگلستان کے درمیان ہوا تھا کیونکہ حیدر علی نے کمپنی کو صرف شاہ انگلستان کا تجارتی کارندہ تصور کر کے اسے فریق تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی اور برطانوی حکومت کی گذشتہ ڈھائی سو سال کی تاریخ اس امر کی گواہ ہے کہ انگریزوں نے کبھی معاہدوں کی پابندی نہیں کی اور حسب موقعہ یا تو نئے معنی پہناتے یا صریح خلاف ورزیاں کیں۔ جن حکمرانوں سے معاہدے کئے تھے انھیں موقعہ ملنے پر ایسی شرطیں ماننے پر مجبور کیا جن کا معاہدوں میں نام و نشان بھی نہ تھا چنانچہ مرہٹوں اور نظام سے کئے ہوئے معاہدوں کی مانند حیدر علی اور ٹیپو سلطان سے کئے ہوئے معاہدوں کی خلاف ورزیاں کی گئیں اور ہر قسم کی چال بازیوں بے ایمانیوں اور ہٹ دھرمیوں سے کام لیا گیا - چنانچہ ۱۷۶۹ء کے معاہدے کا بھی یہی حشر ہوا اور میسور مرہٹہ جنگ میں جب حیدر علی نے معاہدے کے مطابق بطور حلیف کے مدد مانگی تو ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارندوں نے معاہدہ کو بالکل نظر انداز کرتے ہوئے کوئی مدد نہیں دی۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کمپنی کے کارندوں نے معاہدہ پر دستخط کرتے

وقت ہی اس معاہدے کو ردّی کاغذ کا ٹکڑا تصور کر لیا تھا اور وہ اس کی پابندی نہ کرنا چاہتے تھے انگریزوں کی اس حرکت کے بعد حیدر علی کو ان پر کوئی اعتبار نہ رہا۔ اگرچہ اس نے ان کے خلاف اس وقت تک کوئی جارحانہ کارروائی نہ کی۔ جب تک انھوں نے انگریزی فرانسیسی جنگ چھڑنے پر میسور کے علاقہ سے گذر کر ماہی پر تنبیہ کے باوجود قبضہ نہ کر لیا۔

ظاہر ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی فوجوں کا یہ فعل جارحانہ اور معاندانہ تھا۔ اس وقت میسور اور فرانسیسیوں کے تعلقات دوستانہ تھے۔ دوسری بات یہ تھی کہ ماہی کی بندرگاہ کے ذریعہ میسور کا مال یورپ جاتا اور وہاں کا مال میسور میں درآمد ہوتا تھا۔

اسی اثنا میں حیدر علی کے حملے سے ڈر کر انگریزوں نے یہ افواہ پھیلائی کہ شاہ عالم یعنی شہنشاہ دہلی حیدر علی کو دکن کا صوبیدار بنانے والا ہے۔ یہ افواہ نظام علی خاں اور مرہٹوں کے لئے نہایت پریشان کن تھی ساتھ ہی انگریزوں نے گنٹو کا علاقہ بھی نظام کو واپس کر دیا جسے ہتھیا لینا چاہتے تھے۔ اس طرح نظام جو گنٹور کے باعث انگریزوں سے ناراض تھا، دوبارہ ان کی گود میں گر پڑا۔ مرہٹے بھی چونکہ حیدر علی کے مخالف تھے اس لئے انگریزوں کے دوست بن گئے۔ لیکن حیدر علی نے طے کر لیا تھا کہ انگریزوں کو ان کی معاہدہ شکنی اور جارحانہ کارروائی

پر ضرور سزا دینی چاہیئے ۔ اس لئے ۲۸ رمئی ۱۷۸۰ء کو سرنگا پٹم سے فوجیں روانہ کیں اور جولائی میں پائیں گھاٹ (کرناٹک) پر ایک زبردست حملہ کیا ۔

اس لڑائی میں ٹیپو سلطان نے ارنی اور دوسرے کئی مقامات کمپنی کی فوجوں سے چھین لئے اور اگست میں میسوری فوج کے ہراول دستے مدراس کے مضافات میں پہنچ گئے جس کے باعث اس علاقہ میں بڑی ہل چل پڑ گئی ۔ اس کے بعد حیدری فوجوں نے کڈلور سے نیگا پٹم تک تمام علاقہ تباہ و برباد کر دیا تاکہ برطانوی فوجوں کی نقل و حرکت کو ناممکن بنا دیا جائے ۔

ارکاٹ میں مختلف مقامات پر قبضہ کرتے ہوئے آخر کار حیدر علی اور ٹیپو سلطان کی فوجیں مل گئیں اور قلعہ ارکاٹ کا محاصرہ شروع ہوا ۔ اس وقت کمپنی کی حکومت نے سر ہکیٹر منرو اور کرنل بیلی کو متحد ہو کر حیدر علی کی فوجوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا ۔

حیدر علی نے ارکاٹ کا محاصرہ جاری رکھا ، خود کنجی کی طرف رخ کیا اور ٹیپو سلطان کو پالر یا پالی لور بھیجا جہاں سلطان کے سواروں نے ۶ ستمبر ۱۷۸۰ء کو بیلی کی فوج پر ایک زبردست حملہ کیا اور مارتے کاٹتے نکل گئے ۔ اس کے بعد ٹیپو سلطان کے ایک سپہدار محمد علی نے ۹ ستمبر کو بیلی

کے عقب سے حملہ کیا۔ رات ہو جانے کے باعث بیلی اپنے سامان کی حفاظت کے لئے ٹھہر گیا تھا لیکن اس عرصہ میں ٹیپو سلطان نے راستہ روکنے کے لئے مناسب مقامات پر توپیں نصب کر دیں۔ صبح کو بیلی نے آگے بڑھنا چاہا تو اسے دونوں جانب سے گولہ باری کا سامنا کرنا پڑا اور محمد علی نے عقب سے دبایا۔

اتنے عرصہ میں حیدر علی کی فوج بھی قریب پہنچ چکی تھی۔ بیلی نے حالات خطرناک پاکر ایک باغ کے اندر پناہ لی لیکن میسوری فوج کی گولہ باری سے بیلی کی فوج کا میگزین اڑ گیا۔ عین اسی وقت حیدر علی نے بھی موقعہ پر پہنچ کر حملہ کر دیا جس سے بیلی کی فوج میں بھگدڑ پڑ گئی اور قتل عام شروع ہو گیا۔

بیلی نے ان حالات کو دیکھا تو اسے اندیشہ ہوا کہ اگر اطاعت کرنے اور ہتھیار ڈالنے میں ذرا بھی دیر کی گئی تو ساری فوج کٹ جائے گی۔ اس نے گھبرا کر فوراً صلح کی جھنڈی بلند کی اور ہتھیار ڈال دیئے۔

اس جنگ میں ایک طرف بے مثال فتح تھی اور دوسری طرف انتہائی شرمناک شکست۔ اس جنگ میں بیلی گرفتار ہوا۔ اور فلیچر مارا گیا۔ ساڑھے چار ہزار فرنگی سپاہی قتل ہوئے اور دو ہزار گرفتار ہوئے چھتیس افسر مارے گئے اور پچاس زخمی ہو کر قید ہوتے۔ ہندوستان

میں برطانوی وقار خاک میں مل گیا کیونکہ بقول سر تھامس منرو ہندوستان میں اس وقت تک یہ انگریزوں کی سب سے بڑی شکست تھی۔

سر ہیکٹر منرو جو بیلی کی مدد کے لئے آرہا تھا اس "عظیم الشان تباہی" کی خبر پاکر ٹھنڈا ہو گیا۔ اُس نے بڑی بڑی توپیں کانجی ورم کے بڑے تالاب میں پھینکیں اور "بڑی بہادری" سے بھاگتا ہوا چنگل پیٹ پہنچا جس کی خبر پاکر حیدر علی نے ٹیپو سلطان کو تھوڑی سی فوج دے کر چھاپے مارنے کے لئے بھیجا اور چونکہ اس کے کئی افسر اور سپاہی اس جنگ میں زخمی ہو گئے تھے اس لئے خود ان کی دیکھ بھال کے لئے ٹھہر گیا۔

حیدر علی کا یہ فعل جذباتی اعتبار سے تو قابل تعریف ہے لیکن جنگی لحاظ سے اس نے بہت بڑی غلطی کی کیونکہ اس طرح دشمن بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ چنانچہ بعد میں سر آئر کوٹ نے لکھا کہ "اگر حیدر علی اس وقت مدراس پر یلغار کر دیتا تو مدراس پر بڑی آسانی سے قبضہ ہو جاتا۔"

بہر حال میسوری فوجیں کامیابیوں پر کامیابیاں حاصل کرتی رہیں اور چند روز کے اندر ویلور اور ارکاٹ پر قبضہ ہو گیا تو انگریزوں نے صلح کے لئے سلسلہ جنبانی شروع کی اور ایک وفد حیدر علی کے پاس بھیجا جس کا ایک رکن پادری شوارٹز بھی تھا اور اس کے ذمہ یہ کام تھا کہ وہ

حیدر علی کی فوجوں کے متعلق جاسوسی کر کے ان کی تعداد اور قوت سے متعلق معلومات فراہم کرے۔

نواب حیدر علی نے اس وفد کو جواب دیا کہ "مجھے گمان تھا کہ انگریزی قوم میں سچائی اور وفاداری موجود ہے لیکن آزمائش کے بعد اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ وہ ان اوصاف سے قطعاً محروم ہیں"۔

اس کے بعد حیدر علی نے اور بھی کئی مقامات چھینے اور انگریز قیدیوں کو سرنگاپٹم روانہ کیا جس کے بعد سوا چند ساحلی مقامات کے کرناٹک میں کوئی مقام ایسا باقی نہ رہا جس پر میسوری فوجوں نے فتح کر کے قبضہ نہ کر لیا ہو۔ چنانچہ ٹیپو سلطان نے ترچناپلی اور تنجاور وغیرہ پر حملے کر کے سارا علاقہ لوٹ لیا اور اسی نواح میں میجر ہال کو شکست دے کر معہ فوجوں کے گرفتار کر لیا۔

مزید شکستیں

حیدر علی کے کرناٹک پر یلغار کی تو کمپنی کی فوجیں ترچی وتور میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھیں۔ حیدر علی اور ٹیپو کی فوجوں نے متفقہ حملہ کر کے انگریزی فوج کے ایک حصہ کو تباہ کر دیا۔ اس لڑائی میں انگریزوں کے ۱۲۶ پیدل اور ۵۹ سوار مارے گئے اور دو توپیں چھین لی گئیں جس کے

بعد باقی ماندہ لوگ فرار ہو گئے ۔ سرآئر کوٹ کا بیان ہے کہ میسوری فوج کا حملہ نہایت سریع اور بہادرانہ تھا اس میں صرف پانچ منٹ صرف ہوئے جس کے بعد برطانوی فوج خوف وہراس کے عالم میں پسپا ہو گئی۔

ان تمام جنگوں میں صرف محمود بندر میں انگریزی جہازوں نے سمندر سے گولہ باری کی ۔ چونکہ حیدری فوج کے پاس جنگی بیڑہ نہ تھا اور اسے فرانسیسیوں سے بھی کوئی مدد نہ ملی اس لئے اسے مجبوراً پسپا ہونا پڑا ۔ پھر بھی کمپنی کی فوجوں کو جہازوں سے خشکی میں اتر کر لڑنے کی اس وقت تک ہمت نہ ہوئی جب تک کرنل گال اور اسٹوارٹ کے تحت فوجیں اور اسلحہ بنگال سے نہ پہنچ گئے اگست ۱۷۸۲ء میں پالر دپالی پور) پہنچا جہاں ایک سال قبل بیلی شکست کھا کر گرفتار ہوا تھا ۔ یہاں ایک شدید لڑائی ہوئی جس میں اسٹوارٹ بری طرح زخمی ہوا ۔

ٹیپو سلطان نے عقب سے دشمن پر حملہ کیا اور کمپنی کی فوجیں پسپا ہو کر شیولنگر گئیں لیکن اس کے بعد کی جھڑپوں اور شکستوں سے پریشان ہو کر سرآئر کوٹ ارنی سے فرار ہو کر مدراس پہنچا ۔ جہاں اس کے انتقال پر اسٹوارٹ کو اس کا جانشین مقرر کیا گیا ۔

چونکہ اس دوران میں انگریزوں اور ولندیزیوں کے درمیان یورپ میں جنگ شروع ہو گئی تھی اس لئے مدراس کے گورنر میکارٹنی

نے ڈچ مقبوضہ ناگا پٹنم پر قبضہ کرنے کے لئے کرنل برتیھ ویٹ کے تحت فوج روانہ کی جس نے ان مقامات پر بہت جلد قبضہ کر لیا اور تلچیری پر چڑھائی کی۔ لیکن ٹیپو سلطان کی فوجوں نے تنجاور پر ۱۸ر فروری ۱۷۸۲ء میں حملہ کر کے برتیھ ویٹ کی فوجوں کو گھیر لیا۔

اس حملہ میں تقریباً پوری برطانوی فوج کا صفایا ہو گیا اور باقی ماندہ نے ہتھیار ڈال لئے اور برتیھ ویٹ کے ساتھ گرفتار ہو گئی اس طرح کمپنی کے فتوحاتی منصوبوں پر پانی پھر گیا اور اُس کے کارندے سخت پریشان ہوئے۔

چونکہ حیدر علی اور ٹیپو سلطان کے ہاتھوں پے در پے شکستوں کے باعث مالابار میں کمپنی کا اقتدار اور وقار دونوں ختم ہو رہے تھے اس لئے انھیں دوبارہ حاصل کرنے کے لئے بمبئی سے کرنل ہمبر اسٹون کو روانہ کیا گیا

برطانوی فوجی کمان کا خیال تھا کہ مغربی محاذ پر فوجیں بھیجنے سے حیدر علی کی توجہ ادھر ہو جائے گی اور مشرقی محاذ پر کرناٹک میں جو دباؤ پڑ رہا ہے اس میں کمی ہو جائے گی۔ اسی لئے جب ستمبر ۱۷۸۲ء میں ہمبر اسٹون نے ترتلا پہنچ کر اپنا سامان پونانی کی طرف بھیجا اور بھاری سامان رام گڈھی میں رکھ کر پال گھاٹ کی طرف پیش قدمی کی تو میسوری فوج نے ایک زبردست چھاپہ مارا اور تقریباً سارا سامان چھین لیا۔

عین اس وقت بارش بھی ہونے لگی۔ ہمبراسٹون پریشانی کے عالم میں پیچھے ہٹا۔ لیکن یہاں ٹیپو پہلے ہی سے تاک میں تھا چنانچہ اس نے ۲۹ر نومبر ۱۷۸۲ء کو پونانی میں ایک شدید حملہ کیا جس میں ہمبراسٹون شکست کھا کر بھاگا۔ اور گلے گلے پانی میں اُتر کر راستہ ہی میں ندی پار کی اور اس طرح بریتھ ویٹ کے انجام سے بچ گیا۔

اس وقت برطانوی فوجی وقار انتہائی پستی میں پہنچ چکا تھا۔ ان کی مسلسل شکستوں نے دیسی حکمرانوں کے دلوں سے اس احساس کمتری کو زائل کر دیا جو نااہل اور عیش پسند حکمرانوں کی مغربی فن حرب اور جدید اسلحہ سے ناواقفیت، نیز اندرونی سازشوں اور شکستوں کے باعث پیدا ہو گیا تھا۔ اب ان لوگوں کو اچھی طرح اندازہ ہو گیا کہ برطانوی فوج ایسی نہیں جو ناقابل شکست ہو۔

بدقسمتی سے عین اس وقت جب کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کا آفتاب غروب ہوتا نظر آ رہا تھا، ۷ر دسمبر ۱۷۸۲ء کو حیدر علی کا انتقال ہو گیا۔ بلاشبہ یہ بہت بڑا حادثہ تھا لیکن خوش قسمتی سے تخت نشینی کے سلسلہ میں کوئی بڑا ہنگامہ نہیں ہوا اور نہایت خاموشی سے ٹیپو سلطان کو حیدر علی کا جانشین تسلیم کر لیا گیا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارندوں کو اس کی اطلاع دیر میں پہنچی لیکن

یہ سُن کر انھیں بڑا اطمینان ہوا ساتھ ہی انھوں نے جنگ کی آنچ کو تیز کرنے کی کوشش کی تاکہ موقعہ سے فائدہ اٹھایا جائے اور نئے حکمران کے سنبھلتے سنبھلتے اس کے کچھ اہم علاقوں پر قبضہ کر لیا جائے۔ چنانچہ مدراس کے گورنر نے کہا کہ ہمیں اس موقعہ سے پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ ایک اور بڑے فوجی افسر نے کہا کہ "حیدر علی کے انتقال سے ہندوستان میں ہمیں بہت سے فائدے پہنچ سکتے ہیں۔ اس طرح مشرقی مقبوضات مادر وطن کے لئے محفوظ ہو جائیں گے"۔

نواب محمد علی نے بھی مدراس کے گورنر پر زور ڈالا اور کہا کہ "اس موقعہ سے پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے اور مناسب یہ ہے کہ پوری قوت سے کام لے کر میسور پر حملہ کر دیا جائے"۔ لیکن کمپنی فائدہ اٹھانے میں ناکام رہی کیونکہ اول تو ٹیپو سلطان اور کریم صاحب میں تخت نشینی کے سلسلہ میں کوئی کشمکش نہ ہوئی۔ دوسرے ٹیپو سلطان کو کسی بڑی بغاوت اور ہنگامہ کا سامنا بھی نہ کرنا پڑا۔ حالانکہ اگر اس وقت اسٹوارٹ عجلت سے کام لے کر میسور پر حملہ کر دیتا تو نئے حکمران کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ کیونکہ حیدر علی کے انتقال پر وہ مالابار میں تھا۔

اسٹوارٹ کو جس وقت مدراس کے گورنر کا حکم پہنچا تو اس نے حالات کا جائزہ لیا۔ لیکن اپنے آپ کو کمزور پایا تو یہ کہہ کر حملہ نہیں کیا کہ میری

فوجیں میسوری فوجوں کی مدمقابل نہیں ۔ چاول اسٹاک میں نہیں اور وسائل نقل وحمل کی حالت خراب ہے ۔میری فوجوں کے لئے نہ کافی غلہ ہے اور نہ چارہ۔ نہ گاڑی بان ہیں اور نہ بیل ۔ علاوہ ازیں بارش بھی سر پر آگئی ہے ۔

پھر بھی اس نے ۵ رفروری ۱۷۸۳ء کو وندی واش کی طرف پیش قدمی کی ۔لیکن اس وقت تک ٹیپو نے اپنی پوزیشن مضبوط کر لی تھی چنانچہ کمپنی کی فوج کے کوچ کی خبر پاتے ہی وہ بھی وندی واش کی طرف بڑھا اور ۱۳ رفروری کو دن بھر جانبین کی فوجیں گولیاں چلاتی رہیں ۔لیکن دوسرے دن سلطانی فوجوں کی شدید آتش باری سے گھبرا کر کمپنی کی فوجیں وندی واش کی طرف پسپا ہوئیں تو میسوری فوجوں نے تعاقب کیا۔

اس لڑائی میں برطانوی فوج کے تقریباً دو سو سپاہی اور افسر مارے گئے ۔حقیقت یہ ہے کہ سابقہ شکستوں اور سلطانی فوجوں کی تنظیم اور اعلیٰ اسلحہ دیکھکر اسٹوارٹ گھبرا گیا تھا ۔چنانچہ اس نے فوراً وندی واش اور کرنگلی سے محافظ سپاہیوں کو نکالا اور ان کے استحکامات تباہ کر دیئے کیونکہ اسے اندیشہ تھا کہ ان دونوں مقامات پر بہت آسانی سے میسوری فوج کا قبضہ ہو جائے گا۔

سلطان کا خیال تھا کہ اس وقت ایک فیصلہ کن لڑائی کے ذریعہ کم سے کم دکن میں انگریزی اقتدار کو ختم کر دیا جائے۔ لیکن وہ اس فتح سے قرار واقعی فائدہ نہ اٹھا سکا۔ کیونکہ کمپنی کی حکومت نے حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے جنرل میتھیوز کو حکم دیا تھا کہ وہ مالابار پر پوری شدت سے حملہ کرے۔

ٹیپو سلطان کو جوں ہی اس حملہ کا علم ہوا اُس نے فوراً کرناٹک چھوڑ کر مالابار کا رُخ کیا۔

حکومت بمبئی کا عرصہ سے خیال تھا کہ اگر مالابار پر حملہ کیا جائے تو میسوری فوجیں کرناٹک چھوڑ دیں گی۔ یا دو محاذوں پر منقسم ہو جائیں گی اور اگر ساحل مالابار پر برطانوی قبضہ ہو جائے تو مشرقی ساحل کے مانند مغربی ساحل سے بھی سلطنت خداداد کے تعلقات یورپ سے منقطع ہو جائیں گے۔ ساتھ ہی کمپنی کی تجارت کو بھی فروغ ہو گا۔

چنانچہ ان ہی مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس سے قبل ہمبراسٹون کو بھیجا گیا تھا۔ لیکن اسے شکست ہوئی اور پونانی میں محصور ہونے کی خبر ملی تو بریگیڈیر میتھیوز کو مدد کے لئے روانہ کیا گیا۔ اس عرصہ میں ٹیپو سلطان کے جانے کی اطلاع ملی تو اس نے پونانی کی طرف جانے کے بجائے راجمندرگ اور اونور پر قبضہ کر لیا۔

اسی اثنا۔ میں جنرل میکلوڈ کو جو پونانیؔ سے مدد کے لئے آیا تھا، حکم ملا کہ اگر حیدر علی کے انتقال کی خبر درست ہو تو فوراً بیدلوز پر حملہ کر دیا جائے، یہ علاقہ بہت زرخیز تھا اور یہاں سے کمپنی کی فوجوں کو غلہ اور ہر قسم کا دوسرا سامان مل سکتا تھا اور چونکہ یہ مقام ساحل سے قریب تھا اس لئے یہاں سے فوجی کارروائیاں بھی آسانی سے کی جاسکتی تھیں۔ جنرل میتھوز نے احکام پاتے ہی عقب میں تحفظ کے انتظامات کئے اور بیدنور کی طرف بڑھا لیکن راستہ میں اسے میسوری فوجوں کے ہاتھوں شدید مقاومت کا سامنا کرنا پڑا پھر بھی برطانوی فوج مقابلہ کرتی ہوئی بیدلوز سے چودہ میل پر پہنچ گئی۔ اس وقت اگرچہ اس کے پاس گولہ بارود کی کمی تھی اور بیدلوز ایسے زبردست قلعہ کو فتح کرنا ناممکن کی حد تک دشوار تھا لیکن بیدلوز کے صوبہ دار ایاز نے غداری کی اور ایک انگریز قیدی، کیمبل کے ذریعہ پیغام بھیجا کہ اگر مجھے اس علاقہ کا صوبیدار برقرار رکھا جائے تو" نہ صرف قلعہ کمپنی کی فوجوں کے حوالہ کردوں گا بلکہ پورا صوبہ بیدلوز بھی"۔

میتھوز یہ پیغام پاکر بہت خوش ہوا اور اُس نے فوراً ہی رضامندی کا خط لکھ دیا۔ چنانچہ ۲۸ر جنوری ۱۷۸۳ء کو ایاز نے قلعہ بیدنور میتھوز کے حوالہ کر دیا جسے اس شہر سے بہت سامال غنیمت ملا۔ انگریز افسروں نے سارا خزانہ اور مال واسباب جو حاصل ہوا تھا، لٹیروں اور ڈاکوؤں کی طرح

آپس میں تقسیم کرلیا۔

ٹیپو سلطان کو بیدنور پر حملہ اور ایاز کی غداری کی خبر ملی تو اس نے فوراً ہی مقابلہ کے لیئے فوج روانہ کی۔ لیکن اس فوج کے پہنچنے سے پہلے ہی ایاز کی غداری کے باعث کمپنی کی فوجوں نے ۹ر مارچ ۱۷۸۳ء کو منگلور اور اس کے بعد دوسرے کئی اہم مقامات پر قبضہ کرلیا تھا۔ ان مقامات پر جہاں کہیں مقابلہ کیا گیا کمپنی کی فوجوں نے عورتوں بوڑھوں اور بچوں تک کو نہیں چھوڑا اور قتل عام کیا چنانچہ انتا پور میں، میجر جان کیمبل کا بیان ہے کہ

"چار سو حسین عورتیں جن کے ساتھ انگریز سپاہیوں نے بداعمالیاں کرکے زیور اُتارنے کے لئے ننگا کردیا تھا اور جو مختلف قسم کے زخموں سے چور چور تھیں، ایک دوسرے سے لپٹی ہوئی مرتی ہوئی یا مردہ پڑی تھیں"

ان کے علاوہ سیکڑوں عورتیں اپنی عصمت بچانے کے لئے تالاب میں ڈوب مری تھیں۔

سلطان کو یہ خبریں ملیں تو ایک بڑی فوج کے ساتھ یلغار کرتا ہوا پہنچا اور حیدرگڈھ، کاول ورگ اور دوسرے کئی قلعے فتح کرتے ہوتے گھاٹوں کے دروں پر قبضہ کے لئے فوجیں بھیجیں تاکہ کمپنی کے مواصلات سمندر سے منقطع کردیئے جائیں۔

اس کے بعد اس نے دوسرے مختلف قلعوں کو فتح کرنے کے لئے فوجیں بھیج کر خود بیدنور کی طرف رخ کیا اور قلعہ سے ملحقہ شہر دشمن سے چھین کر قلعہ پر حملہ کر دیا۔ اس حملہ سے میتھیوز کی فوج کو کافی نقصان پہنچا اور اس نے بھاگ کر قلعہ کے اندر پناہ لی۔

محاصرہ شروع ہونے پر سلطان نے اپنے توپ خانہ سے قلعہ پر شدید گولہ باری کی اور میتھیوز کو صلح کی گفتگو کرنے پر مجبور کر دیا کیونکہ اس گولہ باری سے قلعہ کی عمارتوں کو بھی بہت نقصان پہنچا تھا اور محصورین کو شدید جانی نقصانات بھی برداشت کرنے پڑے تھے۔

میتھیوز نے گھبرا کر وعدہ کیا کہ کمپنی کی فوج سلطنت خداداد کا کل مال و اسباب قلعہ میں چھوڑ کر سلطانی فوجوں کی حفاظت میں بمبئی چلی جائے گی لیکن میسوری فوجوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے کے بجائے قلعہ کے پشتہ پر اپنے اسلحہ ڈھیر کر دے گی۔

سلطان نے بڑی فراخ دلی سے ان شرطوں کو منظور کر لیا لیکن صرف ہتھیاروں کے بارے میں مطالبہ کیا کہ کمپنی کی فوج، قانون جنگ کے مطابق اپنے اسلحہ میسوری فوج کے حوالے کرے۔

میتھیوز نے سلطان کی یہ شرط ماننے سے انکار کیا اور اچانک سلطان کے توپ خانہ پر چھاپہ مارا لیکن سلطانی فوج نے دنداں شکن جواب دیا

توان لوگوں نے بھاگ کر قلعہ کے اندر پناہ لی اور جب کوئی اور چارہ کار نہ دیکھا تو سلطان کی شرط قبول کر کے قلعہ سے باہر نکلے اور قلعہ سلطان کے حوالہ کر دیا جو ۲۸ راپریل ۱۷۸۳ء کو قلعہ کے اندر داخل ہوا لیکن سرکاری خزانہ میں ایک پیسہ بھی موجود نہ تھا کیونکہ کمپنی کے افسروں نے میتھیوز کی اجازت سے سرکاری خزانہ تنخواہ کے نام سے آپس میں تقسیم کر لیا تھا۔ انھوں نے سارا سرکاری سامان بھی خرد برد کر کے سرکاری کاغذات جلا دیئے تھے۔

سلطان نے یہ کیفیت دیکھی تو اسے بہت ناگوار ہوا۔ کیونکہ میتھیوز اور اس کے ساتھیوں نے معاہدے کی کھلی خلاف ورزی کی تھی۔ چنانچہ اس نے تلاشی کا حکم دیا تو افسروں کے پاس سے چالیس ہزار طلائی پگوڈے (ایک سکہ) برآمد ہوئے۔ یہی حال سپاہیوں کا بھی تھا اور ان کی جیبوں اور سامان میں سرکاری روپیہ پوشیدہ تھا۔ اس کے علاوہ کتوں، اور مرغیوں کے پیٹوں کے اندر بھی پگوڈے اتار دیئے گئے تھے۔

چونکہ کمپنی کی جانب سے معاہدہ کی علانیہ خلاف ورزی کی گئی تھی اس لئے سلطان نے حکم دیا کہ جملہ فوج کو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنا دی جائیں اس کے بعد یہ ادگ چیتل ورگ بھیج دیئے گئے اور خود سلطان منگلور کی طرف بڑھا۔ راستے میں ۷ رمئی کو کیمبل نے اچانک

حسین علی خاں کی فوج پر حملہ کر کے اسے پسپا کر دیا۔ لیکن فوراً ہی خود
ٹیپو سلطان نے تیزی سے پہنچ کر کیمبل کو شکست فاش دی اور
قلعہ کے اندر پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد ۲۰ر مئی کو منگلور کے
سامنے پہنچ کر قلعہ سے ملحقہ شہر پر قبضہ کر لیا۔ جس کے باعث انگریز
سپاہی جو قلعہ کے باہر ایک بلند مقام پر قابض تھے، قلعہ سے کٹ گئے
اور ۲۳ر مئی کو سلطان نے ان پر حملہ کیا تو گھبرا کر نیچے کی طرف بھاگے
نتیجہ یہ ہوا کہ جو سپاہی قلعہ سے ان کی مدد کے لئے آئے تھے ان میں
بھی ابتری اور گھبراہٹ پھیل گئی اور ان کے کئی افسر اور سپاہی
بھاگتے ہوئے مارے گئے۔

اس کے بعد سلطان نے قلعہ پر گولہ باری شروع کر دی اور وسط
جون تک قلعہ کے جملہ استحکامات کا خاتمہ ہو گیا۔ لیکن محاصرہ
کی شدت میں اضافہ ہوتا رہا چنانچہ اواخر جولائی میں جب کہ تین سمتوں
کے استحکامات تباہ ہو گئے تھے اور خندق بھری جا رہی تھی، پانڈیچری
سے گورنر کوسینی COSSIGNY کا فرانسیسی فوج کے نام یہ پیغام پہنچا کہ
یورپ میں چونکہ انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان صلح ہو گئی ہے
اس لئے جنگ سے کنارہ کش ہو جاؤ۔

چنانچہ اس حکم کے بموجب سلطان کے بار بار کہنے پر بھی فرانسیسی

فوجیں ہی نہیں ٹیپو کے وہ فرانسیسی ملازم بھی جنھوں نے برسوں سلطنت خداداد کا نمک کھایا تھا، علیحدہ ہو گئے اور ان لوگوں نے نہ صرف انگریزوں کے ساتھ دعوتیں کھائیں اور جام صحت پیئے بلکہ یورپین اور عیسائی ہونے کے باعث انھیں بہت سے ایسے راز بتا دیئے جن سے سلطانی فوجوں کو نقصان پہنچ سکتا تھا۔

بدیسی دوستوں کی اس غدّاری نے سلطان کے منصوبوں پر پانی پھیر دیا۔ کمپنی کے سپاہیوں کی ہمتیں جو اس وقت پست ہو چکی تھیں پھر بلند ہو گئیں لیکن میسوری فوجیں اب بھی ان سے زیادہ طاقتور تھیں اس لئے انھوں نے اتنا دبایا کہ مجبوراً محصورین کو صلح کے لئے فرانسیسیوں ہی کے ذریعہ سلسلہ جنبانی کرنی پڑی۔ لیکن ۲ر اگست ۱۷۸۳ء کو عہدنامہ التوائے جنگ پر دستخط ہو جانے کے باوجود کمپنی کی فوجوں نے لیت ولعل سے کام لیا اور حکومت مدراس کی جانب سے کیپٹن اینڈ منڈس کو روانہ کیا گیا تاکہ بہتر شرائط صلح حاصل کرنے کے لئے میسور پر شمال مشرق سے حملہ کرے۔ اسی طرح شاہ نور میں بھی ہنگامہ برپا کرایا گیا جس کا مقصد یہ تھا کہ ٹیپو سلطان مالابار چھوڑ کر اس طرف آئے۔ لیکن ٹیپو نے حالات اور مقاصد کا اندازہ کر کے قمرالدین خاں کو ادھر روانہ کیا جس نے منٹگمری کو شکست دی اور اس طرح حکومت

مدراس اپنے منصوبوں میں ناکام ہو گئی۔

چونکہ اسی طرح جنوب کی سمت سے حملے میں بھی ناکامی ہو چکی تھی اور منگلور میں فوجوں کی حالت نہایت سقیم ہو رہی تھی اس لئے جو مقصد تلوار اور بندوق کے ذریعہ حاصل نہ ہو سکا تھا اسے سازشوں کے ذریعہ حاصل کرنے کی کوششیں شروع کی گئیں۔ چنانچہ ترمل راؤ کے ذریعہ جو میسور کی رانیوں کا وکیل تھا، رانیوں سے وعدہ کیا گیا کہ اگر کمپنی کی مدد کی جائے تو راجہ کو رہا کر کے تخت پر بٹھایا جائے گا ترمل راؤ کو میسور کی آمدنی کا دس فی صد حصہ ادا کیا جائے گا۔ اور وزارت عظمیٰ اس کے خاندان میں موروثی رہے گی۔ چنانچہ اس معاہدے کے بعد ہی لینگ کے تحت فوجیں میسور کی طرف بڑھیں۔ ۲ راپریل کو کرور پر قبضہ کر لیا گیا اور اس کے بعد یکے بعد دیگرے کئی دوسرے مقامات بھی میسوری عہدے داروں سے چھین لئے گئے پھر لینگ کے استعفی دینے پر فلرٹن کو اس کے بجائے مامور کیا گیا جو اسٹوارٹ کو مدد دینے کے لئے کڈلور کی طرف روانہ ہوا لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد اگرچہ اسے انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان صلح کی خبر مل گئی اور معلوم ہوا کہ حکومت میسور اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے درمیان معاہدہ التوائے جنگ پر دستخط ہو گئے ہیں۔ پھر بھی فلرٹن کے تحت فوجیں میسور کے علاقہ پالگھاٹ

کی طرف بڑھیں۔

اس وقت کمپنی کی فوجیں نہایت پریشانی کے عالم میں تھیں۔ ان کی مالی حالت نہایت سقیم تھی اور فلرٹن کی فوجیں غلہ نہ ہونے کے باعث فاقے کر رہی تھیں۔ اس لئے انہوں نے میسور کے علاقہ میں لوٹ مار شروع کر دی۔ میسور کے عہدے داروں نے حکومت مدراس کو بار بار لکھ کر ان حرکتوں کے خلاف احتجاج کیا۔ لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ کیونکہ کمپنی کے عہدے دار دوغلی کارروائی کر رہے تھے۔ چنانچہ ایک طرف مدراس کے گورنر کی طرف سے حکومت میسور کو اطلاع دی جاتی تھی کہ ہم نے اپنی فوجوں کو لوٹ مار اور حملے کرنے سے روک دیا ہے دوسری طرف فلرٹن کے خطوں میں اس کی ہمت افزائی کی جاتی تھی چنانچہ مدراس کے گورنر میکارٹنی نے ۲۱ر دسمبر ۱۷۸۳ء کے خط میں لکھا تھا کہ۔

"مزید اطلاع وصول ہونے تک، جن علاقوں پر قبضہ کیا گیا ہمارے خیال میں مناسب یہ ہے کہ واپس نہ کئے جائیں۔ پالگھاٹ پر قبضہ منگلور کے محصورین کے لئے بہترین ضمانت ہوگی"۔

لیکن جب محصورین پر ٹیپو سلطان کی طرف سے بہت زیادہ دباؤ پڑا تو میکارٹنی نے گھبرا کر فلرٹن کو واپسی کا حکم بھیجا جو واپس تو ہوا،

لیکن جاتے جاتے اس علاقہ کو تباہ و برباد کردیا اور لوٹ کھسوٹ کے بعد لاکھوں پگوڈے توپیں، غلہ اور دوسرا سامان اٹھا لے گیا۔

اس کے باوجود سلطان اپنی مشرقی روایات اور اخلاق کے باعث میکلوڈ کی مسلسل بیہودگیوں کو نظر انداز کر کے اچھا برتاؤ کرتا رہا۔ اور ہر قسم کی مراعات دیں۔ چنانچہ قلعہ کے اندر ضرورت سے زیادہ رسد پہنچتی رہی۔[۱]

دوسری طرف کمپنی کے دھوکہ باز افسر التوائے جنگ سے فائدہ اٹھا کر، معاہدے کے خلاف تیاریوں میں مصروف تھے چنانچہ کرنل گارڈن کے تحت دو جہاز مدد کے لئے منگلور کی طرف روانہ کئے گئے لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے ہی ۲۶ر جنوری ۱۷۸۴ء کو میجر کیمبل نے جو آٹھ ماہ سے محاصرہ کی سختیاں برداشت کر رہا تھا، مجبوری کے عالم میں ہتھیار ڈال کر اطاعت کر لی۔ اور قلعہ میسوری فوجوں کے حوالے کر دیا۔

سلطان نے نہایت فراخ دلی سے وہ تمام شرائط منظور کر لیں جو انگریز محصورین کے مفید مطلب تھیں اور جنھیں اگر سلطان چاہتا تو باسانی

---

[۱] ٹیپو سلطان از محب الحسن۔

رد کر سکتا تھا۔ لیکن اس نے دشمن کو کمزور اور مجبور پاکر اس پر رحم کیا کیونکہ اس وقت انگریز محصورین کی حالت اتنی سقیم تھی کہ سلطان جو بھی شرائط چاہتا ان سے بآسانی منوا سکتا تھا۔

اس طرح ۱۱؍ مارچ ۱۷۸۴ء کو میسور اور کمپنی کے درمیان معاہدہ منگلور پر دستخط ہو گئے۔ جو سلطان کی نہایت عظیم الشان فتح تھی اور انگریزوں کے لئے ایک نہایت شرمناک شکست، کیونکہ انھوں نے بقول میجر باسو "گھٹنوں کے بل جھک کر اور گڑگڑا کر صلح کی درخواست کی تھی"۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارندوں نے اس معاہدہ پر دستخط تو کردیئے تھے لیکن ابھی معاہدے کی سیاہی خشک بھی نہ ہوئی تھی کہ انھوں نے اس کی خلاف ورزی کی تیاریاں شروع کردیں اور سازشوں میں مصروف ہو گئے۔ وارن ہیسٹنگز نے اسے "ذلیل کن صلح" کے الفاظ سے یاد کیا اور منرو نے معاہدہ کے "عارضی ہونے کی توقع ظاہر کی"

اس معاہدے کے بموجب کنانور کا علاقہ جس پر التوائے جنگ کے زمانے میں کمپنی کی فوجوں نے زبردستی قبضہ کرلیا تھا، اور جسے میسوری افسر کی موجودگی میں واپس کیا جانا چاہیئے تھا، انگریز افسر حوالہ کئے بغیر چلے گئے۔ یہی نہیں۔ انھوں نے جاتے وقت سارا علاقہ لوٹ کھسوٹ کر تباہ کردیا باشندوں پر مظالم کئے اور میگزین کو آگ لگا کر

اڑادیا۔ایسی ہی حرکتیں دوسرے مقامات پر بھی کی گئیں اور پالیگاروں کو بغاوت پر اکسایا گیا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ انگریز انتہائی بے غیرتی اور ڈھٹائی کے ساتھ اس معاہدے کی خلاف ورزی کر رہے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان نے غضبناک ہوکر حکم دیا کہ "الائچی، صندل اور کالی مرچ" وغیرہ انگریز تاجروں کے ہاتھ نہ فروخت کی جائے"۔

اسی اثناء میں مرہٹوں اور میسور کے درمیان جنگ کے آثار پیدا ہو گئے تو سندھیا نے معاہدہ سلبائی کے بموجب انگریزوں سے مدد مانگی لیکن چونکہ وہ بری طرح شکستیں کھا چکے تھے اور مالی حالت نہایت سقیم تھی نیز پٹس انڈیا ایکٹ کے بموجب جنگ پر منتج ہونے والے معاہدوں کا گورنر کو اختیار نہ تھا اس لئے معاہدے کو نئے معنی پہناتے ہوئے کہا گیا کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ٹیپو اور مرہٹوں کے دشمن مترادف ہیں۔ حالانکہ ان کی دلی خواہش یہ تھی کہ ٹیپو سلطان کے خلاف مرہٹوں کو مدد دی جائے

اس وقت ہندوستان کا گورنر جنرل کارنوالس تھا جو ستمبر ۱۷۸۶ء میں ہندوستان پہنچا تھا اسے یقین تھا کہ اگر انگریزوں کو ہندوستان میں اپنا اقتدار برقرار رکھنا ہے تو انھیں سلطان سے ضرور لڑنا ہوگا کیونکہ توازنِ قوت سلطان کی طرف تھا۔ اس کی فوج منظم اور خزانہ معمور

تھا۔ اور اس کی سیاسی اور تجارتی پالیسی سے کمپنی کی تجارت اور اقتدار کو سخت خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔ اس کے علاقے زرخیز تھے۔ کمپنی کے تاجروں کی للچائی ہوئی نظریں، صندل، الائچی، لونگ، کالی مرچ اور چاول کی قیمتی پیداواروں پر پڑ رہی تھیں۔ اس کے بندرگاہ مثلاً کنانور اور کالی کٹ وغیرہ نہایت اہم تھے اور وہ ہندوستان کے اندر اور باہر دوسری سلطنتوں سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

چنانچہ کارنواس نے ہندوستان آتے ہی فوراً ٹیپو سلطان کے خلاف نہایت خاموشی سے جنگی تیاریاں شروع کر دیں اور ۲۳ر اکتوبر ۱۷۸۶ء کو پونا میں کمپنی کے ایجنٹ مالٹ (MALET) کو لکھا کہ

" ہم مرہٹوں سے اپنے مشترک دشمن کے خلاف اتحاد چاہتے ہیں۔ تم مدھوجی بھونسلے کے ذریعہ پیشوا کی حکومت پر زور ڈالو تاکہ سب مرہٹے متحد ہو کر ٹیپو سے جنگ کریں "۔

اسی طرح اس نے دوسرے مرہٹہ سرداروں کو بھی ٹیپو سلطان کے خلاف ورغلایا اور لڑنے کے لئے تیار ہو جانے کا مشورہ دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ نظام اور مرہٹوں کو یقین دلایا کہ اگر وہ انگریزوں کے ساتھ متحد ہو کر میسور پر حملہ کریں تو ان کا سابقہ علاقہ دریائے تنگ بھدرا اور

کرشنا کے درمیان میسور سے چھین کران کے حوالے کردیا جائے گا۔

اسی گفتگو کے دوران جیسا کہ کمپنی کے کارندوں کا شیوہ تھا۔ ۷رجولائی ۱۷۸۹ء کے خط میں ۱۷۶۸ء معاہدے کو نئے معنی پہناتے ہوئے لکھا گیا کہ

"نظام، کمپنی کے سپاہیوں کو کمپنی کے حلیفوں یعنی پیشوا، سندھیا، دوسرے مرہٹہ سرداروں، نواب کرناٹک، اودھ راجگان تنجاور اور ٹراونکور کے سوا دوسروں کے خلاف استعمال کرسکتا ہے۔"

اس خط میں ٹیپو سلطان کا نام قصداً نظر انداز کردیا گیا جس کا مطلب یہ تھا کہ انگریز صلح نامہ بنگلور کی صریح خلاف ورزی کررہے تھے اور اب نظام علی خاں ٹیپو سلطان کے علاقہ پر انگریزی فوجوں کی مدد سے حملہ کرسکتا تھا۔ یعنی یہ کہ ایسٹ انڈیا کمپنی ٹیپو سلطان کے خلاف جنگ کے لئے تیار تھی۔

اسی اثنا میں ٹراونکور کے راجہ کی مسلسل شرارتوں سے ناراض ہوکر سلطان نے حملہ کردیا۔ اس حملہ میں جیسا کہ حالات اور واقعات سے معلوم ہوتا ہے، سلطان قطعاً حق بجانب تھا لیکن کارنوالس نے اسی کو بہانہ بناکر انتہائی ہٹ دھرمی کے ساتھ میسور کے خلاف انگریزی فوجیں روانہ

کردیں۔

سلطان چونکہ اس وقت اپنی سلطنت کی تعمیر اور رعایا کی بہتری کی تدابیر میں مصروف تھا اس لئے جنگ نہ چاہتا تھا۔ لیکن کارنوالس جنگ کا بہانہ ڈھونڈھ رہا تھا اور اس کے خیال میں حملہ کے لئے اس سے بہتر کوئی موقعہ نہ تھا چنانچہ اسی زمانہ میں اس نے جنرل میڈوز کو، جسے میسور پر حملہ کا حکم دیا گیا تھا، لکھا کہ

"اس وقت ہمیں دیسی حکومتوں سے مدد ملنے کی توقع ہے برخلاف اس کے اسے (ٹیپو کو) فرانس سے مدد نہیں مل سکتی"۔

اس عرصہ میں سلطان کے خلاف سازش مکمل ہوگئی تھی۔ چونکہ کارنوالس کے سامنے وہ تمام معاہدے موجود تھے جن کی ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارندوں نے خلاف ورزیاں کی تھیں، اس لئے کارنوالس نے راگھوجی بھونسلے کو لکھا کہ

"ہم اس موقعہ پر اپنے معاہدات کی پابندی کرکے اپنے دوستوں کو ایفائے عہد کا ثبوت دیں گے۔ مرہٹوں کے لئے بہترین موقعہ ہے کہ وہ اپنے کھوئے ہوئے علاقے واپس لیں اور اس شخص کو سزا دینے میں شریک ہوجائیں جو تمام انسانوں کا دشمن ہے اور جو ہندوؤں کی ہر ذات کو

تباہ کرنے پر تلا ہوا ہے"۔

اس طرح تعصب کی آگ مرہٹوں کے دلوں میں بھڑکائی گئی جو سب کے سب ہولکر کے سوا، کارنوالس کے فریب میں مبتلا ہو گئے چنانچہ یکم جون ۱۷۹۰ء کو پیشوا سے اور ۶ رجولائی ۱۷۹۰ء کو نظام سے میسور کے خلاف جارحانہ جنگی معاہدے ہو گئے۔ ساتھ ہی میسور کے ماتحت جو پالیگار اور باج گذار تھے ان سے بھی سازشیں کر کے وعدے کئے گئے کہ فتح ہونے پر انھیں مراعات دی جائیں گی اور جو پالیگار اپنی شرارتوں اور بغاوتوں کے باعث نکال دیئے گئے ہیں انھیں پھر بحال کر دیا جائے گا۔

سلطان بھی حالات سے بے خبر نہ تھا چنانچہ اس نے پیشوا اور نظام کو انگریزوں سے توڑنے کی کوشش کی اور پونا اور حیدرآباد میں اپنے وکیلوں کے ذریعہ مختلف طریقوں سے ملانا چاہا۔ لیکن جس طرح برطانوی حکومت کے زمانہ میں مسلمان اور ہندو متحد نہ ہوتے اسی طرح دکن کی دیسی حکومتیں بھی متحد نہ ہوئیں اور انگریزوں کی سیاست کامیاب رہی لالچ، خود غرضی اور تعصب نے نظام اور مرہٹوں کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے۔ یہ لوگ نہ تو بدیسی سیاست کو سمجھ سکے اور نہ اس "بدیسی دوست" کو جس کی "آستین میں دشنہ پنہاں" اور "ہاتھ میں خنجر کھلا" تھا

چنانچہ جنگ شروع ہو گئی۔

کارنوالس نے میڈوز کو مدراس کا گورنر اسی مقصد سے بنایا تھا کہ وہ ایک لائق فوجی افسر ہے اس لئے میسور پر حملہ کرنے میں آسانی ہو گی۔ وہ خود بھی شکست کے اس داغ کو دور کرنا چاہتا تھا جو امریکہ میں شکستوں کے باعث اس کی پیشانی پر لگ چکا تھا چنانچہ اس نے میڈوز کو حکم دیا کہ صوبہ کوئمبتور اور گھاٹوں کے دامن میں جو زرخیز اضلاع ہیں ان پر قبضہ کرے اور گجل ہٹی درے سے میسور میں آگے بڑھے۔

دوسری طرف جنرل ایبر کرامبی، گورنر بمبئی کو حکم دیا کہ وہ مالابار پر حملہ کر کے پیش قدمی کرے اور جنرل میڈوز کی فوجوں سے ملنے کی کوشش کرے۔ اسی طرح جنرل کیلی کو حکم دیا گیا کہ وہ کارومنڈل سے بڑھ کر بارہ محل کے علاقے میں داخل ہو جائے تاکہ کرناٹک کا علاقہ سلطان کے حملوں سے محفوظ رہ سکے۔

ٹیپو سلطان نے یہ حالات دیکھ کر اپنے سپہ سالار میر معین الدین کو حکم دیا کہ وہ کمپنی کی فوجوں کے ارد گرد منڈلاتا رہے اور ان کے مواصلات منقطع کر دے تاکہ انھیں سامان جنگ اور رسد نہ پہنچ سکے اور میسور کے علاقہ میں ان کی پیش قدمی رک جائے۔ لیکن سید صاحب سے کچھ ایسی غلطیاں سرزد ہوئیں جن کے باعث اس کی فوجوں

کو گجل ہٹی کی طرف پسپا ہونا پڑا۔ اور ڈنڈی گل، پال گھاٹ اور ستیہ منگلم پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ اس شکست سے بہت بڑا نقصان پہنچا۔ کیونکہ اس طرح جنوبی سمت میں سارا علاقہ انگریزوں کے لئے کھل گیا اور کمپنی کی فوجوں نے مختلف علاقوں میں ہنگامہ برپا کر دیا

عین اس وقت ٹیپو سلطان خود محاذ جنگ پر ستیہ منگلم کے قریب ٹراونکور سے دھاوا مارتا ہوا آپہنچا۔ یہ دھاوا اس قدر تیز تھا کہ بقول منرو اور میکنزی ہر شخص بھونچکا سا رہ گیا۔

یہاں پہنچ کر سلطان نے ۱۲ ستمبر ۱۷۹۰ء کو ایک زبردست فتح حاصل کی اور اس کے بعد کئی دوسرے مقامات پر بھی انگریزی فوجوں پر ضربیں لگائیں، اس کے بعد سلطان نے فلائڈ کی فوجوں پر حملہ کیا اور زبردست گولہ باری کی جس میں بہت سے انگریز مارے گئے اور انھیں شدید مالی نقصانات بھی اٹھانے پڑے۔

رات میں کمپنی کی فوج کے افسروں نے مشورے کر کے پسپائی کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ یہ فوجیں صبح تڑکے ستیہ منگلم کی طرف روانہ ہوئیں لیکن پہلے تو میسوری فوجوں نے پیچھا کر کے فلائڈ کی فوج کا سارا سامان چھین لیا۔ پھر تیزی سے یلغار کر کے عقب اور بازوؤں پر گولہ باری شروع کر دی۔

یہ جنگ ۱۳ اور ۱۴ ستمبر ۱۷۹۰ء کو ہوئی جس میں برطانوی کمپنی کے ساڑھے پانچ سو سے زیادہ نفر مقتول اور زخمی ہوئے۔ نیز سارا سامان توپیں اور بیل وغیرہ چھین لئے گئے۔

فلائڈ یہاں سے بھاگ کر ویلاڈی پہنچا۔ یہاں اسے میڈوز سے ملنے کی توقع تھی جو مدد کے لئے آرہا تھا۔ لیکن دونوں فوجیں ایک دوسرے کے قریب سے گذر گئیں اور انھیں خبر نہ ہوئی کہ یہ ہماری ہی فوجیں ہیں۔ اس طرح فلائڈ اور میڈوز کی فوجیں نہ مل سکیں۔

تب فلائڈ پریشانی کے عالم میں کوئمبتور پہنچا۔ جہاں میڈوز بھی آپہنچا۔ کیونکہ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ اس وقت سلطان سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ ۲۵ ستمبر ۱۷۹۰ء کو اسٹوارٹ کی فوجیں بھی پالگھاٹ سے آکر اسی مقام پر مل گئیں۔

سلطان نے اس مقام پر محرم کے دس روز گذارے، جس کے بعد اس کے چند سواروں نے کمپنی کی فوجوں سے ایرود کا قلعہ چھین لیا یہاں انھیں بہت سا مال غنیمت ملا۔ لیکن سلطان نے کمپنی کے سپاہیوں کو ان سے آئندہ جنگ نہ کرنے کا وعدہ لے کر کرور جانے کی اجازت دے دی۔

تین فوجیں جمع ہو جانے پر جب میڈوز کو اندازہ ہوا کہ اب

اس کے پاس کافی قوت ہے اور وہ سلطان کا مقابلہ کرسکتا ہے تو ۲۹ ستمبر ۱۷۹۰ء کو کوئمبتور سے نکلا تاکہ کرور کے قلعہ کی حفاظت کی جائے۔ لیکن سلطان نے خبر پاتے ہی کوئمبتور پر یلغار کردی اور موقعہ پاکر دھرماپور پر قبضہ کرلیا۔ اس مقام پر بھی محصورین کو یہ وعدہ لے کر چھوڑ دیا کہ وہ آئندہ میسور کے خلاف جنگ میں حصہ نہ لیں گے

سلطان کی جانب سے اس قسم کی فراخ دلی کا کئی بار مظاہرہ کیا گیا کیونکہ اسے توقع تھی کہ جس قدر وہ خود ایمان دار اور اپنے قول کا سچا ہے اسی طرح یہ لوگ بھی وعدہ کرکے اس کی پابندی کریں گے لیکن ایسا نہ ہوا اور چھٹکارا پانے کے بعد یہ لوگ مختلف مقامات پر وعدے کے خلاف لڑتے ہوئے پائے گئے اور بعض مقامات پر دوبارہ گرفتار ہونے پر انھیں قید کردیا گیا۔

ان فتوحات کے باوجود سلطان کو مجبوراً بارہ محل کی طرف جانا پڑا کیونکہ کمپنی کی فوجوں نے کیلی کے تحت حملہ کردیا تھا اور ۲۴ ستمبر کو کیلی کے مر جانے کے بعد اس کے بجائے کرنل میکسول نے مامور ہوکر بارہ محل میں کئی مقامات پر قبضہ کرلیا تھا۔

ٹیپو سلطان حسب عادت تیزی سے یلغار کرتا ہوا یکم نومبر کو میکسول کے سر پر جا پہنچا اور جھڑپیں شروع ہوگئیں۔ میکسول بیں چونکہ

تنہا مقابلہ کی ہمت نہ تھی۔ اس لئے اس نے میڈوز سے مدد طلب کی جو کوئمبتور سے ٹیپو کی طرف بڑھا لیکن سلطان کی یلغاریں اتنی تیز ہوتی تھیں کہ اس کی نقل و حرکت کا دشمن کو پتہ نہیں لگتا تھا۔

میڈوز کے بارہ محل کی طرف بڑھتے ہی سلطان نے اپنی جنگی چالیں بدل دیں اور کرناٹک پر یعنی عین دشمن کے علاقہ میں حملہ کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ کمپنی کی فوجیں میسور کے علاقہ کو چھوڑ کر اپنے علاقہ کی حفاظت کے لئے واپس ہو جائیں۔

اس وقت میڈوز کے پاس " سامان اور تعداد کے اعتبار سے اتنی اور ایسی فوجیں تھیں جتنی اور جیسی اس سے قبل کبھی اور کسی مقام پر جمع نہ ہوئی تھیں"۔ چنانچہ اس نے درۂ تھوپر پر سلطان کو روکنا چاہا۔ لیکن اس کی یہ کوشش ناکام رہی۔ سلطان کے سواروں نے بڑی بہادری سے دشمن کا مقابلہ کیا اور سلطان کوئی نقصان اٹھائے بغیر درہ پار کر کے ترچناپلی کی طرف جا پہنچا اور کرناٹک کے علاقہ میں مختلف مقامات پر قبضہ کرتا ہوا پانڈیچری کی طرف روانہ ہوا۔

سلطان کا خیال درست ثابت ہوا چنانچہ کرناٹک پر سلطانی حملہ کی خبر پاتے ہی میڈوز کو حکم دیا گیا کہ وہ فوراً کرناٹک کو بچانے کے لئے اس طرف کوچ کرے۔

جنگ کا رنگ بدل چکا تھا۔ میڈوز احکام کے بموجب کرناٹک واپس ہوا تاکہ سلطانی فوجوں کی یلغار کو روکے لیکن سلطان چھلاوے کی طرح ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچ کر فتوحات حاصل کر رہا تھا۔

کارنوالس کے چہرے پر امریکہ میں شکست کا داغ پہلے سے موجود تھا۔ ان حالات کو دیکھ کر وہ بہت پریشان ہوا۔ کمپنی کی مالی حالت روز بروز خراب ہو رہی تھی اور وہ صلح کی گفتگو کرنا چاہتی تھی اس لئے کارنوالس نے گھبرا کر میڈوز کو واپس بلایا اور ۱۷ر دسمبر ۱۷۹۰ء کو برطانوی فوجوں کی کمان خود اپنے ہاتھ میں لے لی۔

اس وقت میڈوز کو پوری طرح شکست ہو چکی تھی۔ سلطان جنوب اور مشرق میں کامیاب تھا لیکن مغرب میں اس کی فوجوں کو متوقع کامیابی نہ ہوئی۔ چنانچہ کالی کٹ کے قریب کرنل ہارٹلی نے حسین علی خاں کو شکست دی جس میں بہت سے میسوری سپاہی مارے گئے اور گرفتار ہوئے جس کے بعد ایبر کرامبی نے کنانور پہنچ کر بی بی سے ایک معاہدے پر زبردستی دستخط کرائے اس طرح مالابار میں کمپنی کا اقتدار قائم ہو گیا۔

پھر بھی سلطان نے کمپنی کی ساکھ کو تقریباً صفر کر دیا تھا۔ اس نے بار بار تیزی سے مختلف مقامات پر یلغار کر کے دشمن کو سخت پریشان

کر دیا اور مالی و جانی اعتبار سے شدید نقصانات پہنچائے تھے۔ میسور پر حملہ کو ناکام بنا دیا تھا اور کرناٹک پر حملہ کر کے جارحانہ جنگ کو دفاعی جنگ میں تبدیل کر دیا تھا۔ اس طرح ایک ماہر فن حرب کی حیثیت سے اس نے جملہ انگریز سپہ سالاروں پر اپنا تفوق ثابت کر کے ان کے دلوں پر اپنی دھاک بٹھا دی تھی جس کی بناء پر خود کارنوالس کو کہنا پڑا کہ

"ہم نے وقت ضائع کیا اور ہمارے مخالف نے شہرت حاصل کی۔ یہ دونوں باتیں جنگ میں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔"

کمپنی نے اس جنگ میں اپنی بہترین فوج بہترین سامان سے لیس کر کے لڑنے کے لئے بھیجی تھی۔ لیکن اس کے سارے منصوبوں پر پانی پھر چکا تھا۔ میڈوز کو شکست ہو چکی تھی اور کرناٹک سلطان کے رحم و کرم پر تھا۔

اب کارنوالس کو خوف ہوا کہ ایسا نہ ہو یہ پیہم شکستیں دیکھکر پیشوا اور نظام کمپنی کا ساتھ چھوڑ کر سلطان سے معاہدہ کر لیں۔ اس لئے اس نے جنگی چالیں بدلیں اور خود ٹیپو کے اصول پر عمل کیا چنانچہ وہ خاموشی سے ویلور اور چتور ہوتا ہوا ۱۹ ار فروری ۱۷۹۱ء کو میسور کے علاقہ میں لڑے

بھڑے بغیر داخل ہوگیا۔ اس طرح جنگ، کرناٹک سے نکل کر، سلطان کے علاقہ میں پہنچ گئی۔

سلطان اس وقت پانڈیچری میں تھا اور فرانسیسی گورنر سے جنگی معاہدہ کی بات چیت کر رہا تھا لیکن اس کے لیت ولعل کے باعث یہاں بہت سا قیمتی وقت ضائع ہوگیا۔ احمق فرانسیسی دوستولانے موقعہ کی نزاکت کو نہ سمجھتے ہوئے نہ کوئی معاہدہ کیا اور نہ کوئی مدد پہنچائی۔ سلطان کے وہم وگمان میں نہ تھا کہ اسی کی چال اس پر آزمائی جائے گی اور دشمن اپنے علاقہ کو چھوڑ کر اس کے ملک میں حملہ کر دے گا۔ چنانچہ جس وقت خبر پاکر وہ اپنے ملک کو بچانے کے لئے روانہ ہوا تو کارنوالس اپنے مقصد میں کامیاب ہوکر میسور کے علاقہ میں اپنے قدم جما چکا تھا اور سازشیں اپنے شباب پر پہنچ رہی تھیں۔

میسوری فوجیں مقابلہ میں ڈٹی ہوئی تھیں اور سلطان کے حکم کے بموجب بار بار چھاپے مارے جا رہے تھے۔ چنانچہ آہستہ آہستہ رسد کا مسئلہ برطانوی فوجوں کے لئے خطرناک ہوگیا۔ لیکن جھڑپیں جاری رہیں جن میں میسوری فوج کا پلہ بھاری تھا۔ چنانچہ ۷ر مارچ ۱۷۹۱ء کو اگرچہ فلائڈ نے میسوری فوج پر عقب سے حملہ کیا تھا لیکن اسے شکست فاش ہوئی اور وہ خود زخمی ہوکر گر پڑا اور اس کے ساتھی اسے اٹھا کر

بھاگ گئے۔

اس لڑائی میں کمپنی کے چار سو سپاہی مارے گئے اور سو گرفتار ہوئے لیکن سلطان نے زخمیوں کی مرہم پٹی کرائی اور سب کو ایک ایک روپیہ دے کر واپس کر دیا۔

رات کے اندھیرے نے کمپنی کی فوج کو مزید تباہی سے بچا لیا ورنہ نقصانات اور زیادہ اُٹھانے پڑتے۔ پھر بھی کارنوالس نے بنگلور کی جانب پیش قدمی جاری رکھی اور اس کی فوجوں نے شہر بنگلور پر قبضہ کر لیا جہاں انگریز فوجوں نے عورتوں کی بہت زیادہ بے حرمتی کی اور لوٹ مار کا بازار گرم کیا۔ اس شہر سے انھیں بہت سا غلہ اور فوجی سامان اور توپیں ملیں۔ اس کے بعد قلعہ بنگلور کا محاصرہ شروع ہوا جس پر بڑی سخت مقاومت کے بعد انگریزوں نے کرشنا راؤ کی سازش سے قبضہ کر لیا جس نے حملہ کے وقت محافظوں کی کثیر تعداد کو مورچوں سے ہٹا دیا تھا۔

بنگلور کے سقوط سے سلطان کو بہت صدمہ ہوا اور اپنے ستر سالہ بوڑھے وفادار سردار بہادر خاں کی شہادت پر اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے لیکن اُس نے پہلے سے بھی زیادہ شدت سے حملے شروع کیے چنانچہ اس کے چھاپہ ماروں نے نواحی بستیوں کو ویران کر دیا تاکہ

دشمن کو رسد نہ مل سکے۔ ساتھ ہی انھوں نے انگریزی فوج کے کرناٹک سے مواصلات کو بھی منقطع کردیا چنانچہ اس وقت حالت یہ تھی کہ انگریزی فوج کا ایک سپاہی بھی کیمپ سے باہر نکلنے کی جرأت نہ کرسکتا تھا۔

بنگلور پر قبضہ ہونے سے پہلے کارنواس کی فوجوں کی رسدی قلت کے باعث جو حالت تھی اس کے بارے میں بنگلور پر قبضہ ہونے کے بعد کارنواس نے خود ایک خط میں لکھا کہ

"ہماری فوج تھک کر چور ہو گئی تھی۔ ایک طاقتور اور چست وچالاک دشمن کے مقابلہ میں محاصرہ کے دوران اسے بڑی تکلیف اٹھانی پڑی۔ چارہ کی کمی نے ناکامی کو سامنے لاکر کھڑا کردیا تھا۔ اس مقام (بنگلور) پر قبضہ ہونے کے بعد اطمینان ہوا ہے۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس موقعہ پر غدار کرشنا راؤ دشمن کی مدد نہ کرتا تو جلد یا بہ دیر کارنواس اور کمپنی کی فوجوں کا خاتمہ یقینی تھا۔ معاصر مورخوں کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ کرشنا راؤ کے ترمل راؤ کی پارٹی سے گہرے تعلقات تھے اور یہ دونوں سلطان کے خلاف انگریزوں اور مرہٹوں سے سازشیں کر رہے تھے۔

اگرچہ معاہدوں کے بموجب نظام اور پیشوا کی فوجیں میسور پر حملہ کے لئے روانہ ہو چکی تھیں۔ لیکن ٹیپو کے اعلیٰ جاسوسی نظام کے باعث اتحادیوں کو ایک دوسرے کے حالات کا علم نہ ہو سکا جس نے طرح طرح کی افواہیں اڑائیں اور اتحادیوں کا مواصلاتی نظام درہم و برہم کر دیا تھا۔

میڈوز کی مسلسل شکستوں نے حیدر آباد اور پونا میں انگریزوں کے خلاف تاثرات پیدا کر دیئے تھے اور وہاں کے حکمران اس فکر میں تھے کہ سلطنت خداداد اور کمپنی کی فوجیں ٹکرانے کے بعد کمزور ہو جائیں تو آگے بڑھ کر فائدہ اٹھائیں گے۔

کارنوالس ان حالات کو دیکھکر پریشان ہو رہا تھا۔ اس نے اپنے وکیلوں کے ذریعہ بار بار نظام اور پیشوا سے شکایت کی تو ان لوگوں نے بھی چستی دکھائی اور نظام نے نانا فرنویس پر زور دیا کہ اس وقت خود پیشوا کو آگے بڑھ کر حملہ کی قیادت اپنے ہاتھ میں لینی چاہیے۔

یوں تو مرہٹہ فوجوں نے ۲۰ر جون ۱۷۹۰ء ہی سے پرشرام بھاؤ کے تحت ٹیپو سلطان کے علاقہ میں لوٹ مار شروع کر دی تھی اور چند قلعوں پر قبضہ کر لیا تھا لیکن اب انھوں نے کارنوالس کی جانب سے بار بار شکایت پر زیادہ جوش اور مستعدی کا اظہار کیا۔ نظام کی فوجیں پہلے

ہی سے کمپنی کی فوجوں کے ساتھ تھیں اس لیے سلطنت خداداد کو بیک وقت انگریزوں کی بہترین تربیت یافتہ فوجوں کے علاوہ مرہٹوں اور نظام کی فوجوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔

کارنوالس اب تک مرہٹہ فوجوں کے آنے کا منتظر تھا لیکن اب اس نے محسوس کیا کہ بارش کا موسم قریب آرہا ہے جس میں حملہ کرکے کامیابی حاصل کرنا ممکن نہ ہوگا اس لیے ۴ رمئی ۱۷۹۱ء کو بنگلور سے سرنگاپٹم کی طرف روانہ ہوا لیکن راستے میں جس مقام پر بھی پہنچا وہاں اسے غلہ کا ایک دانہ اور گھاس کی ایک پتی نہ ملی کیونکہ سلطان کے حکم سے اس علاقہ کا سارا غلہ اور چارہ جلا دیا گیا تھا تاکہ دشمن اور اس کے مویشی بھوکے مرجائیں۔ یہی نہیں بلکہ اس علاقہ میں کارنوالس کو ایک شخص بھی ایسا نہ مل سکا جس سے کسی قسم کی معلومات حاصل ہوسکیں۔

اس پر مزید پریشانی کا باعث میسوری فوج کے چھاپہ سوار تھے جنھوں نے اچانک چھاپے مار مار کر کمپنی کی فوج کا قافیہ تنگ کردیا اور کارنوالس کی فوجیں انتہائی مصیبت میں گھر کر فاقوں اور بیماریوں کا شکار ہونے لگیں۔

اس موقعہ پر سلطان نے ایسی ایسی زبردست جنگیں چالیں چلیں جن سے کارنوالس چکرا گیا لیکن ایک جھڑپ میں نظام علی خاں کے

ایک سردار میر اسد علی خاں نے میسوری فوج پر ایک اچانک حملہ کیا جس کے باعث میسوری فوج کو سرنگا پٹم کی طرف پسپا ہونا پڑا۔ پھر بھی سلطان کے توپ خانہ نے نہایت شدید گولہ باری کی اور میسوری فوج کو آخرکار فتح حاصل ہوئی۔

اس جنگ میں انگریزوں کو شدید نقصانات اٹھانے پڑے اور اُن کے چھ سو سے زیادہ سپاہی اور افسر قتل اور زخمی ہوئے اور چند روز میں حالات اتنے خطرناک ہو گئے کہ مجبوراً ۱۹ر مئی ۱۷۹۱ء کو کارنواِلس کی فوجیں سرنگاپٹم سے بنگلور کی طرف پسپا ہو کر روانہ ہو گئیں۔ لیکن روانہ ہونے سے پہلے تمام گھوڑوں کو جو چارہ نہ ہونے کے باعث مریل اور کمزور نظر آرہے تھے گولی ماردی گئی۔ اور قلعہ شکنی کا سامان تباہ کر دیا گیا۔ اس وقت بقول میجر ڈروم ساری فوج زخموں اور تھکن سے چور تھی۔ جانور کثرت سے مر گئے تھے۔ سارا سامان جانوروں کے مانند خود کارنوالس کی فوج کو گھسیٹنا پڑا تھا چھوٹے درجوں کے لوگ مردہ بیلوں کا گوشت کھاتے تھے۔ چاول بالکل ختم ہو گئے تھے۔ انگریزی کیمپ موت کا گھر تھا۔ توپ گاڑیاں اور قلعہ شکن سامان جل رہا تھا[1]

---

[1] میجر ڈرروم ص ۳۰۲

اسی اثنا میں میر معین الدین اور قمرالدین خاں نے ایبر کرامبی کو شکست فاش دے کر اس کا سارا سامان چھین لیا تھا ۔منرو کا بیان ہے کہ

"اس کے پاس سر آئر کوٹ سے زیادہ فوج تھی پھر بھی میسوری فوج کو دیکھکر وہ اپنے اسپتال اور لاؤ لشکر کو چھوڑ کر نہایت شرمناک طریقے سے بھاگ نکلا۔"

اور جب کارنوالس کے احکام وصول ہوئے جن میں اسے اپنے پاس طلب کیا تھا تو اس نے بھی گورنر جنرل صاحب (کارنوالس) کے مانند اپنی بھاری توپیں اور سامان تباہ کر دیا جنھیں وہ اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا تھا۔

لیکن سرنگاپٹم سے ۲۶ مئی ۱۷۹۱ء کو پسپا ہونے کے بعد کارنوالس نے ابھی مشکل سے چھ میل کا فاصلہ طے کیا ہوگا کہ اسے چند سوار اپنی سمت میں آتے نظر آئے ۔یہ مرہٹہ ہراول تھا اور ہری پنت پھڑکیہ اور پرشرام بھاؤ مدد کے لئے بیس ہزار مرہٹوں اور کثیر سامان رسد کے ساتھ آرہا تھا ۔اُن کے ساتھ دو بٹالین فوج کیپٹن لٹل کے تحت بھی تھی اسی طرح ایک اور فوج (جو بارہ ہزار مرہٹوں پر مشتمل تھی) کے آنے کی اطلاع ملی ۔

اس وقت انگریزوں کی مسرت کی انتہا نہ تھی۔ مرہٹوں کی آمد سے انھیں رسد اور اس کے ساتھ نئی زندگی ملی تھی۔ کیونکہ اگر کچھ وقت اور گزر جاتا اور مرہٹوں کے ذریعہ انھیں غلہ نہ ملتا تو ساری فوج بھوک اور بیماری کا شکار ہو کر یا میسوری فوج کے حملوں سے، فنا کے گھاٹ اتر جاتی۔ انھیں یہ معلوم کر کے سخت حیرت ہوئی کہ کارنوالس کے کیمپ سے جتنے بھی خبر رساں بھیجے گئے تھے ان میں سے ایک بھی ان کے پاس ٹیپو کے محکمہ جاسوسی کی ہوشیاری اور مستعدی کے باعث نہیں پہنچ سکا۔ مرہٹہ سرداروں نے اسی وقت کارنوالس سے سرنگا پٹم کی جانب پیش قدمی کے لیے کہا۔ لیکن گورنر جنرل صاحب اس وقت بے حد پریشان اور حواس باختہ تھے۔ چنانچہ انھوں نے بنگلور جانے کو ترجیح دی۔ اس موقعہ پر کارنوالس نے سکندر جاہ اور مرہٹہ سرداروں کی جن طریقوں سے خوشامد کی اور ان کے سامنے اپنی خادمانہ حیثیت کا اظہار کیا ان کا اندازہ میجر ڈروم کی تحریروں سے ہوتا ہے[1]۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کارنوالس اپنے آپ کو کس قدر پستی اور پریشانی میں محسوس کر رہا تھا اور کس طرح مرہٹوں اور نظام کی خوشامد کر کے

---

[1] میجر ڈروم صفحہ ۱۶۰، ۲۵، ۱۳ - ۱۱۰ و ۱۲۰

ان سے کام نکالنا چاہتا تھا۔

مرہٹہ فوجوں اور نظام علی خاں کے بیٹے سکندر جاہ کے آنے سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ چنانچہ اس کے بعد کی جنگوں میں اگرچہ میسوری فوجوں نے میجر کیمبج، لفٹیننٹ نیش اور شارمن وغیرہ کی فوجوں کو سخت شکستیں دیں اور کئی مقامات بار بار اتحادیوں سے چھین لئے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ میسور کی حکومت اس اتحاد ثلاثہ کا تنہا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔ چنانچہ آہستہ آہستہ مختلف علاقوں میں اتحادیوں کے پیر جمتے گئے۔ ان لوگوں نے جس مقام پر بھی قبضہ کیا وہاں قتل عام کیا اور انتہا یہ کہ عورتوں اور بچوں کو بھی نہ چھوڑا گیا۔

دنیا میں قومی اور نظریاتی تصورات پیدا ہونے سے پہلے عموماً یہی ہوا ہے کہ لوگوں نے مفتوح کا ساتھ چھوڑ کر فاتح کا ساتھ دیا ہے اور شکست خوردہ کا ساتھ چھوڑنے والوں کی تعداد ہمیشہ کثیر رہی ہے چنانچہ اتحادی فوجیں جوں جوں آگے بڑھیں سازشوں اور غداریوں کا بازار گرم ہوا اور یکے بعد دیگرے سلطان کے نہایت مضبوط قلعوں پر غداری کے باعث اتحادیوں کا قبضہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ اتحادی فوجوں نے ۵ر فروری ۱۷۹۲ء کو سرنگاپٹم کے شمال میں چھ میل کے فاصلہ پر پڑاؤ ڈال دیا۔

اس وقت اتحادیوں کی فوجیں حسب ذیل تھیں۔

کمپنی کی فوج	۲۲،۰۰۰	نفر
نظام کی فوج	۱۸،۰۰۰	"
مرہٹہ کی فوج	۲۰،۰۰۰	"
جملہ	۶۰،۰۰۰	(ساٹھ ہزار نفر)

اس کے علاوہ ۴۴ میدانی اور ۲۴ قلعہ شکن توپیں تھیں۔ سامان جنگ بے حساب تھا۔ رسد بہ افراط موجود تھی اور مواصلات کا انتظام ایسا تھا جیسا اس سے پہلے کبھی نہ تھا

ان فوجوں نے پہنچتے ہی محاصرہ شروع کر کے قلعہ پر حملہ کیا۔ لیکن میسوری فوجوں نے دشمن کو نہایت زبردست مقابلہ کر کے پسپا کر دیا۔

اس مقابلہ میں ٹیپو کا ایک نہایت وفادار اور بہادر سردار سید[1]

---

[1] سید حمید کی قبر پر حسب ذیل کتبہ ہے۔

چوں سپہدار جنود ٹیپو سلطان شہید
زیں جہاں بگذشت در ملک بقا منزل گزید
نام و تاریخ و نشان مرقدش جستم ز دل
بادل محزوں بگفت "ایں تربت سید حمید"

حمید شہید ہوا لیکن انگریزوں کو بھی نہایت زبردست نقصانات اٹھانے پڑے جس کے باعث انھیں آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی لیکن محاصرہ جاری رہا اور جھڑپیں ہوتی رہیں اور اگرچہ میسوری فوجوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا لیکن اتحادیوں نے آہستہ آہستہ کئی مورچوں پر قبضہ کر لیا البتہ قلعہ کے اندر قدم نہ رکھ سکے۔

اس موقعہ پر ان فرانسیسی افسروں اور سپاہیوں نے جو ٹیپو سلطان کی فوج میں ملازم تھے اور موسیو ویجی کے تحت لڑنے کے لئے نکلے تھے۔ بڑی بزدلی کا ثبوت دیا۔ چنانچہ یہ لوگ ایک معمولی حملہ کا مقابلہ کرنے کے لئے چند قدم بڑھے اور نہایت بے ترتیبی کے ساتھ واپس ہٹ گئے۔

سلطان کی فوج پر ان کی اس حرکت کا بہت بُرا اثر پڑا۔ لیکن ان بدیسی دوستوں نے صرف یہی حرکت نہیں کی بلکہ ان (۷۰) یورپینوں نے بھی جن میں اکثریت فرانسیسیوں کی تھی، اپنے آقا کو جس کا مدتوں نمک کھایا تھا، خطرے میں دیکھکر غداری کی اور انگریزوں سے جا ملے۔ حالانکہ سلطان نے ہمیشہ ان بدیسی نمک حرام دوستوں کی مدد کی تھی اور اپنی نوازشوں سے سرفراز کیا تھا۔

ان میں سے ایک بڈھے فرانسیسی انجنیر (BELEVELLE)

نے جو قلعہ کے استحکامات اور کمزوریوں سے پوری طرح واقف تھا، قلعہ کے متعلق ساری اطلاعات انگریزوں کو پہنچائیں جس کے بعد سلطان نے مجبوراً ۸ر فروری کی صبح کو التوائے جنگ کی شرائط منظور کر کے شامس اور ناش کو پانچ دوسرے جنگی قیدیوں کے ساتھ کارنوالس کے پاس بھیجا جس نے ۱۱ر فروری کو وکیل طلب کئے۔ چنانچہ ۱۳ر فروری کو میر غلام علی اور میر علی رضا نے کمپنی، نظام اور مرہٹوں کے وکلاء یعنی کناوے، میر عالم اور گووند راؤ کالے سے ملاقات کی۔ اور کئی روز کی بحث و تمحیث کے بعد جس میں اتحادیوں کی طرف سے دھمکیاں اور زبردستی بھی شامل تھی حسب ذیل شرائط پر صلح ہو گئی۔

۱۔ سلطان اپنی نصف سلطنت، اتحادیوں کی مرضی کے مطابق لیکن وہ علاقے اتحادیوں کے حوالے کرے جو اتحادیوں کے علاقوں سے ملحق ہوں

۲۔ تین کروڑ تیس لاکھ روپیہ بطور تاوان اور اخراجات دربار، اتحادیوں کو ادا کرے۔

۳۔ جانبین ایک دوسرے کے قیدی واپس کر دیں۔

۴۔ سلطان اپنے دو بیٹے بطور یرغمال اتحادیوں کے حوالے کرے

بچوں کے بارے میں کافی رد و قدح کے بعد جب سلطان کے دو بیٹے عبد الخالق (۸ سال) اور معز الدین (۵ سال) کارنوالس کے پاس،

پہنچ گئے تو اس نے اور کمپنی کے دوسرے عہدے داروں نے انتہائی ہٹ دھرمی اور بے ایمانی کا مظاہرہ شروع کردیا مثلاً کارنوالس نے کورگ کا بھی مطالبہ کیا۔ جو شرائط میں داخل نہ تھا اس پر سلطان نے غضبناک ہوکر کہا کہ

"کورگ، کون سے انگریزی علاقہ سے ملحق ہے ؛ وہ سرنگا پٹم کیوں نہیں مانگتے ! وہ جانتے تھے کہ میں یہ علاقہ دینے کے بجائے فصیل کے شگاف میں مرنے کو ترجیح دیتا۔ اس لیے انھیں یہ مطالبہ کرنے کی اس وقت تک جرأت نہ ہوئی جب تک میرے بچے اور خزانہ ان کے قبضہ میں نہ چلا گیا۔"

حقیقت یہ ہے کہ کورگ سرنگا پٹم کا دروازہ تھا۔ جہاں سے صرف ایک روز کی یلغار میں سرنگاپٹم پہنچا جا سکتا تھا۔ انگریزوں کو کسی طرح بھی یہ علاقہ طلب کرنے کا حق نہ تھا۔ لیکن کارنوالس نے انتہائی ڈھٹائی سے کہا کہ ملحقہ (ADJACENT) کا مطلب ہے "جو بہت دور نہ ہو" (NOT FAR REMOVED) ساتھ ہی دوبارہ جنگ جاری کرنے کے احکام جاری کردیے اور تیاریاں شروع کردیں۔ شہزادوں کو مدراس کی طرف روانہ کیا اور ان کے محافظوں کو قید کردیا، حالانکہ جس وقت

معاہدہ کی گفتگو ہو رہی تھی کارنوالس نے یقین دلایا تھا کہ اگر گفتگو منقطع ہو جائے تو شہزادے فوراً واپس کر دیئے جائیں گے۔

کارنوالس یہ تمام معاہدہ شکنی اور ہٹ دھرمی اس یقین کی بنا پر کر رہا تھا کہ سلطان اپنے بچوں اور خزانہ کو اتحادیوں کے حوالہ کرنے کے بعد جنگ کا خیال بھی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اس نے سلطان کی جانب سے جو علاقہ دیا گیا تھا اس کی مال گذاری کے حسابات سے متعلق بھی ہٹ دھرمی، دھاندلی اور بے ایمانی سے کام لیا تاکہ مزید علاقہ حاصل کیا جا سکے۔

پرسرام، میر اسد علی خاں، اسٹوارٹ اور امیر کر ابھی میسوری علاقوں میں لوٹ مار کر رہے تھے چنانچہ ایک بار سلطان نے غضبناک ہو کر کارنوالس کو لکھا کہ اگر آپ پرسرام بھاؤ کو لوٹ مار سے نہیں روک سکتے تو مجھے موقعہ دیجئے تاکہ میں اسے درست کر دوں۔

بہر حال اتحادیوں اور خصوصاً کارنوالس نے خود اپنی مرضی سے عائد کئے ہوئے معاہدے کی ہر طریقے سے خلاف ورزی کی یہاں تک کہ میسور کے قیدی بھی واپس نہ کئے۔

اسی اثناء میں قمر الدین خاں بید نور سے رسد کے ساتھ آپہنچا اور سلطان کا موقف بہتر ہو گیا اس کے علاوہ اتحادی کیمپ میں بیماریاں

پھیل گئیں اور حالات روز بروز بد سے بدتر ہونے لگے لیکن سلطان کے بچے کارنواس کے قبضہ میں تھے۔ اور اس طرح وہ مجبور تھا۔ اس لئے اس نے ہر قسم کی بے ایمانیوں اور ہٹ دھرمیوں کو برداشت کیا لیکن جس وقت اتحادی لوٹ کے مال سے لدے ہوئے اواخر مارچ میں سرنگاپٹم سے جانے لگے تو اس نے مرہٹہ سردار ہری پنت پھڑکیہ ے اس کے خیمہ میں جاکر ملاقات کی اور کہا کہ

"اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ میں تمھارا دشمن نہیں۔ تمھارا اصل دشمن انگریز ہے جس سے تمھیں ہوشیار رہنا چاہیئے"

لیکن مرہٹہ سرداروں نے سلطان کے اس دوراندیشانہ مشورے سے فائدہ نہ اٹھایا اور سلطان کی بات پوری ہو کر رہی چنانچہ اسی جنگ کے باعث ۱۷۹۹ء میں نہ صرف سلطنت خداداد کا خاتمہ ہوا بلکہ اس کے بعد چند ہی سال کے اندر یکے بعد دیگرے مرہٹوں کی جملہ حکومتیں برطانوی جوع ارض کا شکار ہو گئیں۔

اوس اور کرنیں

ع۔س مُسلم کی دوسری پیشکش

"ایک ٹہنی کے پھول" کے بعد غزلوں، گیتوں اور نظموں کی ایک جمالیاتی تثلیث ۔ یاس کی اوس پر عزم کی کرنوں کا پرتو ۔۔۔

انسانی عظمت اور اخوت کے اس آئیڈیلسٹ نے جب اس مشینی دور کے خالق انسان کو اپنی ہی وضع کردہ تہذیب کی عظمت کے سامنے عاجز، ذلیل اور سرنگوں پایا، تو اس کے دل میں نفرت، بغاوت اور یاس و اُمید کے جذبات سُلگ اٹھے اور غزلوں نظموں اور گیتوں کے روپ میں ڈھلنے لگے۔ "اوس اور کرنیں" آئیڈیل کی شکستگی اور عزم کے استحکام کی اس کشاکش کی تصویر ہے جو آج ہر آزادی پسند نوجوان کے دل میں برپا ہے۔

کتابت و طباعت اعلےٰ ۔ حسین گرد پوش ۔ مجلد

قیمت : ــــــــــــــ تین روپے پچھتر پیسے